١١٨٩ع
کشف الظلمات عن مکانات الابیات

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ

حصہ اول

کشف الظلام عن الآیات البینات

سنہ ۱۳۲۵ھ

مولفہ جناب مولوی **سید محمد حیدر** صاحب خلف الصدق جناب فخر الحکما ظہیر العلما دام ظلہ بجواب آیات بینات حصہ فدک جو مولوی مہدی علی خانصاحب سکریٹری علی گڈھ کالج کی آخری تصنیف ہے اوس کیساتھ تحفہ **شاہ عبد العزیز صاحب** اور **الفاروق** مولوی شبلی صاحب کے اسی حصہ کا جواب ہے۔

باہتمام سید نظیر حسین پرنٹر و پبلشر

در مطبع اصلاح کجھوہ طبع گردید

سید طالب حسین عشروی تحریر نمود

اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور

کشف الظلمات

عن

الآیات البینات

اس رسالہ میں آیات بینات کے اس حصہ فدک کا اجمالی جواب دیا جاتا ہے جو مولوی نواب
مہدی علی خاں صاحب ملقب بہ محسن الملک سکرٹری کالج علیگڈھ نے اپنے آخری
حصہ عمر میں تصنیف کیا تھا۔ اور اہلسنت کو اسپر بڑا ناز تھا اور ضمناً مولوی شبلی
صاحب کے الفاروق کا بھی جواب شامل کیا گیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ رسالہ
باعث ہدایت خلق ہو اور مسلمانوں پر حق واضح ہو۔ کیونکہ میں نے حتی الامکان
اختصار کا بہت کچھ خیال رکھا ہے تاکہ طول نہ ہو جائے۔ واللہ یہدی
من یشاء الی صراط مستقیم

فقیر مؤلف
محمد حیدر عفی عنہ

۱۳۲۸ھ

مطبع اصلاح کجھوہ ضلع سارن طبع شد

سید نظیر حسین نے ۱۳۳۵ھ میں دوبارہ چھپوا کر شایع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد کتاب آیات بینات مولوی مہدی علی خاں صاحب آنجہانی اُردو میں ایک ایسی کتاب لکھی گئی ہی جسپر اہل سنت کو ایک زمانہ میں بہت ناز تھا مگر جب اسکی جواب میں کتاب رمی الجمرات تصنیف ہوئی جو ضخیم تین جلدوں میں ہے تو اہلسنت کو بجائے ناز اس کتاب سے ندامت ہونے لگی کیونکہ علامہ مصنف رمی الجمرات نے کچھ اسطرح انکی سکائدکی قلعی کھولی تھی کہ پھر کوئی صاحب غیرت آیات بینات کا نام نہ لیتا مگر یہ اعتراض اُن کا بہت تیزی سی پھیلتا گیا کہ رمی الجمرات میں سختی بہت کیگئی ہی اور تشدد سی زیادہ کام لیا گیا ہی حالانکہ غور سی دیکھو تو جس بد تہذیبی سی آیات بینات لکھی گئی ہی اُسکا عشر عشیر بھی رمی الجمرات میں نہیں ہی کیونکہ آیات بینات میں اسطرح کی چٹکیاں لی ہیں کہ دیکھنے والا دل مسوس کر رہجائے۔

مولوی مہدی علی خاں صاحب سے جب جواب رمی الجمرات کا کچھ زیادہ سختی سی مطالبہ کیا گیا تو بجائے اسکے کہ رمی الجمرات کا جواب دیتے ایک دوسرا حصہ آیات بینات کا سنہ ۱۳۱۵ ہجری میں شائع کیا جسکے دو حصے کئے ہیں پہلے حصہ میں تو وہی فضائل صحابہ ہیں جنکو وہ اپنی پہلی جلد میں لکھ چکے تھے دوسرے حصہ میں فدک کی بحث ہی۔

اصل کتاب کی لغویت نے علمائے اعلام شیعہ ایدہم اللہ کو ادھر متوجہ ہونے نہ دیا کہ کوئی اُنمیں سی اسکا جواب لکھتا مگر ہمکو ضرورت پیش آئی کہ ہمارے لائق مخاطب اڈیٹر النجم نے اپنے اخبار میں جو مناظرے کا حصہ قائم کیا ہی اُسمیں ماہ رمضان سنہ ۱۳۲۷ھ سے فدک کی بحث شروع کی ہی جسمیں تمام تر نصیحۃ الشیعہ اور آیات بینات سے

سرقہ ناجائز کیا ہے اس لئے ضرورت ہوئی کہ آیات بینات کی اس بحث فدک کا مکمل جواب شائع کیا جائے تاکہ صرف اڈیٹر النجم کی ناطقہ بندی نہو بلکہ وہ لوگ بھی خاموش ہو جائیں جو آیات بینات کو ایک لاجواب کتاب سمجھتے ہیں۔ ہاں چونکہ خطاب یافتہ شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نے اپنی مشہور کتاب الفاروق میں بھی اس بحث کو ایک نئے انداز سے اٹھایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے عمر صاحب بمقابلہ رسول اللہ اس سلام جدید کے بانی تھے لہذا جا بجا اُن کے کلام سے بھی حاشیہ میں تعرض کر دیا گیا ہے تاکہ یہ کتاب اس زمانہ کی مناسبت سے ہر طرح حاوی اور کافی ہو۔ مومنین کا اصرار تو اسپر عرصہ سے چلا آتا تھا مگر میں اپنی مجبوریوں سے کچھ ایسا ناچار تھا کہ کوئی کام حسب خواہ نہ کر سکا۔ مگر اب فضل خداوند عالم سے امید ہے کہ مجھے اس ارادۂ خیر میں بہت جلد کامیاب کرے وھو حسبی و نعم الوکیل

قال مصنف الآیات البینات

اب ہم اصل بحث فدک کی شروع کرتے ہیں اور اسمیں ان باتوں کو بیان کرینگے۔

(۱) فدک کی حقیقت اور اُس کے حدود۔ اور اُسکی آمدنی۔

(۲) فدک کیونکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے قبضے میں آیا۔

(۳) فئے کے معنے اور اُس کا مصرف۔

(۴) فدک پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت فاطمہ علیہا السّلام کو ہبہ فرمایا تھا یا نہیں۔

(۵) حضرت سیّدۃ النساء فاطمہ زہرا علیہا السّلام نے فدک کے ہبہ کا دعوٰے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تھا یا نہیں۔

(۶) میراث کے دعوے کی حقیقت۔

فدک کی حقیقت اور اُس کے حدود اور اُس کی آمدنی

قاموس میں لکھا ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور مصباح اللغۃ میں لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینہ سے دو روز کی راہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل ہے۔ اور لسان العرب میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں اور ازہری کہتے ہیں کہ وہ ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ وہ حجاز کے ایک طرف میں واقع ہے۔ اُس میں چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور خدا نے اُسے اپنے پیغمبر پر فئے کیا تھا۔

اور مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع مطبوعہ جرمنی کی جلد دوم صفحہ ۳۳ میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں مدینہ سے دو یا تین دن کے فاصلہ پر واقع ہے اور اُسے خدا نے اپنے رسول کو فئے

کیا تھا۔ اس لئے کہ صلحاً حاصل ہوا تھا۔ اُسمیں چشمے تھے اور کھجور کے درخت۔ اور معجم البلدان یاقوت
حموی میں ہی کہ فدک گاؤں ہی حجاز میں مدینہ سے دو دن کی راہ پر اور بعض روایت میں تین دن
کی راہ پر۔ اور یہ گاؤں ہجرت کے ساتویں سال صلحاً نصف پر آنحضرت صلعم کے ہاتھ میں آیا
تھا۔ اور اسمیں بہت سی چشمے پانی کے اور خرمے کے درخت تھے۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری
کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ میں لکھا ہی کہ فدک ایک قصبے کا نام ہے۔ اُس میں اور مدینے میں تین
دن کا فاصلہ ہی۔ قاضی نور اللہ شستری احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ صاحب ابطال الباطل
کا یہ کہنا کہ فدک خیبر کے گاؤں میں سے ایک گاؤں تھا جھوٹ ہی اسوجہ سی کہ صاحب جامع الاصول
نے ابن اوس سے روایت کی ہی کہ عمرؓ نے جو حجتیں بیان کیں اُن میں سی ایک یہ ہی کہ رسول کی لئی صفایا
بنی نضیر اور خیبر اور فدک کا ثلث تھا۔ اور جناب مولانا سید دلدار علی صاحب عماد الاسلام
کے دسویں باب کی فصل اول میں شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید معتزلی سی نقل کر کے
فدک کی حقیقت وہی بیان فرماتی ہیں جو قاضی صاحب نے بیان کی ہی۔

اقول عنیو ان بحث جو قائم کیا گیا ہی بہت ہی دلچسپ ہے جس سے ہمکو بھی امید ہی کہ فیصلہ حق میں کامیابی ہو۔
پہلی بحث اسکی یہ ہی کہ فدک کیا تھا جسکے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اگر ثابت ہو جائے کہ فدک ایک محض
معمولی گاؤں تھا تو اسکا ناجائز طور سی لینا کوئی اثر نہیں رکھتا۔ دوسرے یہ کہ اس قلیل شی کیلیے اسقدر
نزاع کو طول دینا خلاف عقل ہی۔ تیسری غرض یہ ہو سکتی ہی کہ اہلبیت طاہرین پر کم بینی کا الزام لگایا
جو اس شی حقیر کی لئی اسقدر مصر رہے۔

مگر یہ سمجھ رکھنا چاہئی کہ مسلمانوں کا اصل الاصول قرآن ہی اور رسول تو جس امر کی لئی حکم خدا ورسول ہو
اُسکا اتباع لازم ہی خواہ قلیل ہو خواہ کثیر کیونکہ خدا فرماتا ہی ما اٰتیکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم
عنہ فانتھوا یعنی جو کچھ رسول لائیں اُسکو لیلو جس سی رسول منع کریں اُس سے باز رہو۔ لفظ ما عام ہی قلیل
کثیر سب کو شامل ہی۔ پھر خدا فرماتا ہی اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم کہ جو کچھ خدا کی طرف سی نازل
ہوا اُسکی پیروی کرو جس سی معلوم ہوا مسلمانوں کو عام حکم اتباع ہی ما انزل کا کہ جو احکام خدا نازل
ہوئی ہیں انکا اتباع فرض ہی مخالفت اُسکی کسی طرح جائز نہیں۔ تو اب عام مسلمانوں پر لازم ہوا کہ جو احکام
خدا ورسول نازل ہوئے ہیں اُنکا اتباع کرنا ضروری ہی خواہ وہ شی قلیل ہو یا کثیر فمن یعمل مثقال ذرۃ

خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ وہ حکم واجب ہو یا حرام مکروہ ہو یا مستحب سب کا اتباع اُسی حیثیت سے لازم ہے جسطرح وہ نازل ہوا۔

فلسفۂ مطالبۂ فدک چونکہ اس بحث فدک کو مولوی صاحب نے ایک طرز جدید سے لکھا ہے لہذا ہمکو بھی ضرورت ہے کہ کچھ تفصیل سے کام لیں جس کے لئے سب سے پہلے اُن اصول پر غور کرنا لازم ہے جن اصول پر یہ مطالبہ کیا گیا۔

بعد وفات رسول اللہ بلکہ آپکی زندگی کے آخری زمانہ میں اس قسم کی تفریق شروع ہو گئی تھی کہ کچھ احکام رسول واجب التعمیل ہیں کچھ نہیں جس سے وہ مقصد باری تعالیٰ فوت ہوتا تھا جسکے لئے خدا نے دین اسلام کو نازل کیا تھا اور تمامی احکام کا دار و مدار ارشاد و ہدایت رسول اللہ پر رکھا تھا۔
لہذا ضرور ہوا کہ جو شخص فی الواقع اسلام لایا ہو اور حضرت کو اُس نے رسول مان لیا ہو وہ اُسکی مخالفت کرے اور مسلمانوں کو بتائے کہ رسول اللہ کا کوئی حکم قابل ترک نہیں ہے۔

اسکو تو ہر معمولی عقل والا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اپنے باپ کے منشاء کو جیسا کہ اُسکی اولاد سمجھ سکتی ہے یا وہ لوگ جو کہ بمنزلہ اولاد ہوں اُسکو دوسرا کوئی نہیں سمجھ سکتا یہی وجہ ہے کہ آپ جب سیرت اولاد امجاد رسول اللہ کو بلکہ حضرت کے اہل خاندان کی سیرتوں کو صحابہ کی سیرتوں سے ملائینگے تو بدیہی طور پر معلوم ہوگا کہ خاندان رسالت کا منشاء ہمیشہ یہی رہا کہ سنت رسول اللہ زندہ ہو اور صحابہ کا طرز عمل تمامتر اسکی مخالفت میں ہوگا کہ اپنی رائے و عقل پر زیادہ تر اعتماد کیا گیا ہے[1]۔
عورتوں کی میراث کا مسئلہ تمامی ادیان میں یہی رائج تھا کہ اُنکو میراث سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ اسلام نے اس اصول کو اسطرح مٹایا کہ قرآن میں اُسکے لئے خاص الفاظ استعمال فرمائے جس سے معلوم

---

[1] مولوی شبلی صاحب نعمانی نے الفاروق میں ایک خاص بحث اسکی لکھی ہے کہ عمر صاحب نے احکام رسول اللہ میں تفریق کیا اور بتایا کہ کون حکم حضرت کا قابل تعمیل ہے کون نہیں چنانچہ لکھتے ہیں "نبوت کی حقیقت کی نسبت عموماً لوگ غلطی کرتے آئے ہیں اور اسلام کے زمانے میں بھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا اکثروں کا خیال ہے کہ نبی کا ہر قول و فعل خدا کی طرف سے ہوتا ہے بعضوں نے زیادہ ہمت کی تو معاشرت کی باتوں کو مستثنےٰ کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی جو حکم منصب نبوت کی حیثیت سے دیتا ہے وہ بے شبہہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے باقی امور وقت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتے ہیں تشریعی اور مذہبی نہیں ہوتے۔ اس مسئلے کو جسقدر حضرت عمر نے صاف اور واضح کر دیا کسی نے نہیں کیا" صفحہ ۲۰۹ حصۂ دوم۔

ہوسکتا ہی کہ اگر الفاظ کو ادائے مطلب میں کوئی مداخلت ہی تو خدا نے اسمیں خاص اہتمام کیا ہی یوصیکم اللہ
فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین حالانکہ خدا نے تمامی قرآن میں اس لفظ کو کسی خاص حکم میں نہیں
استعمال کیا ہی جس سے معلوم ہوا کہ اس تقسیم میراث میں خدا کو خاص اہتمام ہی

تمام مسلمانوں کو نہیں بلکہ تمام عالم کو جناب سیدۃ نساء العالمین صلوات اللہ وسلامہ علیہا کا
شکرگزار ہونا چاہئے کہ اگر وہ صدیقہ کبریٰ اپنے پدر بزرگوار کی شریعت باقی رکھنے کے لئے اسقدر جد و جہد فرماتیں تو
یقیناً شریعت مٹ چکی تھی اور یہ مسئلہ جسمیں اسلام سائر ادیان سے معزز و ممتاز ہی باطل ہو چکا تھا۔

میں اسکو نہایت خوشی سے قبول کرتا ہوں کہ اس کد و کاوش کا نتیجہ جناب سیدہ کو کچھ نہیں ملا اور یہی سنت اللہ
ہی انبیاء و اوصیا کے لئے کہ انکو بھی کبھی ذاتی نفع کسی کد و کاوش کا نہیں ملتا بلکہ وہ ہمیشہ مصائب و آلام ہی میں مبتلا
رہتے ہیں مگر خلق اللہ کو انکے مجاہدات کا نفع ملتا ہی اور وہ اسسے دین و دنیا کا مفاد حاصل کرتے ہیں۔

یہی حال تھا جناب سیدہ کا جو بضعۃ الرسول تھیں جنکی بارے میں رسول اللہ فرما گئے تھے من اذاہا فقد
اذانی کہ وہ معصومہ اگرچہ متروکہ پدری سے محروم رہیں اور میراث رسول انکو نہیں دی گئی مگر شریعت خدا و رسول
اسسے قائم ہو گئی کہ تمام مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ بیٹی بھی اسی طرح وارث ہوتی ہی جسطرح بیٹا وارث ہوتا ہی۔
اصول مقررہ سے یہ اختلاف باعث ترقی ہوتا ہی۔ اگر اہل مکہ جسطرح پہلے ساکت تھے رسول اللہ انکو سب و شتم
اصنام سے اگر نہ ابھارتے جس سے حضرت کو ہجرت کرنی پڑی تو ہرگز اسلام کو بظاہر اسباب یہ ترقی نہ ہوتی۔
اسی طرح اگر جناب سیدہ احقاق حق کے لئے مرتے دم تک ثابت قدمی نہ دکھاتیں تو شریعت رسول مر چکی تھی

اس عبارت نے آپکو اچھی طرح بتا دیا کہ یہ کام عمر ہی سے ہوا کہ انہوں نے قول و فعل رسول کو دو حصوں پر منقسم کیا ایک واجب
التعمیل جو تشریعی ہیں۔ دوسرے غیر واجب التعمیل جو مذہبی اور تشریعی نہیں ہیں جسسے مولوی صاحب بھی اسی رائے کیطرف
مائل ہوتے ہیں کیونکہ ان لوگوں کی غلطی کے قائل ہیں جو اقوال و افعال رسول اسطرح جانیں بلکہ "حقیقت یہ ہی" کہکر اسکو صاف کر دیا کہ
حضرت کے وہی احکام قابل تعمیل ہیں جو بحیثیت منصب نبوت ہوں جسکے بدیہی مطلب یہ ہوئے کہ وہ نماز حج و عبادات کے سوا جو حکم آپکا ہی وہ غیر
واجب التعمیل ہی حالانکہ خود اپنی کتاب الکلام میں فرماتے ہیں۔ اور یہ اس بات کی قطعی دلیل ہی کہ شارع اسلام نے جو کچھ کہا وہ الہام
اور وحی تھا ص ۱۴۱ جس سے ہر کلام کا مطابق وحی و الہام ہونا ظاہر ہی مگر چونکہ یہاں عمر صاحب کی سوانحعمری لکھ رہے
ہیں اس حقیقت کو بھول گئے جو الکلام میں لکھ چکے ہیں پھر صفحہ ۱۰۳ میں لکھتے ہیں نبوت کی تصدیق اور نبی کی باتوں کو صحیح سمجھنا
خود انسان کی فطرت صحیح کا اقتضا ہی" تو پھر کلام رسول کو دو قسم قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہی۔

کیونکہ عربوں کا اصلی مذاق قدیمی رسم یہی تھا کہ بیٹی کسی طرح جائز وارث نہیں ہوتی اسلام نے اسکو مٹایا مگر بعد وفات رسول فوراً اسکی خلاف ورزی شروع ہوئی کہ خود دختر رسول متروکہ پدری سے محروم کیگئی اب جناب سیدہ نے اس مطالبہ سے اور اپنی مظلومیت و محرومیت سے تمام عالم پر ثابت کر دیا کہ اسلام کا حکم یہی ہے کہ بیٹی بھی مثل بیٹوں کے وارث ہوتی ہے اور جو شخص بیٹی کو محروم کرتا ہے وہ ظالم ہے خود خداوند عالم فرماتا ہے تلک حدود اللہ ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا وذلک الفوز العظیم ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیہا ولہ عذاب مہین۔

یعنی یہ حدود خدا ہیں اور جو شخص خدا اور رسول کی اطاعت کریگا اُسے داخل جنت کریگا اور جو مخالفت کریگا خدا اور رسول کی اور اُسکی حدود سے تعدی کریگا اُس کو داخل جہنم کریگا۔

اب اہل انصاف غور کریں کہ جناب سیدہ کی یہ کاروائی بغرض ذاتی نفع کی تھی یا اقامت حدود اسلام کی تھی جس سے آجتک اہل اسلام سارا دیان پر فخر کرتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کے حقوق قائم کئے کیونکہ اگر جناب سیدہ اسطرح دادخواہ نہوتیں تو یہ حق مٹ چکا تھا۔

یہاں ہمکو بہت سے واقعات ملتے ہیں جنمیں عورتوں کی مثال گائے بکری سے دیجاتی تھی بلکہ چوب و لکڑی کے

حالانکہ خدا فرماتا ہے قل انما اتبع ما یوحی الی یعنی کہہ تو اے رسول ہم تو انہیں باتوں کی پیروی کرتے ہیں جنکی وحی کیجاتی ہے طرف میری۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت کا کوئی فعل کوئی قول خلاف وحی نہیں ہوتا۔

پھر خدا فرماتا ہے ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی یعنی رسول اللہ تو کوئی بات اپنی خواہش سے کرتے ہی نہیں بلکہ جو کچھ ہے وحی ہے جو اُن پر نازل کیگئی۔

تو جو شخص خدا و قرآن پر ایمان لایا ہے وہ کیونکر اسکا قائل ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ کے اقوال و افعال خلاف وحی تھے قرآن تو کہتا ہے ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ یعنی تمکو رسول اللہ کی ہر بات میں متابعت کرنی چاہئے پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ کا قول و فعل دو قسم کا تھا۔

خدا تو من یطع اللہ ورسولہ و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم میں عام حکم اطاعت دیتا ہے۔ مگر آپ حضرت عمر کی اُس تفریق پر ایمان لاتے ہیں جو اُنہوں نے قائم کی کہ کچھ احکام ماننا چاہئے کچھ نہیں جسکی نسبت خدا فرماتا ہے افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض پھر فرماتا ہے تلک قسمۃ ضیزی

مشابہ سمجھی جاتی یہانتک کہ مائیں بڑی بیٹی کا مال قرار پاتیں۔ مگر ہم اُن واقعات کو بخوف طوالت نہیں لکھتے بلکہ صرف بخاری کی ایک روایت لکھتے ہیں جس سے اُس زمانہ کی خیالات کا اچھی طرح پتہ چلیگا ملاحظہ ہو کتاب التفسیر تفسیر سورہ تحریم صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۲۸ مطبوعہ مصر۔

حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ حدثنا سلیمان بن بلال عن یحیی عن عبید بن حنین انہ سمع ابن عباس رضی اللہ عنہما یحدث انہ قال مکثت سنۃ ارید ان اسئال عمر ابن الخطاب عن آیۃ فما استطیع ان اسئالہ ھیبۃ لہ حتی خرج حاجاً فخرجت معہ فلما رجعت وکنا ببعض الطریق عدل الی الاراک لحاجۃ لہ قال فوقفت لہ حتی فرغ ثم سرت معہ فقلت لہ یا امیر المؤمنین من اللتان تظاھرتا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ازواجہ فقال تلک حفصۃ وعائشۃ قال فقلت واللہ ان کنت لارید ان اسئلک عن ھذا منذ سنۃ فما

ابن عباس کہتے ہیں کہ سال بھر میں اس فکر میں رہا کہ عمر ابن الخطاب سے ایک آیہ کو پوچھوں مگر انکی ہیبت سے اتنی قوت نتھی کہ میں ایسا سوال کروں یہانتک کہ حج کو چلے اور ہم بھی ساتھ تھے وقت معاودت اثناء راہ میں وہ قضائے حاجت کو پیلو اراک کیطرف چلے تو ہم ٹھیر گئے جب وہ فارغ ہو کر آئے اور ہم اُن کے ساتھ چلے تو پوچھا وہ دونوں عورتیں کون تھیں جنہوں نے تظاہر کیا تھا رسول اللہ پر (یا خود یا عہد کیا تھا) اُن کی ازواج سے عمر نے کہا وہ حفصہ اور عائشہ تھیں میں نے کہا سال بھر سے میں یہ سوچ رہا تھا کہ اسکو آپ سے دریافت کروں مگر آپکی ہیبت سے اسکی جرأت نہوتی تھی۔ عمر نے کہا ایسا نہ کیا کرو جس بات کی نسبت تم کو گمان ہو کہ ہم جانتے ہیں اُسکو پوچھا کرو

مولوی صاحب اگر فلسفہ حالات عمر پر غور کرتے تو آپ کو معلوم ہوتا اولاً عمر صاحب کبھی دل سے ایمان ہی نہ لائے تھے ثانیاً انکی مخالفت کی ابتدا اُسی کلمہ ان الرجل لیھجر سے شروع ہوئی جس کی غرض صرف حصول خلافت تھی کہ اگر حضرت کا وصیت نامہ لکھا گیا تو پھر کوئی کارروائی نہ چل سکیگی۔

ورنہ یہی عمر ہیں کہ اگر حضرت کسی کی نسبت فرماتے تھے یرحمک اللہ تو عمر صاحب سمجھ جاتے اب یہ شخص شہید ہوگا۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ عمر صاحب یہ نہ سمجھے تھے کہ حضرت کا جو قول ہے جو فعل ہے از راہ حقانیت مگر وہ اپنے اغراض نفسانی سے مجبور تھے کہ حضرت کی تکذیب کیا کرتے جسکے سبب خدا فرماتا ہے جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم

مولوی شبلی صاحب اسکے متعلق متعدد واقعات لکھتے ہیں چنانچہ ایک واقعہ یہ بھی لکھا ہے " ورثہ کے بیان میں خدا نے ایک قسم کے وارث کو کلالہ سے تعبیر کیا ہے لیکن چونکہ قرآن مجید میں اسکی تعریف مفصل مذکور نہیں۔ اس لئے

استطیع هیبة لك قال فلا تفعل ما ظننت ان
عندی من علم فاسالنی فان کان لی علم خبرتك
به قال ثم قال عمر والله ان کنا فی الجاهلیة ما نعد
للنساء امراً حتی انزل الله فیهن ما انزل و قسم لهن
ما قسم قال فبینا انا فی امر اتامره اذ قالت امراتی
لو صنعت کذا وکذا قال فقلت لها ما لك و لما
ههنا فیما تکلفك فی امر اریده فقالت لی عجبا لك
یا ابن الخطاب ما ترید ان تراجع انت و ان ابنتك
لتراجع رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی یظل یومه
غضبان فقام عمر فاخذ رداءه مکانه حتی دخل
علی حفصة فقال لها یا بنیه انك لتراجعین
رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی یظل یومه
غضبان فقالت حفصة والله انا لنراجعه

اگر معلوم ہوگا تو بتا دینگے۔ پھر کہا عمر نے کہ ہم لوگ
زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے
تھے یہانتک کہ خدا نے اُنکے بارے میں نازل کیا جو
کچھ نازل کیا اور تقسیم کیا جو کچھ تقسیم کیا۔ اسی درمیان
میں کہ ہم کچھ مشورہ کر رہے تھے کہ ہماری زوجہ نے
کہا اسطرح کرتے اور اسطرح کرتے میں نے کہا تجھ کو
ان باتوں میں کیا دخل جو ہم چاہینگے کرینگے اُسنے کہا
تعجب ہے اے پسر خطاب کہ ہمکو اس طرح کی رد و بدل سے
روکتا ہے۔ حالانکہ تیری بیٹی تو اسطرح رسول اللہ سے
رد و بدل کرتی ہے کہ دن دن بھر حضرت کو غصہ اور
رنج میں گزرتا ہے۔ یہ سنکر عمر کھڑے ہوئے اور ردا اوڑھ
حفصہ کے یہاں پہنچے اور کہا اے بیٹی کیا تو اسطرح کا
رد و بدل کرتی ہے رسول اللہ سے کہ دن دن بھر حضرت

صحابہ میں اختلاف تھا کہ کلالہ میں کون کون ورثہ داخل ہیں حضرت عمر نے خود آنحضرت سے چند بار دریافت کیا۔ اسپر
تسلی نہیں ہوئی تو حضرت حفصہ کو ایک یادداشت لکھکر دی کہ رسول اللہ سے دریافت کرنا۔ پھر اپنی خلافت کی زمانے میں تمام
صحابہ کو جمع کر کے اس مسئلہ کو پیش کیا لیکن ان تمام باتوں پر انکو کافی تسلی نہیں ہوئی اور فرمایا کہ تین چیزیں تھیں کہ رسول اللہ اگر تین
چیزونکی حقیقت بتا جاتے تو مجھکو دنیا و ما فیہا سے زیادہ عزیز ہوتی خلافت، کلالہ، ربا۔ چنانچہ ان تمام واقعات کو محدث
عماد الدین بن کثیر نے صحیح حدیثوں کی حوالہ سے اپنی تفسیر قرآن میں نقل کیا ہے ص ۲۳۲

مولوی شبلی صاحب نے اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ عمر صاحب کو تحقیقات مسائل میں بہت کد رہتی تھی مگر ہم نہیں سمجھتے
کہ وہ اس تحریر کے بعد اسکا دعویٰ کیونکر کر سکتے ہیں کیونکہ اس میں قرآن کی تکذیب صریح ہے جو تفصیل بیان کا مدعی ہے۔

(۱) وما کان هذا القرآن ان یفتری من دون الله ولکن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل
الکتب لا ریب فیه من رب العالمین ۔ سورۂ یونس

(۲) ما کان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل کل شئ وهدی ورحمة لقوم

فقلت تعلمین انی احذرك عقوبة الله و غضب رسول الله صلی الله علیه وسلم بنیه لا یغرنك هذه التی اعجبها حسنها حب رسول الله صلی الله علیه وسلم ایاها یرید عائشة قال ثم خرجت حتی دخلت علی ام سلمة لقرابتی منها فکلمتها فقالت ام سلمة عجبا لك یا ابن الخطاب دخلت فی کل شیٔ حتی تبتغی ان تدخل بین رسول الله صلی الله علیه وسلم و ازواجه فاخذتنی والله اخذا کسرتنی عن ما کنت اجد فخرجت من عندها وکان لی صاحب من الانصار اذا غبت اتانی بالخبر واذا غاب کنت انا اتیه بالخبر ونحن نتخوف ملکا من ملوك غسان ذکر لنا انه یرید ان یسیر الینا فقد امتلأت

کو غصہ میں گزر جاتا ہی حفصہ۔ ہاں قسم خدا کی ہم تو تکرار کرتی ہیں۔ عمر۔ جان تو کہ میں تجھے ڈراتا ہوں غضب خدا اور رسول سے۔ اے بیٹی تجھے دھوکے میں نہ ڈالے یہ عورت جس کے حسن نے رسول اللہ ص کو فریفتہ کر دیا ہی۔ اور اپنی محبت کا گرویدہ کر لیا ہے مراد اس سے عائشہ تھیں۔ کہتے ہیں عمر کہ پھر میں نکل کر ام سلمہ کے پاس گیا جن سے قرابت بھی تھی۔ اُن سے بھی میں نے ایسا ہی کلام کیا۔ ام سلمہ نے کہا تعجب ہے تجھ سے ای پسر خطاب کہ تو ہر امر میں مداخلت کرتا ہی یہانتک کہ اب چاہتا ہے رسول اللہ ص اور حضرت کی ازواج میں بھی مداخلت کرے۔ اس کلام نے وہ اثر کیا کہ بہت منصوبے

یومنون۔ سورۂ یوسف۔

(۳) یفصل الایات لعلکم بلقاء ربکم توقنون۔ سورۂ رعد

(۴) وکذٰلك تفصیل الاٰیات ولتستبین سبیل المجرمین سورۂ انعام

(۵) کذٰلك تفصیل الاٰیات لقوم یعلمون سورۂ اعراف

(۶) کذٰلك تفصیل الاٰیات ولعلهم یرجعون

(۷) ان الحکم الا الله یقص الحق وهو خیر الفاصلین انعام

(۸) قد فصلنا الاٰیات لقوم یفقهون انعام

(۹) قد فصلنا الاٰیات لقوم یذکرون

اسطرح کی صدہا آئتیں ہیں جن میں خدا نے قرآن کی نسبت تفصیل کا دعوی کیا ہی۔ پھر کیونکر ممکن ہو کہ کہا جائے کہ "قرآن میں اسکی تفصیل مذکور نہیں"۔

صدری رنا منه فاذا صاحبی الانصاری یدق
الباب فقال افتح افتح فقلت جاء الغسانی فقال
بل اشد من ذلك اعتزل رسول الله صلی الله
علیه وسلم ازواجه فقلت رغم انف حفصة و
عائشة فاخذت ثوبی فخرجت حتی جئت فاذا
رسول الله صلی الله علیه وسلم فی شربة له یرقی
علیها بعجلة وغلام لرسول الله صلی الله علیه
وسلم اسود علی راس الدرجه فقلت له قل هذا
عمر ابن الخطاب فاذن لی قال عمر فقصصت
علی رسول الله صلی الله علیه وسلم هذا الحدیث
فلما بلغت حدیث ام سلمه تبسم رسول الله
صلی الله علیه وسلم انه لعلی حصیر ما بینه شئ
وتحته اسه وسادة من ادم حشوها لیف

جو میرے دل میں تھے ٹوٹ گئے۔ وہاں سے
نکل کر اپنے گھر آیا کہ وہ انصاری دوست
جس سے اکثر باتیں معلوم ہوتی تھیں آیا اور
اُسنے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم نے علیحدگی اختیار
کی اپنی ازواج سے۔ میں نے کہا ناک رگڑی
گئی عائشہ اور حفصہ کی۔ پھر عمر نے کپڑا پہنا اور
حاضر حجرۂ رسول ہوئے تا بہ آخر۔

اس روایت کا صرف یہ جملہ کہ عمر صاحب
فرماتے ہیں ان کنا فی الجاهلية ما نعد
للنساء امرا حتی انزل الله فیهن ما
انزل ہمارے بیان کا پورا ثبوت ہے کہ عمر
صاحب کہتے ہیں کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں
عورتوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے یہانتک کہ

ہاں قرآن میں تفصیل ہو مگر کس کو لئے لقوم یومنون۔ لقوم یفقهون۔ لقوم یذکرون کے لئے جس سے بدیہی طور
پہ معلوم ہوا کہ مولوی شبلی صاحب اور عمر صاحب ان اقوام سے خارج ہیں لہذا مدعی عدم تفصیل قرآن ہیں۔
اور کلالہ کی تفصیل بالخصوص تو اسطرح مذکور ہو کہ پھر کسی اندھے کو بھی شک نہ رہے کیونکہ سورۂ نساء میں فرماتا
ہے و ان کان رجل یورث کلالة او امرأة وله اخ او اخت فلکل واحد منهما السدس یعنی جو
مرد یا عورت کلالہ ہو (یعنی جسکے ماں باپ اور اولاد نہو) اور اُسکو ایک بھائی ہو یا بہن تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ہے۔
پھر خدا فرماتا ہے اسی سورہ نساء کو آخر میں یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکلالة ان امرؤا هلك
لیس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك وهو یرثها ان لم یکن لها ولد فان کانتا اثنتین
فلهما الثلثان مما ترك وان کانوا اخوة رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین یبین
الله لکم ان تضلوا والله بکل شیء علیم۔ کہ لوگ تم سے فتویٰ طلب کرتے ہیں کہدے خدا تم لوگوں کو فتویٰ دیتا ہے کلالہ
میں کہ اگر کوئی مرد مر جائے اور اُسکے کوئی اولاد نہیں ہو (یہی تعریف ہو کلالہ کی جس کے اولاد و والدین نہوں) اور اُس کے

وعند رجلیہ قرظا مصبوبا وعند راسہ اھب معلقة فرایت اثر الحصیر فی جنبہ فبکیت فقال ما یبکیک فقلت یا رسول اللہ ان کسری وقیصر فیما ھما فیہ وانت رسول اللہ فقال اما ترضی ان تکون لھم الدنیا ولنا الاخرة

خدا نے جو کچھ چاہا نازل کیا جس سے بصراحت ظاہر ہے کہ عمر صاحب ان آیات کو اور اُن تقسیموں کو جو خدا نے عورتوں کے حق میں نازل کیا کسی طرح واجب التعمیل نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ اپنے اُسی خیال سابق پر باقی تھے جو زمانۂ جاہلیت کا خیال تھا کہ عورتیں کوئی چیز نہیں ہیں۔

یہی باعث تھا کہ اُنکو اپنی زوجہ کا تعرض ناگوار گزرا۔ اور جب معلوم ہوا کہ حفصہ اُنکی بیٹی تو رسول اللہ کو دن بھر رنجیدہ رکھتی ہیں تو اُنکو سمجھانے چلے جس میں حضرت ام سلمہ کو بھی نصیحت کرنے لگے۔

تو پھر کسکو اس میں تامل ہو سکتا ہے کہ اُن لوگوں نے بعد حصول خلافت اپنے اُسی خیال جاہلیت کی تکمیل کرنی چاہی کہ عورتیں کوئی چیز نہیں ہیں نہ اُن کو کوئی حق ہے۔

اسی طرف جناب سیدہ اپنے اُس خطبہ میں ارشاد فرماتی ہیں جو بمقابل ابوبکر جناب سیدہ نے فرمایا تھا اور آیندہ انشاء اللہ مذکور ہوگا۔ حسب ضرورت اُسکا یہ فقرہ قابل غور ہے۔

نعن عمل ترکتم کتاب اللہ ونبذتموہ وراء ظھورکم یقول اللہ عز وجل ثنا وہ ولا ورث

ایک بہن ہو تو بہن کو نصف حصہ پہنچیگا اُسکے ترکہ سے۔ اور بھائی اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر اُسکے اولاد نہو۔ یہی تعریف ہے کلالہ عورت کی۔ پس اگر بہنیں دو ہوں تو اُن کو دو ثلث ملیگا اُسکے متروکہ سے اور اگر بھائی بہن کئی ہوں تو مرد کو دو حصہ ہے اور عورت کو ایک حصہ۔ خدا تمہارے لئے بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہو اور خدا ہر شئی کے ساتھ علیم ہے۔ اب اس سے بڑھکر کیا تفصیل ہو سکتی ہے اور کیا بیان کہ خدا نے اُنکا استفتا بھی لکھدیا اور اپنا فتوے بھی اور یہ بھی لکھدیا کہ خدا نے بیان کر دیا کہ تم گمراہ نہو مگر جو شخص گمراہ تھا اُسکو نہ معلوم ہو سکا من یضلل اللہ فلا ھادی لہ۔

یہاں کیا خوب لطیفہ لکھا ہے کنز العمال میں۔ عن عمرو بن مرہ عن عمر قال ثلث لان یکون رسول اللہ بینھن لنا احب الی من الدنیا وما فیھا۔ الخلافة والکلالة والربا قلت لمرة ومن یشک فی الکلالة ھو عادور العالم الولد قال قال انھم کانوا یشکون فی الوالد عب ط ش والعدنی ھو والشاسی وابو الشیخ فی الفرائض ک ص ا جلد ۶ مطبوعہ حیدرآباد دکن۔

یعنی عمرو بن مرہ سے روایت ہے کہ کہا عمر ابن الخطاب نے تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر رسول اللہ اُنکو بیان کرتے تو دنیا اور مافیہا

سلیمان داؤد معافنص من خبر یحییٰ بن زکریا اذ قال ربّ ھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من اٰل یعقوب واجعله ربّ رضیا وقال تبارک وتعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم مثل حظ الانثیین فزعمتم ان لاحظ لی ولا ارث لی من ابی فحکم اللہ بانه اخرج ابی منها ام تقولون اهل ملتین لا یتوارثان ام انتم اعلم بخصوص القرآن وعمومه من ابی افحکم الجاهلیة تبغون ومن احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون۔ یعنی کیا جان بوجھکر تم نے کتاب اللہ کو ترک کر دیا اور پس پشت ڈال دیا۔ خداوند عالم تو فرماتا ہی وارث ہوئی سلیمان داؤد کی اور حضرت یحییٰ بن زکریا کی بارے میں فرمایا کہ خدا سی دعا کی مجھی ایسا فرزند عطا فرما جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو اور فرماتا ہی کہ خدا انکو وصیت کرتا ہی دربارہ تمہاری اولاد کی کہ مردوں کو دو حصے ہیں عورتوں کا پس تمہارا یہ گمان کہ ہم اپنے باپ کی وارث نہیں ہیں کس قاعدے سے ہی۔ کیا خدا نے میرے باپ کو اس حکم سے خارج کیا ہی یا انکو معاذ اللہ ملت اسلام سے خارج سمجھتے ہو اس لئے میراث نہیں دیتے) دو ملت والوں میں میراث نہیں ہے یا تم عموم وخصوص قرآن کو ہمارے باپ سے زیادہ جانتے ہو کیا حکم زمانہ جاہلیت چاہتے ہو۔ حالانکہ خدا سے بڑھکر کون حکم ہو سکتا ہی اس قوم کے لئے جو یقین رکھتے۔

دیکھئے کس صراحت سے جناب سیدہ اسکو بیان فرما رہی ہیں کہ تم لوگ عمداً کتاب اللہ کی مخالفت کرتے ہو

سے ہمکو زیادہ محبوب تھا ایک خلافت دوسرا کلالہ تیسرا ربا۔ عمرو بن مرہ راوی روایت کہتے ہیں کہ ہمنے مرہ (اپنے باپ) سے کہا کون شخص اس میں شک کرسکتا ہے کہ کلالہ اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو والد اور اولاد کے علاوہ ہوں۔ مرہ نے کہا وہ لوگ یہ الدین میں بھی شک کرتے تھے۔

کیسے اونڈ ادنیٰ آدمیوں کو یہ معلوم تھا کہ جو مُردہ ایسا ہو کہ اُسکے والدین واولاد وارث نہوں وہ کلالہ کہلاتا ہی مگر نہ معلوم ہوا عمر کو جو اس ہمہ دانی کے مدعی تھے۔

مجمع بحار الانوار میں ہی الکلالة هو ان یموت الرجل ولا یدع والدا ولا ولدا یرثانه واصله من تکلله النسب اذا احاط به وقیل هم الوارثون لیس فیهم والد ولا ولد ص ۲۲۶

پھر حیف ہی کہ جو لفظ معمولی محاورہ عرب کا ہو کہ ادنیٰ بچے عرب کا اس سے واقف ہو اُسمیں خلیفہ دوم کو یہ الجھن ہو حالانکہ نہ وہ علمی مسئلہ ہے نہ حساب کا کوئی مشکل مسئلہ جس سے یہ کہا جائے کہ خلیفہ کی عقل نہ پہنچ سکا بلکہ محض عرب کی زباندانی سے اُسکو تعلق ہی اور اس جہالت پر اُنکے مرید یہ بات بنائیں کہ وہ جو مسائل زیادہ مشکل ہوتے انکو یادداشت کے طور پر لکھ لیتے۔

اور حکم جاہلیت کو رواج دینا چاہتے ہو۔

لہٰذا بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ اگر جناب سیدہ اسطرح احقاق حق نہ فرماتیں تعلیم خدا و رسولؐ کے مطابق حقوق طبقہ نسوان کی حفاظت نہ فرماتیں تو ابدالآباد کیلئے یہ حکم شریعت مٹ جاتا اور پھر وہی حکم جاہلیت رائج ہوتا جسکے انہدام میں رسولؐ اللہ نے یہ کوشش کی کیونکہ آپ کلام خلیفہ دوم سن چکے ہیں کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے۔

اسپر اچھی طرح غور کیجئے کہ وہ زمانہ تھا ابتدائے اسلام کا جسمیں اکثر احکام منسوخ ہوئے اور ایک نیا رنگ شریعت اجماع بنایا گیا ہے جس سے کم سے کم رسول اللہ کا وہ حکم تو ضرور منسوخ کر دیا گیا جو دربارۂ خلافت حضرت نے بروز اعلان نبوت حکم دیا تھا جسپر بائیس تئیس برس تک تمامی ممالک اسلام میں عمل رہا جب ایسا حکم محکم اسطرح آناً فاناً باطل کر دیا گیا تو اس حکم کی بدلنے میں کیا دقت تھی جو نہ صرف عربوں کے رواج و رسم کے مطابق ہوتا بلکہ جتنے ادیان سابق میں گزرے اُن سب کے مطابق تھا کہ عورتوں کو میراث میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہی باعث ہے کہ جناب سیدہ کا استدلال اُسوقت میں اور شیعوں کا استدلال آج تک کتاب اللہ سے ہے کہ خدا نے اسطرح حقوق نسوان قائم کئے ہیں اور خلفا نے محض ایک جعلی روایت سے اُسکا ابطال چاہا۔

تو اب جو لوگ اسلام کی اس مسئلہ پر فخر کرتے ہیں کہ بمقابل سائر ادیان اسلام نے عورتونکو مساوی حقوق دیئے

ہاں مرہ راوی روایت کنز العمال نے عجب بلیغ کلمہ کہا ہے کہ خلیفہ دوم والد کی معنی میں بھی شک کرتے تھے۔ جس سے ایک طرف تو راوی کی خوش طبعی معلوم ہوئی کہ معنی کلالہ میں شک کرنا بالکل ایسا ہے کہ کوئی معنی لفظ والدین میں شک کرے دوسری طرف خلیفہ دوم کی خوش فہمی معلوم ہوئی کہ وہ ایسے ذہین و ذکی تھے کہ نہ لفظ کلالہ کے معنی معلوم تھے نہ والد کے۔ اور سب سے زیادہ خوش فہمی مولوی شبلی صاحب کی معلوم ہوئی جو اس لفظ کے معنی نہ جاننے کو بھی مسائل مشکلہ کی فہرست میں داخل کرتے ہیں۔ پھر نہ معلوم مسائل حیر و مقابلہ کو کیا خطاب عطا ہوگا۔

مولوی شبلی صاحب نے اگرچہ بحمایت خلیفہ دوم خروج عن الاسلام کو تو قبول کر لیا جو جہل و بلادت عمر کے تو نہ قائل ہوئے مگر قرآن پر یہ الزام لگا دیا "چونکہ قرآن مجید میں اسکی تعریف مفصل مذکور نہیں" جس سے بدیہی طور پر تکذیب خدا لازم آئی جو تمامتر مدعی تفصیل ہے مگر اسکا کیا علاج ہے کہ مولوی شبلی صاحب اسکے بعد یہ بھی فرماتے ہیں "اسلئے صحابہ میں اختلاف تھا کہ کلالہ میں کون کون داخل ہیں" کیونکہ جہانتک کتب احادیث و تفاسیر و لغت پر غور کیا جاتا ہے کسی طرح کا اختلاف صحابہ میں نہیں معلوم ہوتا کہ کسی کو بھی اسمیں شک ہو۔ کیونکہ یہ تو محاورے کا لفظ تھا جس سے نہ صرف صحابہ بلکہ تمامی عرب واقف تھے کہ کلالہ اُسی کو کہتے ہیں

یا جتنی عورتیں مسلمانوں کی میراث پا رہی ہیں اُن سب کو جناب سیدہ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ محض حضرت کی بدولت یہ حکم شریعت باقی رہا ورنہ خلفائے کوئی دقیقہ اس حکم شریعت کے مٹانے کا اُٹھا نہ رکھا تھا۔

اب قبل اسکے کہ ہم دوسرے واقعات سے خلفا کی اس ارادہ و نیت کا پتہ دیں روایت صحیح بخاری کے دوسرے فوائد پر بھی غور کر لینا چاہیے جس سے مذہب حق کی کیسی حقیت نمایاں ہے کیونکہ پہلا فائدہ اسکا یہ ہے کہ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔

ابن عباس کو اس آیہ کریمہ (وان تظاهرا علیہ فان اللہ ھو مولیہ وجبریل وصالح المؤمنین والملئکۃ بعد ذلک ظہیرا) اگر دونوں پیغمبر کی خلاف سازش کرینگی تو اللہ اُنکا مولیٰ ہے اور جبریل اور صالح المومنین اور ملائکہ علاوہ انکے مددگار ہیں۔ کا حال معلوم تھا یا نہیں؟ اگر نہ معلوم تھا تو وہ حبر ھذہ الامۃ کے خطاب سے کیونکر ملقب ہو سکتے ہیں! اور کیونکر کوئی باور کر سکتا ہے کہ ابن عباس کو جو ابن عم رسول تھے یہ حال نہ معلوم ہو کہ آپ نے اپنی ازواج سے سال بھر تک کنارہ کشی کی حالانکہ ہر کس و ناکس کو یہ حال اُسی روز معلوم ہو گیا تھا چنانچہ عمر سے آکر ایک انصاری نے اُسی روز کہا جیسا کہ اسی روایت میں ہے۔

(۲) اگر ابن عباس کو معلوم تھا اور یقیناً معلوم تھا اور بہت اچھی طرح معلوم تھا تو اسکی کیوں فکر ہوئی کہ عمر صاحب سے دریافت کریں جسکے لئے سال بھر وہ موقع ڈھونڈھتے رہے کہ کوئی ایسا موقع ملے کہ عمر صاحب سے پوچھیں

جسکے والدین و اولاد وارث نہوں۔

پھر مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ "صحابہ میں اختلاف تھا" بتا رہا ہے کہ صحابہ کا لفظ صرف خلیفہ دوم کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ مگر اُس پر بھی یہ اعتراض ہے کہ اختلاف کیسا کیونکہ اختلاف کیلئے تو کم سے کم دو کا ہونا ضروری ہے۔ یہاں تو علم ہی نہیں۔ پھر شک بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ شک میں بھی دو پہلو ہوتے ہیں۔ یہاں تو عمر صاحب کا یہ مقولہ تھا لان اکون اعلم الکلالۃ احب الی من ان یکون لی مثل قصور الشام یعنی اگر ہم کو معنی کلالہ معلوم ہوتے تو شام کے قصور سے زیادہ محبوب ہوتے۔

مولوی شبلی صاحب نے تو یہ اور بھی قیامت کی کہ عدم تفصیل کا الزام قرآن پر دیا حالانکہ عمر صاحب خود اسطرح فرماتے تھے جیسا کہ کنز العمال میں ہے عن ابن سیرین کان عمر اذا کان قرء یبین اللہ لکم ان تضلوا۔ اللھم من بنت لہ الکلالۃ فلم یتبین لی عب صفحہ ۲ جلد ۶

یعنی ابن سیرین کہتے ہیں کہ عمر صاحب کے سامنے جب کوئی قرآن کا یہ آیہ پڑھتا یبین اللہ لکم ان تضلوا کہ خدا اس لئے بیان کرتا ہے کہ تم گمراہ نہو۔ تو عمر کہتے تھے خدایا تو نے جسکے لئے معنی کلالہ کو بیان کیا تو ہم پر نہیں ظاہر ہوا۔

کیا دوسرے صحابی نہ تھے ؟ کیا اور کسی کو نہ معلوم تھا۔

(۳) سال بھر اسی اُدھیڑ بُن میں کیوں گزرا۔ اور کیا اسکو تقیہ نہ کہیں گے ؟

(۴) آخر حضرت عمر کا رعب اس درجہ کیوں تھا کہ سال بھر ابن عباس کو اسی سوچ میں گزر گیا کہ کیونکر عمر سے پوچھیں کیا وہ کوئی شیر درندہ تھے جو ابن عباس اُن سے ڈرتے تھے اور علمی بات وہ بھی خدا کے کلام کے معنی اور مطلب دریافت کرنے میں کیوں ایسی دہشت ہوئی۔ کیا اسمیں کوئی گناہ تھا جو سال بھر انکو جرأت نہوئی آخر کیا بات تھی جو ڈرتے تھے۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

(۵) اس آیہ میں کون ایسی بات تھی جو ابن عباس کو اجنبی معلوم ہوئی۔ اور انکو اسکی ضرورت پڑی کہ عمر صاحب سے دریافت کریں۔ کیا اُن کو اس سازش پر تعجب تھا یا خوف جس سازش کے مقابلہ میں خدا کو اپنی پوری قوت صرف کرنی پڑی کہ اگر دونوں بیبیاں پیغمبر کی اُنکی خلاف سازش کرینگی تو خدا خود حامی ہے اپنے رسول کا اور جبرئیل اور صالح المومنین ان سب کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں ؟ کیا حضرت آدم سے لیکر اسوقت تک کوئی تاریخ ایسی سازش کا پتہ دیسکتی ہے جسکے مقابلہ میں خدا نے اپنی اتنی قوت صرف کی ہو اگر کوئی صاحب ایسے موقع کا پتہ دیں تو ہم شکر گزار ہونگے۔

(۶) عمر صاحب کا یہ بیان کہ رسول اللہ کو حضرت حفصہ سے قدر تکلیف دیتی تھیں کہ دن دن بھر رسول اللہ کو غصہ میں گزر جاتا تھا ان الذین یوذون اللہ ورسولہ اولٰئک لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ۔ جو لوگ ایذا دیتے ہیں خدا

جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ عمر صاحب اسمیں یہ قصہ بیان کرتے ہیں کہ بہتر واضح ہوا۔ مگر انکی طرفدار ذیرتی کی کہ قرآن ہی پر غیر تفصیل کا الزام قائم کر دیا کہ قرآن ہی میں تفصیل نہیں مذکور ہے۔ اب اسپر ترقی سُنئے کہ مولوی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ "عمر نے خود آنحضرت سے دریافت کیا اسپر تسلی نہیں ہوئی" جسکی غرض صرف یہ ہے کہ انکا یہ عویٰ ثابت ہو کہ مسائل فقہیہ کے متعلق انکو جو کد و کاوش رہتی تھی اُسکے اندازہ کیلئے ذیل کی مثال کافی ہوگی "۔

مگر افسوس غور کیا کہ اس مثال نے عمر صاحب کو کہاں پہنچا دیا کیونکہ دعوٰی یہ کیا کہ "خود آنحضرت سے دریافت کیا اسپر تسلی نہیں ہوئی" حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما یعنی قسم تیرے رب کی ہرگز وہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے جبتک کہ آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حکم بنائیں اور پھر جب تم فیصلہ کردو تو وہ کسی طرح دلتنگ نہوں اور تسلیم کرلیں پورے طور پر۔

یا ہم نہیں سمجھتے کہ خدا کی قسم پر ایمان لائیں جو رب محمد کی قسم کھاتا ہے کہ وہ شخص مومن ہی نہیں ہوسکتا جسکی تسلی نہوجائے تمہارے فیصلہ سے ؟ یا مولوی شبلی کی تحقیق کو مانیں جو عمر صاحب کی اس حالت کو فیصلہ رسول سے انکی تسلی نہیں ہوئی ؟

ورسول کو وہ لوگ ہیں جنپر لعنت کی ہے خدا نے دنیا و آخرت میں کا مصداق نہیں تھا؟

(۷) عمر صاحب کا یہ کہنا لا یغرنک ھذہ التی اعجبھا حسنھا رسول اللہ کہ تم اس عورت (عائشہ) کے دھوکے میں آؤ جسکے حسن نے فریفتہ کر لیا ہے رسول اللہ کو۔ اس سے نہیں خبر دیتا کہ رسول اللہ کی عظمت حضرت کا وقار اُن کے دل میں کسقدر تھا کہ وہ کہتے ہیں آپ حسن عائشہ کے فریفتہ ہو رہے ہیں کیا کوئی شخص اپنے کسی بزرگ کی نسبت جسکا ادب دل میں ہو یہ کلمہ کہہ سکتا ہے۔ کیا کوئی لڑکا اپنے باپ کی نسبت ایسا کلمہ کہہ سکتا ہے۔ وہ بے ادب گستاخ نہ کہلائیگا۔

آہ آہ کتب اہلسنت نہیں بلکہ کتب اہلحدیث ان سب باتوں کا جواب اثبات میں دیتی ہیں کہ بیشک رسول اللہ ایسے ہی تھے ابن القیم اپنی کتاب الجواب الکافی میں لکھتے ہیں

قال الزھری اول حب کان فی الاسلام حب النبی بعائشہ وکان مسروق یسمیھا حبیبۃ رسول رب العالمین وقال ابو القیس مولی عبد اللہ بن عمر ارسلنی عبد اللہ بن عمر الی ام سلمہ اسئلھا کان رسول اللہ یقبل ھلہ وھو صائم فقالت لا فقال ان عائشہ قالت کان النبی یقبلھا وھو صائم فقالت ام سلمہ ان النبی کان اذا رای عائشہ لم یتمالک نفسہ عنھا ص ۱۶۴

اعلٰے صفات عمر ہی سے جانتے ہیں۔

مسلمان تو کوئی بھی اس آیہ کو دیکھکر نہیں مان سکتا کہ عمر صاحب کسی طرح مومن تھے۔ کیونکہ خدا نے قسم کھائی ہے اُس شخص کی بے ایمانی کی جسکی تسلی نہو فیصلہ رسول سے مگر مولوی شبلی کو اختیار ہے وہ خدا کی تکذیب کریں ایمان عمر کے قائل ہوں مولوی شبلی صاحب نے اسکو تو لکھدیا "حضرت حفصہ کو ایک یادداشت لکھکر دی کہ رسول اللہ سے دریافت کرنا" مگر یہ نہ لکھا کہ رسول اللہ نے حفصہ کو کیا جواب دیا حالانکہ جس روایت سے انہوں نے یہ مضمون لیا ہے اُسمیں بصراحت جواب رسول اللہ بھی مذکور ہے کنز العمال میں ہے عن سعید بن المسیب ان عمر سال رسول اللہ کیف یورث الکلالہ قال اولیس قد بین اللہ ذلک ثم قرء وان کان رجل یورث کلالہ الی اٰخرھا فکان عمر لم یفھم فانزل اللہ یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالہ الی اٰخر الاٰیۃ فکان عمر لم یفھم وقال لحفصہ اذا رایت رسول اللہ طیب نفس فاسالیہ عنھا فسالتہ عنھا فقال ابوک ذکر لک ھذا اما اری اباک یعلمھا ابدا فکان یقول ما ارانی اعلمھا ابدا وقد قال رسول اللہ ما قال۔ ابن راھویہ وابن مردویہ وھو صحیح ص ۲۰

یعنی سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عمر نے رسول اللہ صلعم سے سوال کیا میراث کلالہ سے تو حضرت نے فرمایا کیا خدا نے نہیں بیان کیا ہے

امام زہری کہتے ہیں کہ اسلام میں پہلے پہل جو عشق نے قدم رکھا تو وہ رسول اللہ کا عشق ہے عائشہ کے ساتھ (یعنی اسکے قبل اسلام میں اسکا وجود نہ تھا) اسی وجہ سے امام مسروق عائشہ کو حبیبہ رسول اللہ کہتے تھے۔ ابو القیس راوی ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے ہمکو حضرت ام سلمہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ پوچھیں آنحضرت حالت صوم میں بوسہ لیتے تھے تو جواب ملا کہ نہیں۔ راوی نے کہا کہ عائشہ تو کہتی تھیں کہ آنحضرت انکا بوسہ لیتے تھے تو ام سلمہ نے کہا رسول اللہ کی حالت یہ تھی کہ عائشہ کو دیکھتے تو پھر آپکو اپنے دل پر اختیار نہ رہتا (بد حواس ہو جاتے) کیوں مسلمانو تم رسول اللہ کو ایسا ہی سمجھتے ہو؟ تم ایسے شخص کو مسلمان کہہ سکتے ہو جسکا یہ خیال ہو؟ اُس کتاب کو دیکھتے ہو جسمیں اس قسم کے مضامین ہوں؟ پھر امہات المومنین والے نے کیا قصور کیا۔ کیا صحیح بخاری سے اُسنے مدد نہیں لی۔

(۸) اس جملہ کے کیا مطلب ہیں جو حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں عجبا لک یا ابن الخطاب دخلت فی کل شیء تبتغی ان تدخل بین رسول اللہ و ازواجہ کہ تعجب ہے اے ابن خطاب تو نے ہر امر میں مداخلت کی یہانتک کہ اب چاہتا ہے کہ رسول اور اُنکی ازواج میں بھی مداخلت کرے۔

حضرات اہلسنت بتائیں وہ کونسی باتیں تھیں جنمیں عمر ابن الخطاب نے مداخلت کی تھی جسپر ترقی کر کے اب یہ چاہتے ہیں کہ درمیان حضرت کے اور ازواج کے بھی مداخلت کریں۔

ایہ انکان رجل یورث کلالہ میں۔ پس عمر اسکے مطلب کو نہ سمجھے تو خدا نے یہ آیہ نازل کیا یستفتونک الآیہ اسے بھی عمر صاحب نہ سمجھے تو حفصہ سے کہا رسول اللہ کو جسوقت خوش پاؤ اُسوقت کلالہ کو دریافت کرنا حفصہ نے حضرت سے پوچھا تو حضرت نے فرمایا تمہارے باپ نے تمکو سکھایا ہے ہم جہانتک جانتے ہیں عمر کو کبھی نہ معلوم ہوگا عمر اسکے بعد ہمیشہ کہا کرتے تھے ہم جہانتک جانتے ہیں اس مسئلہ کو نہ جانینگے کیونکہ حضرت نے یہی فرمایا ہے۔

اب نہیں کہہ سکتے کہ معاذ اللہ خدا بھی دُگّی باز ہے جو عمر کی ہر پریشانی کو جان رہا ہے۔ انہی کے استفسار پر یہ آیہ یستفتونک نازل کرتا ہے اور پھر اس انداز سے کہ مولوی شبلی صاحب کہتے ہیں "چونکہ قرآن میں اسکی تعریف مفصل مذکور نہیں"۔

یا رسول اللہ اسطرح کی تفریح فرماتے ہیں کہ عمر صاحب اپنی صاحبزادی کو سکھا پڑھا کر بھیجتے ہیں کہ جب رسول اللہ کو خوش پاؤ جس سے کسی خاص حالت کی طرف اشارہ ہوگا تو اُس کو پوچھ لینا۔ ادھر اُسپر حضرت ایسا جواب دیتے ہیں کہ اُنکی ساری آرزوؤں پر پانی نہیں بلکہ خاک پڑ جائے۔

حضرت عمر کی حسرت کا حال اس روایت سے معلوم ہوگا جو مسند امام احمد بن حنبل میں ہے وایم اللہ ما اغلظ الی نبی اللہ فی شیء منذ صحبتہ اشد مما اغلظ بی فی شان الکلالۃ حتی طعن باصبعہ فی صدری

کیا اسکے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے یہ شخص نیک نیت اور خوش کردار تھا اور کیا اسکے بعد آپکو غصب خلافت
و غصب فدک میں بھی شبہہ رہیگا۔

(۹) جب خود حضرت عمرؓ نے برغم انف حفصہ و عائشہ ارشاد فرمایا تو کیا اس سے ام المومنین کی جناب میں بے ادبی نہیں لازم آئی اور جو لوگ بہ اقتدائے عمر ان لوگوں کی شان میں کوئی ایسا کلمہ کہیں جسے خدا نے موزیان خدا و رسول کیلئے مخصوص کیا ہے تو وہ گنہگار ہو سکتا ہے۔

صحیح بخاری میں اس مضمون کو کہ ابن عباس نے عمر صاحب سے ان دونوں عورتوں کے بارے میں جنکو بارے میں تظاہر آیا ہے تین طریقہ سے روایت کیا ہے جس سے اور بھی اسکی اہمیت ظاہر ہے۔

یہاں ہمنے شرح بخاری کیطرف بھی رجوع کیا کہ شاید کسی کو اس حدیث کے الفاظ پر تنبہ ہوا ہو مگر ع خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم کا مضمون ملا کیونکہ کسی کو بھی نہ معلوم ہوا اس حدیث سے کیا خیالات رسول اللہ کی نسبت پیدا ہو سکتے ہیں کیونکہ اصلی شریعت انکی تو عمر صاحب ہیں اور عائشہ و انکا حسن انکا دخل در معقولات ہی انکا مذہب ہے۔

اب ہم دوسرے چند واقعات لکھتے ہیں جن سے معلوم ہو کہ خلیفہ اور صحابہ اپنے اسی خیال جاہلیت پر باقی تھے جسکو خلیفہ دوم نے بیان کیا کہ عورتیں کوئی چیز نہیں ہیں۔

وقال یکفیک ایۃ الصیف التی نزلت فی اٰخر سورۃ النساء وانی عش فسافتی فیہا بقضاء یعلمہ من یقرء ومن لایقرء کہ جب سے میں صحبت رسول اللہ صلعم میں داخل ہوا حضرتؐ نے کبھی ایسی سختی نہیں کی جو مسئلہ کلالہ میں حضرت نے سختی کی کہ اپنی انگلی سے میرے سینہ میں طعن کیا اور فرمایا کافی ہے تجھے آیہ صیف جو آخر سورہ نساء میں ہے اور میں اگر زندہ رہا تو ایسا فیصلہ کرونگا کہ ہر وہ شخص اسے جانیگا جو پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو۔

اس روایت نے آپکو اچھی طرح بتلادیا کہ حضرت نے کلالہ کے معنی بتانے میں صرف یہی نہیں کیا کہ انکی فہمائش کی ہو بلکہ زدوکوب سے بھی کام لیا مگر سے تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل ؎ کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را۔

زیادہ افسوس تو اسکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہاں بھی دروغ گوئی سے کام لیا کیونکہ صرف یہی موقع نہیں ایسا ہوا کہ حضرت نے انکو ٹھوکر دی ہو بلکہ چند مرتبہ اسکی نوبت آئی مگر انکا جہل کسی طرح دفع نہوا کیوں نہوا ابوجہل کے بھائی تھے۔

ہاں پھر مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں "پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں تمام صحابہ کو جمع کرکے اس مسئلہ کو پیش کیا لیکن ان تمام باتوں پر انکی کافی تسلی نہیں ہوئی جس سے اور بھی انکی قوت ایمانی کا حال معلوم ہوا کہ جب خود انکے بیان سے انکی تسلی نہیں ہوئی رسول اللہ صلعم کے بیان سے انکی تسلی نہیں ہوئی تو بھلا صحابہ کے بیان سے کیا تسلی ہوتی۔

کنز العمال میں ہی عن عمر قال لما مرض النبی قال
ادعو لی بصحیفة و دوات اکتب کتابا لا تضلوا
بعدہ ابدا فقال النسوة من وراء الستر الا تسمعون
ما یقول رسول اللہ فقلت انکن صواحبات یوسف
اذ مرض رسول اللہ عصرتن اعینکن و اذا صح
رکبتن عنقہ فقال رسول اللہ دعوھن فانھن خیر
منکم طس و فیہ ایضا عن عمر بن الخطاب قال
کنا عند النبی و بیننا و بین النساء حجاب فقال
رسول اللہ اغسلونی بسبع قرب و ائتونی
بصحیفة و دوات اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ
ابدا فقال النسوة ائتوا رسول اللہ بحاجتہ
فقلت اسکتن فانکن صواحبہ اذا مرض عصرتن

حضرت عمر سے روایت ہی کہ جب آنحضرت مریض ہوئے
تو فرمایا کہ مجھے کاغذ و دوات منگا دو تاکہ ایسی کتاب
لکھدوں کہ جسکے بعد تم کبھی گمراہ نہو عورتوں نے پردے
کہا کہ کیا تم نہیں سنتے جو رسول اللہ فرماتے ہیں میں نے کہا
(حضرت عمر) کہ تم صواحبات یوسف ہو (یعنی مثل ان عورتوں
کے جنہوں نے حضرت یوسف سے امر بد کی خواستگاری کی تھی۔
جب رسول خدا مریض ہونے لگیں جب صحیح ہوئے تو آنحضرت
کی گردن پر سوار ہوگئیں۔ یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ رہنے دو
ان عورتوں کو ورنہ وہ تم سے بہتر ہیں۔ اس روایت کو
طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہی اسی کنز العمال میں
دوسری روایت یہ ہی کہ حضرت عمر ابن خطاب نے فرمایا
کہ ہم لوگ آنحضرت کے پاس تھے اور ہمارے اور عورتوں کے درمیان

ہاں اس سے بھی معلوم ہوا کہ خود حضرت عمر اجماع صحابہ کو ایسا قوی سمجھتے تھے کہ جو کام خدا اور رسول سے نہو سکا
اسکو با جماع صحابہ کرانا چاہتے مگر ایسی بد قسمت تھی کہ نہ کامیاب ہوئے۔
غور کیجئے تو اس سے بھی انکا ایمان سلب ہوتا ہی کیونکہ رسول اللہ فرما چکے ہیں یہ مسئلہ انکو نہ معلوم ہوگا۔ خود بھی اقرار
کر چکے ہیں کہ رسول اللہ نے جب کہدیا تو اب یہ مسئلہ ہم کو نہ معلوم ہوگا مگر بغرض تکذیب خدا و رسول یہ کوشش ہو رہی ہے کہ
اجماع صحابہ سے اسکو حل کریں لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ عمر صاحب نے یہ مجمع جو صحابہ کا فراہم کیا تو بعد اپنے اس قول کے کہ ان
اعش فسافتی فیہا بقضاء یعلمہ من یقرء و من لا یقرء یعنی میں زندہ رہا تو ایسا فیصلہ کرونگا کہ سب
جان جائینگے۔ یا بعد اس قول کے۔ مگر قرینہ کہہ رہا ہی کہ صحابہ کا یہ مجمع اس فیصلہ آخری کے قبل کا ہی۔
مجمع صحابہ میں کیا گفتگو ہوئی اسکی تفصیل تو نہیں معلوم ہو سکی مگر تفسیر ثعلبی میں ہی قال محمد بن سیرین
نزلت ہذہ الآیة والنبی فی مسیر لہ فی حجة الوداع والی جنبہ حذیفہ بن الیمان و الی جنب حذیفہ
عمر فلقاھا النبی حذیفہ ولقاھا حذیفہ عمر فلما استخلف عمر سال حذیفہ عنہا رجاء ان یکون
عندہ تفسیرھا قال لہ حذیفہ و اللہ انک لاحمق ان ظننت ان امارتک تحملنی علی ان احدثک فیہا

اعيننكن فاذا صح اخذت بعنقه فقال رسول هن خير منكم ابن سعد

میں حجاب تھا رسول خدا نے فرمایا کہ مجھے سات مشکوں سے نہلاؤ اور مجھے کاغذ و دوات منگا دو کہ تمہارے لئے ایسی کتاب لکھدوں جس کے بعد کبھی گمراہ نہو لیں عورتوں نے کہا کہ لا دو رسول خدا کو جو انہیں خواہش ہے میں نے (حضرت عمر نے) کہا کہ چپ ہو تم آنحضرت کی صواحب ہو جب وہ مریض ہوئے تو رو دیں لگیں بعدہ جب صحیح ہوگئے تو اُنکی گردن پکڑ لیں آنحضرت نے فرمایا کہ وہ تم سے بہتر ہیں اس روایت کو ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

اس واقعہ سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ نہ صرف اسلام کا مسئلہ صول باطل کیا گیا بلکہ تمامی ادیان و ملل کا یہ قاعدہ کہ عورتوں کی خاطر داری کرنی چاہیے توڑ دیا گیا کیونکہ رسول اللہ بیمار ہیں جو رسول اور سرپرست تمام عالم کے ہیں اور شوہر ہیں اُن ازواج مطہرات کے جو بیوہ ہونیوالی ہیں۔ اور ایسی بیوہ ہونیوالی کہ پھر اُنکو کوئی شوہر نہیں نصیب ہو سکتا کیونکہ حضرت کی ازواج پر نکاح ثانی حرام کر دیا گیا تھا وہ غریب بیکس صرف اسقدر کہتی ہیں کہ رسول اللہ کی آرزو پوری کرو قلم دوات لاؤ جو کچھ لکھوانا چاہتے ہیں اُسکو لکھ لو۔ اِسکا جواب عمر صاحب کیا دیتے ہیں کہ تم وہی مکار عورتوں کی بہنیں ہو جنھوں نے حضرت یوسف کو دھوکھا دینا چاہا۔ پھر بتائیے اس سے بڑھکر عورتوں کی کیا حق تلفی ہو سکتی کہ عمر صاحب کی سطوت اسکی بھی اجازت نہیں دیتی کہ بیوہ عورتیں اپنے شوہر کا وصیت نامہ لکھوا سکیں۔

بما لم اخذ تلث يومئذ نقابيهما رسول الله فلقيتكما كما نقابيهما والله لا ازيد عليهما شيئا فقال عمر لم رد هذا رحمك الله ثم قال عمر اللهم من كنت بينتها له فانها لم تتبين لي ومن فهمها فاني لم افهمها كما في التشييد ص ۵۵۵ کہ عمر جب خلیفہ ہوئے تو حذیفہ سے (جو اسرار منافقین سے بتعلیم رسول اللہ واقف تھے) پوچھا اس امید پر کہ اُنکو اسکی تفسیر معلوم ہوگی۔ حذیفہ نے کہا قسم خدا کی تو احمق ہے اگر یہ گمان کرے کہ تیری حکومت کے خوف سے ہم اُس سے زیادہ بتائیں جو رسول اللہ نے بتایا تھا قسم خدا کی ہم اُسپر ایک حرف بھی زیادہ نکریں گے عمر نے کہا خدا تمکو بخشے ہمارا یہ ارادہ نہ تھا۔ پھر کہا خدایا اگر کسی کو معلوم ہوا تو ہم کو نہیں معلوم ہوا اگر کوئی سمجھا تو ہم نہیں سمجھے۔

افسوس کہ مولوی شبلی صاحب نے اس روایت کو نہ لکھا جس سے اچھی طرح معلوم ہوتا کہ عمر صاحب خدا و رسول کو متہم بخیانت جانتے تھے جس سے اُنھوں نے یہ گمان کیا کہ خدا و رسول نے تو نہیں بتایا مگر حذیفہ بتا دینگے حالانکہ حذیفہ دوماتہ دار رسول اللہ تھے کہ عمر صاحب مدۃ العمر ان سے پوچھتے رہے کہ حضرت نے ہمارا نام بھی منافقین میں بتایا ہے یا نہیں مگر کبھی حضرت حذیفہ نے نہ بتایا۔ تو پھر معنی کلالہ وہ کب بتاتے۔ اور یہ کونسی بتانے کی بات تھی۔

اب تو اچھی طرح معلوم ہوا کہ بروایت مسند احمد بن حنبل جو عمر صاحب نے کہا تھا کہ اگر ہم زندہ رہے تو اسمیں ایسا

نہ صرف تاریخ اسلام میں بلکہ تاریخ دنیا میں یہ ایک ایسا واقعہ گزرا ہے کہ نہ کسی مہذب قوم میں اسکی نظیر مل سکتی ہے نہ کسی وحشی قوم میں۔

میں اسکا تصفیہ تو نہیں کر سکتا کہ اُن ازواج مطہرات کی یہ خواہش بیجا تھی کہ رسول اللہ کی وصیت لکھ لیجائے یا عمر صاحب کی گھُڑکی اور خفگی اُن غریبوں پر جائز اور بجا تھی مگر رسول اللہ نے اسکا تصفیہ ضرور کر دیا ہے کہ دعو هن فانهن خير منكم کہ چھوڑ دو ان عورتوں کو کہ وہ تم لوگوں سے بہتر ہیں جسکے بعد پھر کسی مسلمان کو اسمیں شک نہیں ہے کہ عمر صاحب نے اس موقع پر ظلم عظیم کیا جس سے نہ صرف حقوق نسوانی کی پامالی کیگئی بلکہ انسانیت خاک میں ملائی گئی۔

تو کیا جناب سیدہ پر یہ فرض نہ تھا کہ جو حق خدا و رسول نے طبقہ نسوان کو مرحمت فرمایا ہے اُسکی حفاظت کریں؟ اور وہ حفاظت بغیر اسکے کب ممکن تھی کہ اسطرح احقاق حق کیا جائے کہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے خدا نے انکے حقوق مقرر کیے ہیں۔ خدا تو فرماتا ہے هن لباس لكم وانتم لباس لهن کہ عورتیں تمہاری لباس ہیں اور تم انکے لباس ہو۔ پھر فرماتا ہے۔

(۲) ومن اياته ان خلق لكم من انفسكم ازواجا لتسكنوا اليها وجعل بينكم مودة ورحمة ان في ذالك لأيات لقوم يتفكرون ۔ سورہ روم

یعنی خدا کی آیات سے ہے کہ اُسنے تمہاری جنسوں سے بیبیاں پیدا کیں کہ تم اُن سے اُنس پاؤ اور تم لوگوں میں محبت و مودت

فیصلہ کرینگے کہ بڑھاپے پڑھا سب جانتے۔ وہ ضرور اس واقعہ کے بعد ہوگا جس سے نہ صرف انکی جہالت ظاہر ہوئی بلکہ حد درجہ کا تمرد و سرکشی نمایاں ہے کہ خلاف فیصلۂ خدا و رسول و صحابہ یہ فیصلہ دیا جاتا تھی جبپر خدا نے اپنا فیصلہ جاری کر دیا کہ ابولولو نے پیٹ چاک کیا۔

افسوس کہ اُس واقعہ کو جس سے ہر طرح انکا کفر و نفاق و جہالت ظاہر ہے مولوی شبلی صاحب اُسپر کیا رنگ چڑھا رہے ہیں کہ اُنکا اعلیٰ درجہ کا فقیہ ہونا ظاہر ہو حالانکہ حقیقت اُسکی یہ ہی جو ابھی ظاہر ہوئی۔

مولوی شبلی صاحب اسکے بعد لکھتے ہیں "اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ اگر تین چیزوں کی حقیقت بتا جاتے تو مجھکو دنیا اور مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتی خلافت کلالہ۔ ربا جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ جسطرح خدا و رسول نے کلالہ و ربا کو بتایا ہے جنکے احکام قرآن میں موجود ہیں اُسیطرح خلافت کو بھی قرآن میں بتایا مگر گر نبیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔ چونکہ عمر صاحب نے اپنی مشکوک تینوں چیزوں کو ایک ساتھ بیان کیا ہے لہذا ضرور ہے کہ تینوں کی ایک حالت ہو کہ جس صراحت سے خدا و رسول نے کلالہ و ربا کو بتایا جنمیں آج کسی مسلمان کو شک نہیں ہے اُسیطرح خلافت کو بھی واضح کیا اور ایسا واضح کیا کہ بالمنبر کہ فرمایا من كنت مولاه فهذا على مولاه مگر اصل مقصود تو خلافت تھا اس لئے ان دونوں کو بھی شامل کر دیا۔

قرار دیا جسمیں آیتیں ہیں اُس قوم کے لئے جو فکر کرتی ہیں۔

جس سے عام طور پر عورتوں کے حقوق کی تعلیم ہے اور ازواج نبی کے لئے تو بالخصوص ازواجہ امہاتہم فرمایا مگر عمر صاحب اُنسے اسطرح خطاب کرتے ہیں انکن صواحب یوسف۔

پس اگر اس طرح انکے حقوق کی حفاظت نہ کی جاتی کہ قرآن و حدیث سے انکے جائز حقوق کا مطالبہ کیا جاتا تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ حدود الٰہی قائم رہتے جو خدا نے خلاف رسم و رواج جاہلیت عرب انکے لئے مقرر کئے تھے۔

تیسرا واقعہ وہ ہے جس سے تمام عالم کو عبرت ہو کہ ابوبکر صاحب نے جب دنیا سے انتقال کیا اور اُنکی بہن ام فروہ رو نے لگیں تو عمر صاحب نے اُن کو صرف اس جرم پر کہ ابوبکر پر رو تی تھیں کوڑا لگایا تاریخ کامل میں ہے صفحہ ۱۶۱ جلد ۲۔

ولما قامت عائشہ علیہ النوح فنہاھن عن البکاء عمر فابین فقال لھشام بن الولید ادخل فاخرج الی ابنۃ ابی قحافہ فاخرج الیہ ام فروہ بنت قحافہ فعلاھا بالدرۃ ضربات فتفرق النوح حین سمعن ذالک

یعنی عائشہ نے اپنے باپ ابوبکر کا ماتم قائم کیا تو عمر نے منع کیا مگر کسی نے نہ مانا تب عمر نے ہشام بن ولید کو حکم دیا کہ گھر میں گھس جا اور ابوبکر کی بہن کو پکڑ کر باہر لا ہشام ابن الولید ام فروہ کو پکڑ کر باہر لایا عمر نے درہ اُٹھایا اور چند کوڑے لگائے جس سے سب رونے والی عورتیں متفرق ہو کر چلی گئیں۔

مولوی شبلی صاحب اسکے بعد یہ بھی لکھتے ہیں "اکثر کہا کرتے تھے کہ کاش رسول اللہ تین مسئلوں کے متعلق کوئی تحریر قلمبند فرماتے۔ کلالہ یعنی دادا کی میراث۔ ربا کی بعض اقسام ص ۲۳۳ ۔ مگر ہم نہیں سمجھتے کہ پھر رسول اللہ کو وصیت نامہ کی تحریر سے کیوں روکا شاید حضرت اپنی بات تو نکو لکھنا چاہتے ہوں جس سے عمر صاحب کی تشفی ہو جاتی مگر وہاں تو مطلب ہی دوسرا اٹھا جاتا تھا کہ حضرت ایسی تحریر لکھنا چاہتے ہیں جس سے سارے منصوبوں کا خون ہو جائیگا اسی وجہ سے اُس وقت بھی خلافت کا نام نہ لیا کہ کاش اسکے متعلق حضرت کوئی تحریر قلمبند کر دیتے کیونکہ جانتے تھے وہ سب صحابہ موجود ہیں جنکے سامنے کا یہ واقعہ ہے فوراً بھنڈا پھوٹ جائیگا کہ صحابہ کہدینگے یہی تو رسول اللہ لکھوانے تھے جسپر تم نے ان الرجل لیہجر کا نعرہ لگایا۔

بہرکیف یہانتک جملہ معترضہ تھا جس میں مولوی شبلی صاحب کی چرب زبانی کی حقیقت دکھائی گئی ورنہ اصلی مطلب ہمارا تو اسیقدر تھا کہ اہلبیت رسول سنت رسول کو زندہ و قائم و برقرار رکھنا چاہتے تھے اور صحابہ حضرت کے احکام و آثار کو محو کر کے اپنی خود رائی دکھاتے جس سے دونوں فریق میں نزاع رہی اور اب بھی وہی نزاع شیعہ و سُنّی میں قائم ہے۔

مولوی شبلی صاحب نے دوسرے واقعات سے بھی میرے دعوے کی بخوبی تصدیق کر دی ہے چنانچہ لکھتے ہیں "اس تفریق مراتب کے موجب در اصل حضرت عمر ہیں کتب سیر و تواریخ میں تم نے اکثر پڑھا ہوگا کہ بہت سے ایسے مواقع پیش آئے کہ جناب

جو شخص کچھ بھی انسانی ہمدردی اپنے دل میں رکھتا ہے اسکا دل اس واقعہ سے کسقدر متاثر ہوگا کہ بیٹی باپ پر بہن بھائی پر رونے نہیں پاتی پیادہ گھر میں گھسایا جاتا ہے۔ عورتیں بے ناموس ہوتی ہیں گھسیٹ کر باہر منگائی جاتی ہیں کوڑے انپر لگائے جاتے ہیں اور مار پیٹ کر علیحدہ کی جاتی ہیں۔

کیا آپنے کسی وحشی قوم میں اگرچہ وہ افریقہ ہی کا رہنے والا کیوں نہو ایسی وحشیانہ حرکتیں دیکھی ہیں یا کسی اخبار کے ذریعہ سے سنی ہیں کہ جو امتہ خیر امتہ کی مدعی ہو جسکا رسول رحمتہ للعالمین ہو اسکی افراد امت کی ساتھ نہیں نہیں بلکہ اسکی طبقہ اعلیٰ کی ساتھ یہ سلوک ہو کہ خلیفہ اوّل کی بہن اس بیدردی سے بیرحم پیٹی جائے اور کسی مسلمان کو اسکا احساس بھی نہو۔

عدل فاروقی تو دیکھئے کہ اگر یہ جرم تھا تو اسکی مرتکب عائشہ بھی تھیں بلکہ وہی بانی تھیں مگر انسے تو کچھ نہ پوچھا گیا اور پیٹی گئی ایک کمزور عورت ام فروہ جو دونوں آنکھ سے نابینا بھی اس سے بڑھکر کیا عدل ہو سکتا ہے۔

حالانکہ ام فروہ کو یہ بھی شرف حاصل تھا کہ وہ نہ صرف خلیفہ اوّل کی ہمشیر تھیں بلکہ ان معزز صحابیہ عورتوں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلعم کی بیعت بھی کی تھی استیعاب صفحہ ۸۰۲ جلد ثانی۔

پھر جب خلافت کے مالک ایسے لوگ ہوں جو اسطرح کی تعلیم دیں کہ عورتیں مکان سے گھسکر پکڑ لائی جائیں۔

رسول اللہ نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد کی تو حضرت عمر نے اسکے خلاف رائے ظاہر کی صفحہ ۲۲

اب آپکو بھی اچھی طرح معلوم ہوا کہ عمر صاحب کیسے مومن تھے کہ ہمیشہ یا اکثر حضرت کے حکم کے خلاف رائے ظاہر کرتے تھے۔

یہاں پھر مجھے مجبوری ہوئی کہ قرآن میں دیکھوں اسکا کوئی فیصلہ ہے یا نہیں کیونکہ خدا فرماتا ہے۔

(۱) ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیہا ولہ عذاب مہین اور جو کوئی اللہ و رسول کی نافرمانی کریگا اور اسکی مقررہ حدود سے تجاوز کریگا اسکو داخل جہنم کریگا جسمیں ہمیشہ رہے اور اسکی لئے ہے عذاب ذلیل کرنیوالا۔

(۲) وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا یعنی کسی مومن و مومنہ کو جائز نہیں کہ جب خدا و رسول کسی امر کا حکم دیں تو پھر انکو کسی امر کا اختیار نہیں ہے اپنے امروں میں اور جو شخص نافرمانی کرے خدا اور رسول کی وہ گمراہ ہوا گمراہی ظاہر۔

(۳) ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا ابدا۔ سورہ جن۔ یعنی جو شخص نافرمانی کرتا ہے خدا و رسول کی تو اسکے لئے جہنم کی آگ ہے جسمیں وہ ہمیشہ رہیگا۔

جو شخص خدا و رسول پر ایمان لایا ہے وہ تو مجبور ہے کہ حضرت عمر کو بوجہ ان نافرمانیوں کے ان آیات کا مصداق سمجھے کیونکہ

وہ بھی خلیفۂ اول کی ہمت تھی ان تعلیم یافتوں سے جو دادی بعد وفات رسول خود دختر رسول کے ساتھ ہوئی یا واقعہ کربلا میں بنات رسول اللہ کے ساتھ انہوں نے سلوک کیا اسپر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اس زمانہ کے سنیوں نے اعلام طور پر اسکا اعلان کر دیا ہے کہ خلیفۂ دوم کی یہ تمام طور پر رسول اللہ صلعم کی رائے اور قول کے خلاف ہوا کرتی تھی جو نہایت سچی بات ہے مگر قدیم زمانہ کے سنی ان سب باتوں کو اتباع سنت رسول اللہ میں داخل کرتے تھے کہ یہ خلیفہ کا ازراہ کمال بیداری تھا جسکے لئے یہ حدیث بھی بنائی گئی کہ ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ مگر اسکے امام بخاری نے اسطرح اسکی قلعی کھولی ہے کہ پھر کوئی مسلمان تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ رسول اللہ نے کبھی رونے کو منع کیا ہو کیونکہ خود بخاری میں ہے۔

سمعت جابر بن عبد الله قال لما قتل ابي جعلت اكشف الثوب عن وجهه ابكي وينهوني عنه والنبي لا ينهاني فجعلت عمتي فاطمة تبكي فقال النبي تبكين او لا تبكين ما زالت الملائكة تظله باجنحتها حتى رفعتموه

عن انس بن مالك قال قال النبي اخذ الراية زيد

جابر کہتے ہیں کہ جب ہمارے باپ شہید ہوئے تو ہم انکے منہ سے کپڑا اٹھاتے تھے اور روتے تھے مگر رسول اللہ منع نہ کرتے تھے جب ہماری پھوپھی فاطمہ رونے لگیں تو حضرت نے فرمایا روؤ یا نہ روؤ فرشتے اسپر پروں کا سایہ کیے رہینگے جبتک اٹھاؤ

انس بن مالک روایت کرتے ہیں جب جعفر بن عبد اللہ بن رواحہ

خدا نے عصیان کو بھی عام کیا ہے اور عاصی کو بھی عام۔ نہ یہ کہ عصیان کی تخصیص کی ہو عمر صاحب کو مستثنے کیا ہو لہذا جو شخص قرآن و رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ مجبور ہے کہ خدا کے فیصلہ کے سامنے کسی قول کی سماعت نہ کرے

مولوی شبلی صاحب نے اس دعوے کی تائید میں کہ جناب رسول اللہ نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمر نے اسکے خلاف رائے ظاہر کی" لکھتے ہیں (مثلاً صحیح بخاری میں ہے کہ جب آنحضرت نے عبد اللہ بن ابی کے جنازہ پر نماز پڑھنی چاہی تو حضرت عمر نے کہا کہ آپ منافق کے جنازہ پر نماز پڑھتے ہیں۔ قیدیان بدر میں انکی رائے بالکل آنحضرت کی تجویز سے الگ تھی صلح حدیبیہ میں انہوں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا اسطرح دبکر کیوں صلح کیجائے ان تمام باتوں سے تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ حضرت عمر ان باتوں کو منصب نبوت سے الگ سمجھتے تھے ورنہ اگر باوجود اس امر کے علم کے کہ وہ باتیں منصب رسالت سے تعلق رکھتی ہیں ان میں دخل دیتے تو بزرگ ماننا درکنار ہم انکو اسلام کے دائرے سے بھی باہر سمجھتے"

شکر خدا کہ مولوی صاحب بھی اس نکتہ پر آخر میں پہنچے کہ اگر عمر صاحب حضرت کی ہر بات کو منصب رسالت سے متعلق سمجھتے اور پھر مخالفت کرتے "تو بزرگ ماننا درکنار ہم انکو اسلام کے دائرے سے بھی باہر سمجھتے" جس سے یہ بات تو یقینی طور پر طے ہو گئی کہ اگر عمر صاحب کو کوئی شخص دائرہ اسلام میں باقی رکھ سکتا ہے تو وہ صرف یہ امر کہ اقوال و افعال رسول اللہ صلعم دو قسم کے قرار دیے جائیں

فاصیب ثم اخذھا عبد اللہ بن رواحہ فاصیب وان عینے رسول اللہ لتذرفان ثم اخذھا خالد بن ولید من غیر امرۃ ففتح لہ ص ۱۳۸

عن انس بن مالک قال مر النبی بامرأۃ عند قبرہ وھی تبکی فقال اتقی اللہ واصبری ص ۱۳۹

حدثنی اسامۃ بن زید قال ارسلت ابنۃ النبی الیہ ان ابنا لی قبض فائتنا فارسل یقرئی السلام ویقول ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب فارسلت الیہ تقسم علیہ لیاتینہا فقام معہ سعد بن عبادۃ ومعاذ بن جبل وابی بن کعب وزید بن ثابت ورجال فرفع الی رسول اللہ الصبی ونفسہ تتقعقع قال حسبتہ

کی شہادت بیان کی تو حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری تھا

ایک عورت کو حضرت نے قبر پہ روتے دیکھا تو فرمایا تقوے کر اور صبر کر۔

حضرت کی بیٹی نے کسی کو آپکے پاس بھیجا کہ میرا لڑکا مر رہا ہے آپ تشریف لائیے حضرت نے سلام کہلا بھیجا اور فرمایا کہ خدا ہی کی لئے ہے جو کچھ لیا گیا اور اُسی کا ہے جو کچھ کہ اُس نے دیا اور ہر شخص کے لئے ایک وقت معین ہے۔ اس پر اُس صاحبزادی نے قسم دیکر کہلا بھیجا کہ ضرور آئیے حضرت مع چند اصحاب کے وہاں تشریف لیگئے دیکھا کہ وہ جاں بلب ہے حضرت کی آنکھیں بھر آئیں۔

سعد نے کہا یا رسول اللہ یہ کیا ہے حضرت نے فرمایا یہ رحمت ہے خدا

ایک واجب القبول جسکا نام تشریعی مقرر کیا جا رہا ہے اور دوسرے واجب الترک جسکو غیر تشریعی و غیر مذہبی کا خطاب دیا جا رہا ہے جسکے صریح مطلب یہ ہوئے کہ اگر عمر کا اسلام قبول کیا جائے تو لازم آتا ہے اسلام سے دست برداری کیجائے کیونکہ اسلام کے معنی ہی گردن باطاعت نہادن ہیں تو اگر کل احکام خدا اور رسول کی اطاعت نہ کیجائے تو پھر اسلام سے خارج ہونا ضروری ہے کیونکہ آپ ہدایات صدر میں پڑھ چکے ہیں کسی طرح کی نافرمانی رسول موجب خوار ہے کیونکہ خدا نے صاف لفظوں میں فرمادیا وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ کہ جب خدا اور رسول نے کسی طرح کا فیصلہ کر دیا تو پھر کسی مومن و مومنہ کو اختیار ہی نہیں رہتا۔ تو اگر قرآن کا بیان سچ ہے تو پھر غیر ممکن ہے اُسکے بعد کسی طرح عمر صاحب کا ایمان باقی رہ سکے جو بقول مولوی شبلی ہمیشہ آپکے خلاف رائے ظاہر کیا کرتے تھے۔

پھر آیات ذیل ملاحظہ فرمائیں کہ ان میں خداوند عالم اپنے رسول کے احکام کی نسبت کیا ارشاد فرماتا ہے۔

(۱) وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہمنے رسول کو اسی غرض سے بھیجا ہے کہ اُسکی اطاعت کیجائے پھر یہ عمر کون تھے جو آپکے خلاف رائے ظاہر کرتے جس سے آپکی اطاعت میں کمی ہوئی۔

(۲) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم کہدے اے رسول

انہ قال کانہا شن ففاضت عیناہ فقال سعد یارسول اللہ ما ھذا فقال ھذا رحمۃ اللہ جعلھا اللہ فی قلوب عبادہ وانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء متفق علیہ

عن انس بن مالک قال دخلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابی سیف القین وکان ظئرا لابراھیم فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابراھیم فقبلہ وشمہ ثم دخلنا علیہ بعد ذلک وابراھیم یجود بنفسہ فجعلت عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تذرفان قال لہ عبد الرحمن بن عوف رضی وانت یارسول اللہ فقال یا ابن عوف انہا رحمۃ ثم اتبعہا باخری فقال ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون متفق علیہ

ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں اُسکو جگہ دیا ہی اور اُنہی بندوں پر تو خدا رحم کرتا ہی جو رحیم ہوتے ہیں۔

انس بن مالک سے روایت ہے۔ حضرت نے اپنے فرزند ابراہیم کو جان توڑتے دیکھا تو آنکھ سے آنسو جاری ہوا۔ عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا کہ آپ بھی روتے ہیں؟ تو حضرت نے فرمایا آنکھ سے آنسو نکلتا ہی۔ قلب محزون ہوتا ہے۔ مگر کوئی بات ایسی نہیں کہتے جو رضاء باری کے خلاف ہو۔ پھر فرمایا اے ابراہیم ہم تیرے فراق میں محزون ہیں۔

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہی کہ ایک دفعہ سعد بن

کہ اگر دوست رکھتے ہو خدا کو تو تم میری متابعت کرو کہ خدا بھی تمکو دوست رکھے اور بخشدے تمہاری گناہونکو اور خدا غفور رحیم ہی۔

(۳) قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین یعنی کہہ تو کہ اطاعت کرو خدا ورسول کی پس اگر منہ پھیر لو اس سے تو خدا دوست نہیں رکھتا کافروں کو۔

پہلی آیت میں تو محبت خدا مشروط ہی اطاعت رسول سے کہ اگر متابعت رسول نکروگے تو محبت خدا بھی نہوگی بلکہ عداوت خدا پائی جائیگی جسکے بعد کفر ضروری ہی تو پھر کون کہہ سکتا ہی کہ رسول کا کوئی قول کوئی فعل بھی ایسا ہو سکتا ہی جسکی متابعت ناجائز یا غیر ضروری ہو۔ دوسری آیت میں عام طور سے خدا نے اطاعت اللہ ورسول کو فرض قرار دیا ہی۔ اور اُس سے انحراف کرنیوالے کو کافر کہا ہے پھر کیونکر ممکن ہی کہ کوئی مسلمان ایمان عمر کا قائل ہو سکے۔

(۴) واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین۔ یعنی اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی تاکہ تمپر رحم کیا جائے اور نہیں ہیں محمد مگر رسول جیسے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں تو اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوں تو تم اپنے پہلے دین کیطرف پھر جاؤگے اور جو شخص پھر جائیگا خدا کو ضرر نہ پہنچائیگا اور

عن عبد اللہ بن عمرؓ قال اشتکی سعد بن ابی عبادہ شکوی لہ فاتاہ النبی یعودہ مع عبد الرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص و عبد اللہ بن مسعود فدخل علیہ فوجدہ فی غاشیۃ اہلہ فقال قد قضی قالوا لا یا رسول اللہ فبکی النبی فلما رأی القوم بکاء النبی بکوا فقال الا تسمعون ان اللہ لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولکن یعذب بہذا واشار الی لسانہ او یرحم وان المیت یعذب ببکاء اہلہ علیہ وکان عمرؓ یضرب فیہ بالعصا و یرمی بالحجارۃ و یحثی بالتراب

ابی عبادہ بیمار ہوئے تو حضرت مع چند اصحاب عیادت کو تشریف لیگئے۔ پوچھا کیا مر گیا؟ لوگوں نے کہا نہیں یا حضرت رسول اللہ رونے لگے جب قوم نے آپ کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے حضرت نے فرمایا کہ خدا آنکھوں سے رونے یا قلب سے محزون ہونے پر نہیں عذاب کرتا بلکہ عذاب کرتا ہے اس سے اشارہ کیا طرف زبان کے۔ یا رحم کرتا ہے اور مُردے پر عذاب کیا جاتا ہے اسکے اہل کے بکا سے۔ اور عمر اسپر عصا مارتے اور پتھر سے اور منہ میں خاک بھر دیتے۔

یہ روایتیں ہیں صحیح بخاری کی جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مصیبت میں نزول بلا میں حضرت کی کیا تعلیم تھی نہ رونے کو منع کرتے تھے نہ محزون و مغموم ہونیکو بلکہ صرف ان ناجائز امور کو منع فرماتے تھے جن سے بے صبری ظاہر ہو اور شکایت خدا پر مبنی ہو ورنہ خود سعد بن ابی عبادہ پہ روئے ہیں کہ حضرت کی رونے سے اور لوگ رونے لگے ہیں۔ اپنے فرزند ابراہیم پر روئے ہیں اور فرمایا ہے آنکھیں گریاں ہیں

قریب ہے کہ اللہ جزا دے شکر کرنیوالوں کو۔

ان آیات میں تامل کرنے سے کون شخص کہہ سکتا ہے کہ کسی امر میں بھی مخالفت رسول جائز ہے جو ہم سے اسلام عمر کے قائل ہوں حالانکہ خدا کہتا ہے کہ اگر محمد مریں یا قتل ہوں تو کیا تم مرتد ہو جاؤ گے جس سے بدیہی طور پر کفر عمر ظاہر ہے جو کہ موت رسول کے منکر تھے اور جب خبر قتل مشہور ہوئی تو ابو سفیان سے سازباز کی فکر میں تھے جسکی طرف خدا اشارہ کرتا ہے حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اریکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ۔

یعنی جہانتک تم پھسلے اور نزاع کی حکم میں بعد اسکے کہ دکھایا تم کو وہ چیز جسکو دوست رکھتے تھے۔ تم سے بعض وہ ہیں جو دنیا چاہتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو آخرت کو چاہتے ہیں۔

جس سے صحابہ کی تقسیم دو حصہ پر بدیہی طور سے ظاہر ہے کہ ایک طالب دنیا تھے دوسرے طالب آخرت تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ جو شخص ہر امر میں مطیع خدا اور رسول ہو وہ طالب دنیا ہے۔ پھر عمر کے سوا کون شخص اسکا مصداق ہو سکتا ہے۔

(۴) یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر واحسن تاویلا۔ سورۂ نساء۔

فلتبک ون ہے۔ زید جعفر عبداللہ بن رواحہ کی شہادت پر روئے ہیں۔ جابر کو اپنے باپ پر روتے دیکھا نہ منع کیا۔
ایک عورت کو قبر کے پاس بیٹھی روتے دیکھا نہ منع کیا بلکہ فرمایا کہ صبر کر خدا سے خوف کر۔ مگر صحابہ کی تعلیم اسکے خلاف
تھی کہ خود عبدالرحمن بن عوف نے حضرت کے رونے پر اعتراض کیا حضرت نے انکے اعتراض کی لغویت ثابت کی سعد بن
عبادہ نے اعتراض کیا حضرت نے فرمایا رونا دلیل رحمت ہے اور خدا تو اُسی پر رحم کرتا ہے جو رحیم ہو۔

مگر عمر صاحب کی رحمدلی سب سے بڑھی ہوئی تھی کہ عام طور پر انکا یہ دستور تھا کہ نزدیک والوں پر تو ڈنڈا چلاتے تھے اور
رونے والا دور ہوتا تو پتھر رسید کرتے۔ اگر ان دونوں سزاؤں کو ناکافی سمجھتے تو رونیوالوں کے مُنہ پر خاک جھونک دیتے
اب اس سے بڑھکر کیا رحمدلی چاہتے ہیں۔

مگر یہ عجیب جہالت کی تھی کہ یہ سب ترکیبیں آپکی صرف اُن کمزوروں کے ساتھ تھیں جنکو کمزور سمجھتے یا آنکھ کا اندھا کیونکہ
آپنے دیکھا ہے ابوبکر پر عائشہ بھی رو رہی ہیں اور ابوبکر کی بہن ام فروہ بھی عائشہ سے تو کچھ نہ بولے کیونکہ
جانتے تھے یہ اُدھیڑ کر رکھ دینگی اور ام فروہ جو اندھی تھی اُسکو پکڑوا کر درہ رسید کیا تاکہ رعب بیٹھ جائے کیونکہ
جانتے تھے اس غریب کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے۔

شاید یہی باعث تھا کہ عمر صاحب نے ان سب سختیوں کے ساتھ خالد بن ولید پر رونے کی اجازت دی بلکہ شاید خود بھی روئے

یعنی اے ایماندارو اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول اور اولی الامر کی پس اگر نزاع کرو تم لوگ کسی امر میں تو
پھیر دو اُسکو اللہ و رسول کیطرف اگر ایمان رکھتے ہو خدا اور روز قیامت کے ساتھ۔

تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ عمر صاحب ان حالتوں کے ساتھ مسلمان تھے جو حکم رسول کو رد کرکے مخالفانہ رائے ظاہر کیا کرتے
تھے کیونکہ خدا نے اُسکو مشروط کیا ہے ایمان کے ساتھ کہ اگر ایمان لائے ہوگے خدا اور روز قیامت پر تو ضرور خدا و
رسول کیطرف رد کروگے لہذا معلوم ہوا عمر صاحب ایمان سے خارج تھے۔

(۵) واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلاغ المبین۔ سورہ مائدہ
یعنی اطاعت کرو خدا کی اور رسول کی اور اُسکی نافرمانی سے بچتے رہو پس اگر انحراف کروگے اس سے تو جان لو ہمارے رسول پر صرف
پہنچانا ہے تو کیا اس آیہ کے بعد بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ عمر صاحب باوصف مخالفت رسول مسلمان تھے۔

(۶) وان تدعوهم الی الهدی لا یتبعوکم سواء علیکم ادعوتموهم ام انتم صامتون۔ اعراف۔ اور اگر تم
انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہارا اتباع نہ کرینگے پھر برابر ہے کہ انہیں بلاؤ یا خاموش رہو۔
اب بتائیے عمر صاحب حضرت کے خلاف رائے ظاہر کرکے اس آیہ کے مصداق ہوئے یا نہیں۔

چنانچہ ازالۃ الخفا میں ہی ابو بکر عن عثمان اتیت عمر بنعی النعمان بن مقرن فوضع یدہ علی راسہ وجعل یبکی ابو بکر عن شقیق اجتمع نسوۃ یبکین علی خالد بن الولید فقال عمر ما علیھن ان یھرقن من دموعھن علی ابی سلیمان مالم یکن نقع او لقلقۃ صہ ۹۹ مقصد دوم یعنی عثمان راوی ہیں کہ نعمان بن مقرن کے مرنیکی خبر جب ہمنے عمر کو دی تو سر پر ہاتھ رکھکر رونے لگے اور شقیق سے روایت ہی کہ خالد بن ولید پر جب عورتیں رونیکو جمع ہوئیں تو عمر نے کہا کیوں نہ روئیں عورتیں۔ ابو سلیمان (کنیت خالد) پر بشرطیکہ اُسمیں ہائے ہا اور آواز بلند نہو۔

عقل انسانی حیران ہی کہ آخر ابو بکر پر رونے کی اس سختی سے کیوں ممانعت کیگئی کہ ابو بکر کی بہن گھر میں سے گھسیٹ کر باہر لائی گئی اور درہ سے سزا پائی اور نعمان بن مقرن نے کیا احسانات تھے کہ خود عمر صاحب اُسپر رونے لگے اور خالد بن ولید پر رونے کی اجازت دی۔ بجز اسکے کہ کہا جائے چونکہ روز وفات خلیفہ اول خلافت خلیفہ دوم کے جشن کا روز تھا اس لئے اسکو بدشگونی سمجھا کہ ہم تو ادھر مسند خلافت پر بیٹھیں اور ابو بکر کے جتنے بیٹے ماتم کریں۔

مگر ان مجموعی روایات سے ہر شخص بدیہی طور پر سمجھ سکتا ہی کہ اصلی راز انکی طبیعت یا خلافت کا یہی تھا کہ جہاں تک ہو سکے حضرت کی تعلیم کی مخالفت کیجائے جن باتوں کو حضرت نے جائز کیا اُسکو یہ ناجائز قرار دیں جسکو ناجائز کیا اُسکو جائز کریں۔ تو اب آپ ہی انصاف سے فرمائیے کہ جناب سیدہ سے کیونکر ممکن تھا کہ بضعۃ الرسول ہو کر سیدۃ نساء العالمین

(۳۰) وان تدعوھم الی الھدی لا یسمعوا وتریھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون۔ یعنی اگر تم انکو ہدایت کیطرف بلاؤ تو وہ نہ سنینگے اور تم اُن کو دیکھتے ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہے ہیں حالانکہ اُنہیں سجھائی نہیں دیتا۔

بتائیے عمر صاحب اسکے مصداق ہوئے یا نہیں جو خود حضرت کے روبرو آپکی اسطرح مخالفت کرتے تھے۔

(۸) فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین۔ انفال یعنی خدا کا خوف کرو اور آپس میں صلح رکھو اور اطاعت کرو خدا اور رسول کی اگر تم لوگ مومن ہو۔

غور کیجئے یہ آیہ کیا حکم دے رہا ہی۔ اطاعت خدا و رسول کو ہر بات میں واجب کہہ رہا ہی یا کیا پھر کیونکر ممکن ہی کہ اسلام عمر کا دعوے کیا جائے جب اتنی مخالفتیں ظاہر ہو چکیں۔

(۹) یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا وھم لا یسمعون۔ انفال۔ یعنی اطاعت کرو خدا و رسول کی اور اُس سے انحراف نکرو حالانکہ تم سن رہے ہو اور اُنکے ایسے نہو جو کہتے تھے کہ ہم سنتے ہیں حالانکہ نہیں سنتے۔

ان آیات نے تو صاف بتا دیا کہ عمر صاحب اسی کے مصداق تھے جو دعوی کرتے تھے اسلام کا کہ ہم سب امر میں مطیع احکام خدا و

کی خطاب سے مشرف ہوکر اسکو گوارا فرماتیں کہ آپکے سامنے شریعت رسول مٹائی جائے۔ اور آپ اُسپر اسطرح سکوت کریں کہ حق و ناحق کا بھی اظہار نہ فرمائیں۔

یہی اصل الاصول تھا مطالبہ فدک کا جس سے جناب سیدہؑ تعلیم خدا و رسول اللہ دیتی تھیں کہ جو لوگ بعد آپکے خلیفہ ہونگے وہ محو شریعت میں کوشاں ہونگے اسی لیے ہر شخص ذی اہلبیت طاہرین سے اپنا فرض منصبی ادا کیا جسکی اوّلیت جناب سیدہؑ کو حاصل ہوئی۔

دنیا میں کروڑوں انقلاب ہوئے۔ لاکھوں تغیر ہوئے۔ نظام سلطنت بدل گیا تمدن و سیاست کے قواعد منقلب ہوگئے۔ اسلام کی جگہ کفر نے غلبہ کیا مگر جو اصول عمر صاحب نے مخالفت شریعت اسلام قائم کی تھی اُسمیں ہرگز تغیر نہ آیا اور مذہب اہلسنت میں وہی رواج قائم ہے جو عمر صاحب کی تعلیم تھی کہ مُردے پر نہ رونا چاہیے جسنے اب یہاں تک ترقی کی کہ مصائب سید الشہدا روحی لہ الفدا پر گریہ و بکا بھی خلاف شریعت بتایا جاتا ہے۔

جسپر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو کہ عمر صاحب کی یہ تعلیم اسی غرض سے تھی کیونکہ صدہا احادیث میں حضرت نے اس واقعہ کی پیشین گوئی فرمائی ہے اور رونے والوں کو اجر و ثواب اسکا بتایا ہے۔ تو اب عمر صاحب کا رونے کو موجب عذاب بنانا ضرور اُنکا فلسفہ یہی ہے کہ آیندہ اس واقعہ پر کوئی نہ روئے۔

رسول ہیں مگر حالت اُنکی یہ تھی کہ وھم لا یسمعون کیونکہ شبلی صاحب برابر ہیں اُنکی مخالفت دکھا چکے۔

(۱۰) یا ایہا الذین امنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون و اطیعوا اللہ و رسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم و اصبروا ان اللہ مع الصابرین یعنی اے ایمان والو جب مقابلہ ہو تمکو کسی گروہ سے تو ثابت قدم رہو اور خدا کو بہت یاد کرو اور اطاعت کرو خدا و رسول کی اور نزاع نہ کرو کہ کمزور ہو جاؤگے اور ہوا تمہاری اُکھڑ جائیگی صبر کرو خدا صابروں کے ساتھ ہے۔

تو کیا ان آیات کو دیکھکر کوئی متنفس بھی اسلام عمر کا مدعی ہو سکتا ہے جنکا کام ہمیشہ جنگ سے فرار تھا اور اقوال و افعال رسول اللہ پر انکار۔

مولوی شبلی صاحب نے رسول اللہ اور عمر کو اس شان سے دکھانا چاہا ہے کہ کسی پارلیمنٹ کے دو ممبر ہیں جنمیں ایک ممبر کی رائے دوسرے ممبر کی رائے کی مخالف ہوا کرتی ہے اسی لیے اس صفائی سے وہ اسکو ظاہر کر رہے ہیں کہ عمر صاحب کی رائے ہمیشہ قول و فعل رسول کی مخالف ہوا کرتی حالانکہ خدائی ہر اس بات میں جو کوئی شخص آپکے خلاف رائے رکھتا ہو اسکو کافر و منافق و فاسق کا خطاب دیا ہے جیسا کہ سابقاً چند آیتیں خاص اس مادہ میں گزریں کہ جسنے حکم رسول اللہ سے

اب ہم اُس روایت کو لیتے ہیں جسمیں عمر صاحب نے اس بارے میں شہور کیا تھا صحیح بخاری میں ہے ص ۱۴۲ جلد اوّل۔

اخبرنی عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ قال توفیت ابنۃ لعثمان بمکۃ وجئنا لنشہدہا وحضرہا ابن عمر وابن عباس و انی لجالس بینہما او قال جلست الی احدہما ثم جاء الاٰخر فجلس الی جنبی فقال عبد اللہ بن عمر لعمرو بن عثمان الا تنہی عن البکاء فان رسول اللہ صلعم قال ان المیت لیعذب ببکاء اہلہ علیہ فقال ابن عباس رض قد کان عمر یقول بعض ذلک ثم حدث فقال صدرت مع عمر من مکۃ حتی اذا کنا بالبیداء اذا ہو برکب تحت ظل سمرۃ فقال اذہب فانظر من ہؤلاء الرکب قال فنظرت فاذا صہیب فاخبرتہ فقال ادعہ لی فرجعت الی صہیب فقلت ارتحل فالحق بامیر المؤمنین فلما اصیب عمر دخل صہیب یبکی یقول وا اخاہ وا صاحباہ فقال

یعنی عبد اللہ بن ملیکہ سے روایت ہے کہ عثمان کی ایک لڑکی مکہ میں مر گئی ہم لوگ اُسکے جنازے میں شریک ہونیکو جمع ہوئے ابن عباس بھی تھے ابن عمر بھی۔ ابن عمر نے عثمان کے بیٹے محمد نام سے کہا کہ تم منع نہیں کرتے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے مردے پر عذاب ہوتا ہے اُسکے عزیزوں کے رونے سے۔ ابن عباس نے کہا عمر بھی کلمات کہا کرتے اسکے بعد ملاقات صہیب کا قصہ بیان کیا جب عمر زخمی ہوئے تو صہیب نے رونا شروع کیا۔ وا عمراہ وا صاحباہ۔ اُسپر عمر نے کہا کہ تم روتے ہو حالانکہ رسول اللہ نے کہا ہے کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے اُسکے اہل کے رونے سے کہا ابن عباس نے کہ اسکے بعد میں نے اس واقعہ کو عائشہ سے بیان کیا تو عائشہ نے کہا خدا رحم کرے عمر پر قسم خدا کی ہرگز رسول اللہ نے نہیں کہا

مخالفت کی وہ کافر ہوا۔ پھر آیات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی و نصلہ جہنم وساءت مصیرا۔ نساء۔ یعنی جو شخص مخالفت کریگا رسول کی بعد اسکے کہ ظاہر ہوئی اُسکو ہدایت اور اتباع کرے غیر سبیل مومن کی تو ہم بھی اُسکو پھیر دینگے جدھر وہ پھرا اور داخل جہنم کرینگے۔

(۲) ومن یشاقق اللہ ورسولہ فان اللہ شدید العقاب ذٰلکم فذوقوہ و ان للکٰفرین عذاب النار۔ انفال۔ اور جو کوئی مخالفت کرتا ہے اللہ و رسول کی تو خدا شدید العقاب ہے۔ یہ تو تم (دنیا میں) چکھو اور کافروں کے لیے عذاب لنار ہے)

(۳) الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا ذٰلک الخزی العظیم ۵ التوبہ۔ کیا انہیں نہیں معلوم کہ جو شخص مخالفت کرتا ہے خدا اور رسول کی اُسکے لیے نار جہنم ہے جسمیں ہمیشہ رہیگا اور یہ بڑی رسوائی ہے کس غضب کی بات ہے کہ خداوند عالم تو ان الفاظ سے اپنے رسول کی اطاعت کو واجب کرے اور اُسکی مخالفت کو کفر و نفاق کے الفاظ سے یاد کرے اور خلود جہنم کا وعدہ کرے۔

عمر یا صہیب اتبکی علیّ وقد قال رسول اللہ ان المیت یعذب ببعض بکاء اھلہ علیہ قال ابن عباسؓ فلما مات عمر ذکرت ذلک لعائشہؓ فقالت یرحم اللہ عمر واللہ ماحدث رسول اللہ ان اللہ لیعذب المؤمن ببکاء اھلہ علیہ ولکن رسول اللہ قال ان اللہ لیزید الکافر عذابا ببکاء اھلہ علیہ و قالت حسبکم القران ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ قال ابن عباسؓ عند ذلک واللہ ھو اضحک و ابکی قال ابن ابی ملیکہ واللہ ما قال ابن عمر شیئاً ص ۱۴۳

بلکہ یہ فرمایا تھا کہ کافر پر عذاب زیادہ ہوتا ہی اُسکے اہل کے رونے سے اور قرآن تمکو کافی ہو کہ خدا فرماتا ہی ایک کا بوجہ دوسرا نہیں اُٹھا سکتا ابن عباس نے اُسوقت کہا تو خدا ہی ہنساتا ہی خدا ہی رُلاتا ہی کہا ابن ملیکہ نے کہ ابن عمر نے اسکا کوئی جواب نہیں دیا۔

اب تو آپکو معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ نے نہایت کشادہ پیشانی سے تکذیب کی عمر صاحب کی کہ قسم خدا کھا کر کہا واللہ ماحدث رسول اللہ کہ ہرگز رسول اللہؐ نے یہ نہیں کہا تو معلوم ہوا یہ اصلی فطرت عمر صاحب کا تقاضا تھا جسکو وہ انجام دیتے رہے۔

اور مرتے وقت بھی رسول اللہؐ پر تہمت کر گئے کہ حضرت نے یہ فرمایا۔

ہاں یہ ایک دوسرا پہلو بھی پیدا ہوتا ہی کہ ابوبکر پر رونے سے مانع رہے اور خود اپنے لئے بھی رونے دیا۔

اور مولوی شبلی صاحب اس چرب زبانی اور خوش بیانی سے عمر صاحب کی مخالفتوں پر نازاں ہوں۔ نہ معلوم انکے نزدیک اسلام کا معیار کیا ہی کیا صرف زبانی اقرار لا الٰہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللہ کا جو منافقین میں پایا جاتا ہی۔ یا اتباع خدا اور رسول معیار اسلام و ایمان ہے۔

ہمکو عمر صاحب کی تو کسی حرکت پر تعجب نہیں ہوتا کیونکہ اُنکا مقصود تو قبول اسلام سے دوسرا تھا جسپر وہ پورے طور پر فائز بھی ہوئے مگر تعجب اُنپر ہی جو دیدہ و دانستہ نہ صرف اپنے ایمان کو برباد کر رہی ہیں بلکہ ایسے شخص کی طرفداری کرتے ہیں جسکو معمولی عقل کا انسان بھی مسلمان نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ وہ اس بیجا طرفداری سے عام مسلمانوں کے ایمان کو برباد کر رہے ہیں۔

اگر مولوی صاحب صرف رسول اللہؐ کی مخالفت ہی کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ جو شخص حضرت کی رائے اور اقوال کے خلاف رائے رکھتا ہو وہی اعلےٰ درجہ کا آدمی ہی تو ابوجہل و ابولہب زیادہ قابل تعریف ہیں جنہوں نے حضرت کے ہر معجزہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ہر خارق عادات کو مشاہدہ کیا مگر اپنی رائے اور خیال سے آج بھی نہ سرکے یہانتک کہ واصل بہ جہنم ہوئے۔ بخلاف عمر کے جو ایک طرف ذوالفقار حیدر کرار کی بارش سے تو اسدرجہ خائف ہوئے کہ اسلام کا ظاہری اقرار ہی کرنا پڑا۔ اور دوسری طرف درونی نفاق اور تیرہ باطنی اُنکو ہمیشہ مجبور کرتی رہی اسپر کہ حضرت کی رائے کے خلاف اپنی رائے ظاہر کریں۔

ہر قوم و ملت میں وہی شخص سراہا گیا یا وہ دشمن جو پورے مقابلہ و مقاومہ پر رہا یہانتک کہ اپنی

تو اسکے ساتھ خالد بن ولید پر رونے کی اجازت دینا بلا علت نہیں کیونکہ عمر کو جو عداوت خالد سے تھی وہ سب کو معلوم ہے تو اب رونے کی اجازت دینا ضرور اس غرض سے تھا کہ خالد پر قبر میں عذاب ہو اسی لئے ابو بکر پر رونے سے مانع رہے کہ رونے سے اُنپر عذاب ہوگا اور خالد کیلئے اجازت دیدی کہ نہ صرف دنیاوی طور سے وہ انکا ہو نقصان رہا بلکہ خدا سے بھی عذاب کرا دیا۔

ہاں اس حدیث سے کمال تعجب حضرت عائشہ بھی ظاہر ہوا کہ آیہ لا تزر وازرۃ وزر اخری سے مومن پر زیادتی عذاب سے تو انکار کیا کہ ایک کے رونے سے دوسرے پر عذاب نہیں ہو سکتا۔ مگر کافر کے بارے میں خیال رہا کہ جب یہ آیہ عام ہے تو پھر اسکی کیا وجہ کہ مومن پر رونے سے تو عذاب نہو اور کافر پر دوسروں کے رونے سے عذاب ہو کیونکہ لا تزر وازرۃ وزر اخری تو ایک عام اصول ہے کافر مسلمان سب ہی اسمیں شریک ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب تصرف میاں بخاری کا ہے یا اور کسی راوی کا جس نے عائشہ پر یہ اتہام کیا ورنہ وہ ایسی علامہ نہ تھیں جو ایسی غلطی کرتیں کیونکہ پھر اُسی بخاری میں یہ روایت بھی عائشہ سے موجود ہے۔

سمعت عائشۃ زوج النبی قالت انما مر رسول اللّٰہ صلعم علی یہودیۃ یبکی علیہا اھلہا فقال	کہ عائشہ نے کہا حضرت کا گزر ایک یہودیہ پر ہوا جو مر گئی تھی اُسکے عزیز و اقربا اُسپر رو رہے تھے تو حضرت نے فرمایا

عداوت پر اُسکا خاتمہ ہوا جسکے مداح اُسکے طرفدار ہوتے ہیں۔ دوسرا وہ شخص جو اپنے آقا اور ولی نعمت کا ایسا مطیع و منقاد ہو کہ ہر امر میں متابعت کرے ہر بات میں مطیع رہے۔ تیسرے شخص کو تو کبھی نہیں سراہا جو ظاہر میں تو دوست اور باطن میں دشمن ہو کہ ہر امر میں اطاعت و انقیاد کا بھی دم مارے اور باطنی طور پر ہر بات میں مخالف رہے۔

مگر اب یہ نیا دور شروع ہوا ہے جس میں عمر صاحب کی اس وجہ سے تعریف کی جاتی ہے کہ وہ ہر بات میں رسول اللہ صلعم کی مخالفت کرتے اور ہر قول و فعل میں آپ کی مخالفت اپنا شعار بناتے۔ یہ نہ سمجھے گا کہ اس قسم کی سرپرستی محض خلیفۂ دوم کی لئے کی گئی ہے۔ بلکہ ہر وہ شخص جو انکے یہاں بادشاہ ہوا اور دنیا نے اُسکو اپنا سلطان مانا سب کے ساتھ مولوی صاحب کا یہی برتاؤ ہے چنانچہ عالمگیر، شاہجہان وغیرہ کی جو خدمتیں یہ کر رہے ہیں رسالہ الندوہ اُسکا گواہ ہے مگر میں ایک ایسی طرفداری انکی بطور نظیر دکھاتا ہوں کہ کسی مسلمان نے آج تک اسکی حمایت نہ کی ہوگی کیونکہ ہند جگر خوارہ سے سب واقف ہیں جو کیسی دشمن رسول تھی کہ حضرت حمزہ عم رسول اللہ کا جگر اسنے نکلوا کر چبایا تھا چونکہ وہ معویہ کی مادر نا ہنجار تھی اس لئے مولوی شبلی صاحب اُسکے بھی مدح سرا نکلے۔

ملاحظہ ہو مولوی شبلی کا لکچر جو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بائیسویں اجلاس کے شعبہ تعلیم نسوان منعقدہ ۲۷ دسمبر ۱۹۰۸ء میں دیتے ہیں کہ ایک تقریر طولانی کے بعد لکھتے ہیں۔

انہم لیبکون علیہا وانہا لتعذب فی قبرہا [۱۴۳] | یہ لوگ اسپر رو رہے ہیں حالانکہ اسپر قبر میں عذاب ہو رہا ہے

یہی اصل ہے اس حدیث کی کہ حضرت نے اُس یہودیہ کا حال بیان کیا کہ لوگ اسپر رو رہے ہیں حالانکہ اسپر عذاب ہو رہا ہے۔ اسے عمر صاحب نے اپنی خوش فہمی سے یہ سمجھا کہ رونے سے مُردے پر عذاب ہوتا ہے چونکہ اصلی مقتضائے فطرت اُنکا یہی تھا کہ خشونت طبعی سے رونا ناجائز سمجھتے تھے اس لئے حدیث رسولؐ کو اپنے مذاق طبیعت پر ڈھال لیا ورنہ کیونکر ممکن ہے کہ رسول ایسا حکم دیں جو فطری رحمت و شفقت کے خلاف ہو۔

چونکہ اس زمانہ کی اہلسنت اس نکتہ چینی پر حضرت عائشہ کی بہت خوش ہوتے ہیں لہذا ہم بھی اُنکو مبارکباد دیتے ہیں کہ اُنکا خلیفہ ایسا خوش فہم تھا کہ معمولی حدیث کو بھی رسول اللہؐ کی نہ سمجھا تھا۔

مولوی شبلی صاحب اپنے لکچر شعبۂ تعلیم نسوان میں فرماتے ہیں "جب حدیث ان المیت لیعذب ببکاء اہلہ (میت پر عذاب ہوتا ہے اُسکے رشتہ داروں کے رونے سے) بیان کیگئی تو حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ رسول اکرم اسکے خلاف کسطرح کہہ سکتے ہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ آپکا گذر یہودیوں کے محلہ کیطرف سے ہوا تو آپنے ملاحظہ فرمایا کہ کسی کے ہاں میت ہو گئی تھی اور یہودی رو رہے تھے اسپر آپنے فرمایا کہ یہ تو رو رہے ہیں اور مُردے پر عذاب ہو رہا ہے

عورتوں کے مارل فورس (اخلاقی قوۃ) جیسی بڑھی ہوئی تھی اور جس طرح وہ سچ بات کہنے میں دلیر ہوتی تھیں اُسکا ایک واقعہ مشہور ہے کہ ہندہ جب قبول اسلام کے بعد رسول اکرم کی خدمت میں آئی اور اُس نے پوچھا کہ کیا مجھے اقرار کرنا چاہیے تو آپنے اُسے احکام دین تعلیم فرمائے کہ بد چلنی نہ کرو خیانت نہ کرو۔ اسی کے ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو یا کرو۔ اسپر فوراً اُسنے کہا کہ ہمنے تو ان بچوں کو پالا تھا۔ آپنے اُنکو قتل کر دیا۔ اب وہ اور آپ سمجھ لیں۔" دیکھئے کس بیباکی سے اُسنے اپنا فیصلہ اور رسول اکرم کے سابق معرکہ آرائی کا حوالہ دیا اور آپنے کیسے ٹھنڈے دل سے سُنا۔ دیکھو اخبار وکیل مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۹ء

کہئے اس تقریر میں ہندہ جگر خوارہ کی سچائی اور دلیری کی تعریف کی گئی ہے یا نہیں جس میں اُس نے رسول اللہ صلعم پر الزام لگایا ہے کہ آپنے ناحق ہمارے بچوں کو قتل کر ڈالا اور رسول اللہ صلعم نے ٹھنڈے دل سے سُنا یعنی اس کے جواب سے لاجواب رہے۔

ہم نہیں سمجھتے یہ کونسا اسلام ہے جس میں اُن سب دشمنوں کی تعریف کیجاتی ہے جو رسول اللہ صلعم کی خلاف الزام لگاتے اور آپکی ہر بات اور ہر قول کو غلط تصور کرتے جسمیں یہانتک ترقی کی گئی کہ عمر کی تعریف کرتے کرتے ہندہ جگر خوارہ تک پہنچے جو ایسی دشمن رسول تھی کہ عم رسول کا جگر نکلوا کر کھانا چاہا۔

اللہ اللہ یہ کیسا زمانہ آیا ہے جسمیں خدا و رسول کی اسطرح توہین کیجاتی ہے اور اُنکے دشمنوں کی اسطرح تعریف ہو رہی ہے کہ ہندہ کی بارے میں کہا جاتا ہے "وہ سچ بات کہنے میں کیسی دلیر ہوتی تھیں"

مگر افسوس ہی کہ مولوی صاحب نے ہمارے غیرت کی یہ کہا کہ اس حدیث کا موجد کون تھا جسپر عائشہ نے اعتراض کیا اور نہ اسی کو بیان کیا کہ خود حضرت عائشہ نے اپنے استدلال میں کیسا دھوکا کھایا کہ مومن کے عذاب سے تو اس آیہ کیوجہ سے انکار کیا مگر کافر کی زیادتی عذاب پر خیال نہ آیا کہ اس آیہ کی مخالفت تو اس میں بھی لازم آتی ہی۔

افسوس کہ خیال اختصار مانع ہی ورنہ جو روایتیں صحیح بخاری کی یہاں لکھی گئی ہیں اُنہیں ایسے ایسے نکتے بھرے ہیں کہ اگر اُنکی تفصیل کیجائے تو ایک دفتر تیار ہو۔

مگر ہماری غرض یہاں صرف اسقدر ہی کہ ان خلفا نے خلافت پر قبضہ کر کے صرف خاندان رسالت ہی کو نہیں تباہ کیا بلکہ اسلامی شریعت کو اسطرح تباہ و برباد کیا کہ اُسکا وہ چہرہ جو زیباترین چہرہ تھا بد نما ہو گیا۔ کہاں تو رسول اللہ کو خدا رحمۃ للعالمین کا خطاب دے رہا ہی اور یہاں عمر صاحب اُس شریعت کو اُلٹ کر ایسی شریعت بنا رہے ہیں جسکی نظیر دنیا میں مل سکے کہ کسی کا مردہ مر جائے اور اُسپر عزیز رونے بھی نہ پائے دنیا میں تو عمر صاحب اُسکو لاٹھی پتھر سے کوٹیں اور آخرت کیلئے یہ حدیث بنائیں کہ صرف اس جرم پر عذاب ہوگا کہ وہ اپنے مُردے پر رویا تھا پھر بھلا یہ دین کس قسم کا دین ہو سکتا ہی۔ یہ شریعت کیسی ہو سکتی ہی جسمیں اسطرح کی تعلیم ہو۔ ہاں یہ ظلم عام ہی اور شریعت اسلام کا بدنام کرنیوالا۔ مگر ہمنے اسکو حق تلفی نسوان میں اسلئے لکھا کہ عام

اور عمر صاحب کی بلدی میں یہ کہا گیا" کہ جناب رسول اللہ نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد کی تو حضرت عمر نے اُسکے خلاف رائے ظاہر کی"۔

کیونکہ یہ تو بدیہی بات ہی کہ مولوی صاحب سچ کے سوا جھوٹ کے مداح نہونگے صحیح کے سوا غلط کی معرف نہونگے تو جسطرح ہندہ بمقابلہ رسول اللہ صلعم سچی تھی کہ سچ بات کہنے میں دلیری دکھائی اُسی طرح عمر صاحب کی وہ رائے صحیح و درست تھی جسے اُنہوں نے بمقابلہ رسول اللہ صلعم ظاہر کیا ع بدلتا ہی رنگ آسماں کیسے کیسے ؛ زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا۔

مولوی صاحب میں اگر کچھ بھی اسلامی اثر ہوتا اور صدق و راستی کے طرفدار ہوتے تو غور تو نکی اس اخلاقی قوت کی وہ بہت سی نظیریں پیش کر سکتے تھے جس میں وہ واقعات مابعد واقعہ کربلا سے سبق لیتے کہ کسطرح خواتین عصمت نے یزید و ابن زیاد ایسے جبار عنید کا جواب حق دیا ہی مگر چونکہ وہ یزید و ابن زیاد کی بیعت کر چکے ہیں لہذا ہم صرف اُن واقعات کیطرف اشارہ کرتے ہیں جو خود عہد عمر میں پیش آئے دور نہ جائیے صرف ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۱۵۰ ملاحظہ فرمائیے۔

ابو عمر خرج عمر من المسجد و معہ الجارود فاذا با مرءۃ برزت علی الطریق فسلم علیہا عمر فردت علیہ السلام فقالت ھیھا یا عمر عہدتک وانت تسمی عمیرا فی سوق عکاظ فلم یذھب الایام واللیالی حتی سمیت امیر المومنین فاتق اللہ فی الرعیۃ وانہ من خاف الوعید قرب

طور سے گریہ و بکا نسوان کی فطرت سے ہی جو بسبب اپنی فطری رحمت و شفقت کے اسپر مجبور ہیں کہ مصیبت میں گریہ و بکا کریں اسی لئے کبھی رسول اللہ نے اُن سے منع نہیں کیا بلکہ خود روئے ہیں اور لوگوں کو رلایا ہے۔

تو پھر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسی حالت میں جناب سیدہ سکوت فرماتیں اور اپنے مطالبہ حق سے شریعت رسول ص کو نہ قائم کرتیں۔ کیا ابھی آپنے ابن عمر کا حال نہیں دیکھا کہ وہ اپنے باپ کی تقلید میں اُس کو منع کرتے ہیں اور رسول اللہ پر افترا کرتے ہیں۔ پھر جناب سیدہ نے اگر اپنے پدر بزرگوار کی شریعت زندہ کرنیکے لئے حق کا مطالبہ کیا تو کسقدر اُسکا شکریہ لازم ہے یا ناراض ہونا۔

چوتھا واقعہ ممانعت عمر ہے متعۃ النسا اور متعۃ الحج سے۔ ازالۃ الخفا میں ہے عن جابر بن عبد اللہ تمتعنا مع رسول اللہ و مع ابی بکر فلما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان القرآن هو القرآن وان رسول اللہ هو الرسول کانتا متعتان علی عهد رسول اللہ احدهما متعة الحج والاخریٰ متعة النساء معناه لیسنا بعده صفحہ ۲۴۱ مقصد ۲ یعنی جابر سے روایت ہے کہ ہملوگوں نے عہد رسول اللہ میں بھی اور عہد ابو بکر میں بھی متعہ کیا جب عمر خلیفہ ہوئے تو خطبہ دیا کہ قرآن وہی قرآن ہے رسول وہی رسول ہیں دو متعے عہد رسول اللہ میں جاری تھے متعۃ الحج و متعۃ النسا یعنی یہ ہے کہ اب نہیں ہے۔

علیہ البعید و من خاف الموت خشی الفوت یعنی ایک روز عمر جارود کے ساتھ مسجد سے باہر نکلے تو ایک عاقلہ عورت کو راہ میں دیکھا جسے عمر نے سلام کیا اور اُسنے بھی جواب سلام دیا اور کہا اے عمر ہم تجھے اُسوقت سے جانتے ہیں کہ تو عکاظہ کے بازار میں عمیر کہا جاتا تھا چند روز کے بعد عمر ہوا اب تیرا نام امیر المومنین رکھدیا گیا۔ خدا سے خوف کر رعیت کے بارے میں کہ جو وعید سے ڈرتا ہے بعید اُس سے قریب ہوتا ہے اور جو موت سے ڈرتا ہے وہ فوت سے خوف کرتا ہے۔

دیکھئے مولوی صاحب یہ ہے عورتوں کی اخلاقی قوت جو ایسے جبار بادشاہ کو جسکے ہاتھ سے کبھی دُرّہ علیحدہ ہی نہوتا جسکے نظر اُٹھا کر دیکھنے سے عورتوں کو اسقاط ہو جاتا اُس سے یہ ایک ضعیف الحال عورت اسطرح کلام کر رہی ہے کہ تو بازار عکاظہ میں عمیر تھا پھر عمر ہوا پھر امیر المومنین بنا رعیت کے بارے میں خوف خدا کر۔ نہ کہ آپ اسجگہ ہندہ جگر خوارہ کو لائیں جو دشمن رسول تھی۔ جنگ احد میں اُسنے کسطرح فوج کفار کو لڑایا وہ اگر شکست کھائی اور مغلوب ہونیکے بعد ایسا کلام کرے تو کون جائے تعجب ہے اور اس سے اخلاقی قوت کہاں معلوم ہوئی یہ تو کسفور مغلوب کا مضمون ہے کہ چوٹ کھائی ہوئی بلی بھی حملہ کرتی ہے تو کیا اس سے اخلاقی قوت اُسکی ثابت ہوگی۔

آپ جانتے ہیں ہندہ ایک فاحشہ عورت تھی جسنے معاویہ کا حمل چار آدمیوں سے رکھوایا تو کیا فاحشہ اور بدکار عورتوں کی اسطرح کی باتیں مارل فورس (اخلاقی قوت) میں داخل ہو سکتی ہیں۔ شرم شرم۔

یعنی شاہ صاحب نے بیان کیا ہی اور ہمکو اس سے بحث کی یہاں ضرورت نہیں ہی مگر خطبہ عمر خود کہہ رہا ہی کہ قرآن میں یہ حکم موجود ہی یعنی متعۃ النسا و متعۃ الحج کا اور عہدِ رسول اللہ میں بھی تھا مگر اب یعنی ہمارے زمانہ میں نہیں ہی۔

جس سے آپ سمجھ سکتی ہیں کہ اسمیں مرد اور عورتوں کے دونوں حقوق ضائع کیے گئے کیونکہ متعۃ الحج میں پہلے عمرہ کیا جاتا ہی جس سے آدمی بعد طواف وغیرہ محل ہو جاتا ہی۔ اب کل باتیں اُسپر جو حلال تھیں حلال ہو گئیں یعنی زن و شو کے تعلقات بھی۔ عمر صاحب نے اسکو روکدیا۔ کیوں ؟ صرف اسوجہ سے کہ کفار اسکو بہت بڑا گناہ جانتے تھے اور اسی عقیدۂ کفار کے مٹانیکو حضرت نے بالخصوص حجۃ الوداع کا سفر فرمایا پھر بتائیے اسمیں حق تلفی عورتونکی ہوئی یا نہیں ہوئی۔ متعۃ النسا کا حال تو اس سے بھی بدتر ہوا کہ جو آزادی خدا و رسول نے مرد و عورت کو بحصہ مساوی دی تھی کہ مرد عورتوں سے متعہ کرلیں فاستمتعتم بہ منہن فاتوھن اجورھن جس سے عورتوں کو پورا فائدہ ہوتا۔ وہ اس حکم خلیفۂ دوم سے بند کر دیا گیا۔ حالانکہ یہ وہ حکم شرعی تھا کہ اگر مطابق حکم خدا اور رسول یہ جاری رہتا تو قیامت تک مسلمانوں میں زناکاری نہوتی جیسا کہ نہایۃ اللغۃ میں ہی بلغت شفا و فی حدیث ابن عباس ما کانت المتعۃ الا رحمۃ اللہ رحم بہا امۃ محمد لولا نہیہ عنہا ما احتاج الی الزنا الا شقا ای الا قلیل من الناس۔

بہر حال یہ جملہ معترضہ تھا ورنہ سیرت رسول اللہ صلعم کی ہزاروں واقعات مسلمانوں کو معلوم ہیں کہ آپکی صبر و تحمل کا درجہ ایسا عظیم تھا کہ خدا نے انک لعلی خلق عظیم فرمایا کیونکہ قرآن کی آیت ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا و الآخرۃ و اعد لہم عذابا مھینا احزاب

ہمکو اچھی طرح یاد ہی کہ خدا نے فرمایا ہی جو لوگ ایذا دیتے ہیں خدا و رسول کو اُن پر لعنت کی ہی خدا نے دنیا و آخرت میں اور انکے لیے مہیا کیا ہی عذاب ذلیل کرنیوالا۔ جسکی تصدیق اس سے بھی ظاہر ہی کہ آج مہذب دنیا میں جب تبرا کیا جاتا ہی تو انہیں پر۔ نہ یزید و معاویہ و شمر وغیرہ پر۔

مگر افسوس ہی تو اسکا کہ مولوی شبلی صاحب نے یہ واقعہ ایسا لکھا ہی جس سے اسدرجہ اہلسنت نادم ہیں کہ باوجودیکہ صحیح بخاری میں چار یا پانچ جگہ اسکو عزت دیگئی ہی اور صحیح مسلم نے بھی اسکو لکھا ہی مگر یہ ایسی حدیث ہی کہ علمای اہلسنت میں جو لوگ کچھ بھی سمجھدار تھے انہوں نے اسکو موضوع قرار دیا۔ پھر کیسی افسوس کی بات ہی کہ مولوی شبلی صاحب اُس حدیث سے عمر صاحب کی تعریف کیا چاہتی ہیں جس سے بجائے اسلام انکا کفر و نفاق ظاہر ہوا اور پھر وہ علمای اہلسنت کے نزدیک موضوع بھی ہو۔

مولوی شبلی صاحب اگر درحقیقت مسلمان ہوتے یا کچھ بھی عقل سلیم سے حصہ رکھتے تو ایسی حدیث نہ لاتے جس سے انکا ہیرو قعر جہنم میں گر رہا ہی۔ کیونکہ یہ ایسی حدیث ہی جس نے اسلام عمر کا پردہ فاش کر دیا اور تمام عالم کو معلوم ہو گیا ہرگز عمر صاحب کو کوئی حصہ اسلام سے نہیں نصیب ہوا تھا۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں تین جگہ آئی ہی مگر پوری بحث اسکی کتاب التفسیر میں لکھی گئی ہی اصل حدیث یہ ہی

مجمع بحار الانوار میں ہی و فی حدیث المتعۃ لولا نہیہ عنہا ما احتاج الی الزنا الا شقا ای الا قلیلا من الناس و قیل لا شقا ای الا ان تشفی ای یشرف علی الزنا ولا یواقعہ صفحہ ۲۰۳ جلد ۲

یعنی حضرت ابن عباس نے فرمایا متعہ خدا کی طرف سے رحمت تھی جس سے خدا نے اس امت پر رحم کیا اگر منع کرتے عمر اُس سے تو زنا کا محتاج نہوتا مگر بہت ہی کم۔

اور مجمع البحار میں ہی کہ بہت کم لوگ زنا کرتے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہی زنا کرتا جسکی یہی نیت ہوتی

اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ عمر صاحب کے اس حکم ناجائز نے نہ صرف زناکاری کو عام طور پر مسلمانوں میں رائج کیا بلکہ خدا کی رحمت کو دنیا سے اُٹھا دیا جس سے اگر اور ممالک بعیدہ کا آپ غور نہیں کر سکتے تو صرف ہندوستان ہی میں دیکھئے کہ کتنی بیبیاں اور عورتیں سُنی مذہب کی بالفعل جو اس فعل شنیع کے لئے دو پیسے سے ہزار روپیہ تک تیار ہیں اور متعہ کو کہیے تو لاکھ روپیہ دیں پر بھی شاید راضی نہوں۔

(۵) عمر صاحب نے جو اپنے احکام میں بالخصوص عورتوں کی حق تلفی کی ہے اُسکا ایک ثبوت یہ ہے ازالۃ الخفا میں ہے ابو بکر عن القاسم بن محمد فی امرأۃ زارت البیت یوم النحر ثم حاضت قبل النفر قال رحم اللہ عمر کان اصحاب محمد یقولون قد فرغت الا عمر انہ کان

عن ابن عمر انہ قال لما توفی عبد اللہ بن ابی جاء ابنہ عبد اللہ بن عبد اللہ الی رسول اللہ فاعطاہ قمیصہ و امرہ ان یکفنہ فیہ ثم قام یصلی علیہ فاخذ عمر بن الخطاب بثوبہ فقال اتصلی علیہ و ھو منافق وقد نہاک اللہ ان تستغفر لہم قال انما خیرنی اللہ فقال استغفر لہم او لا تستغفر لہم ان تستغفر لہم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہم وقال سازید علی سبعین قال فصلی علیہ رسول اللہ و صلینا معہ ثم انزل علیہ ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انہم کفروا باللہ و رسولہ و ماتوا وھم فاسقون صفحہ فتح الباری جز ۸ تفسیر

خلاصہ یہ کہ عبد اللہ بن ابی منافق تھا اُسکا بیٹا جسکا نام بھی عبد اللہ تھا مسلمان تھا وہ حضرت سے استدعا کی کہ آپ اپنا لباس اُسکے کفن کو عنایت کریں حضرت نے اپنا قمیص اُسکو دیا جسمیں اُسکو کفن دیا گیا پھر اُسپر حضرت نے نماز پڑھنی چاہی تو عمر نے حضرت کا کپڑا پکڑ کر گھسیٹ لیا اور کہا کہ آپ اس شخص پر نماز پڑھتے ہیں جو منافق تھا حالانکہ خدا نے آپ کو منع کیا ہے حضرت نے فرمایا خدا نے ہم کو اختیار دیا ہے کہ استغفار کریں یا نہ کریں اگر ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو خدا اُنکو نہ بخشیگا پھر فرمایا ہم اسپر زیادہ کرینگے آخر حضرت نے اُسپر نماز پڑھی اور سب نے پڑھی پھر یہ آیہ نازل ہوئی کہ ان لوگوں میں کسی پر نماز نہ پڑھو اور نہ کھڑے ہو انکی قبر پر کہ انہوں نے کفر کیا خدا اور رسول کے ساتھ اور وہ سب فاسق مرے۔

یہ حدیث صحیح بخاری ہی جسنے ہر ہر فقرہ پر علمائے اہلسنت کو وہ وہ مصیبتیں دکھائی ہیں کہ قیامت اس سے نکلنا ہے

يقول يكون اخر عهدها بالبيت قلت ترك اهل العلم قول عمر ههنا لما ثبت عندهم من قصة صفية وغيرها صفحہ ۱۰۶ مقصد دوم - یعنی جس عورت نے روز نحر زیارت خانۂ کعبہ کی پھر حائض ہوئی تو تمامی اصحاب کا یہ فتوے تھا کہ اُسکا حج پورا ہوگیا عمر کہتے تھے کہ جب تک پھر طواف خانۂ کعبہ نہ کرے تب حج اُسکا ناتمام رہیگا۔ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ تمامی اہل علم نے اس قول عمر کو ترک کردیا ہی کیونکہ قصۂ صفیہ وغیرہ سے اسکے خلاف ثابت ہی۔

کہیے کہاں تو یہ کہا جاتا ہی کہ عمر صاحب ہر بات میں اجماع کے تابع تھے اور یہاں تمامی صحابہ کی خلاف رای رکھتے تھی کہ حج اُس عورت کا ناتمام ہے۔ شکر خدا کہ اہلسنت نے اس فتوے کو عمر صاحب کے باطل کردیا ورنہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ عورتوں پر کیا مصیبت نازل ہوتی مگر یہ تو بخوبی ثابت ہوا کہ جو خیال اپنا عمر صاحب نے دربارۂ نسوان ظاہر کیا تھا کہ یہ کوئی چیز نہیں ہیں آپ سیر مدۃ العمر باقی رہی۔

(۶) حالة عن ابي الغطفان المري ان اباه طريفا تزوج امرأة وهو محرم فرد عمر نكاحه صفحہ ۱۰۶ یعنی طریف نامے ایک شخص نے حالت احرام میں ایک عورت سے نکاح کیا تو عمر صاحب نے اُس نکاح کو باطل کردیا حالانکہ خود صحیح بخاری میں ہی باب نکاح المحرم ۔ انبأنا ابن عباس تزوج النبی صلعم وهو

سکتے اور وہ تحقیں برپا ہیں کہ بجز انکار صحت روایت کوئی چلہ اُنکو نہیں ہا۔

کیونکہ باب الکفن میں جو حدیث بخاری نے لکھی ہی وہ اس طرح ہی عن عبد الله بن عمر ان عبد الله بن ابي لما توفي جاء ابنه الى النبي صلعم فقال اعطني قميصك اكفنه فيه وصل عليه واستغفر له فاعطاه قميصه فقال اذني اصلي عليه فاذنه فلما اراد ان يصلي عليه جذبه عمر۔

یہ حدیث اُس حدیث کی معارض ہی جو سابق مرقوم ہوئی کیونکہ اس حدیث میں عبد اللہ نے آکر استدعا کی ہی کہ قمیص عنایت ہو اور حدیث سابق میں خود حضرت کا بلا استدعا عنایت فرمانا مذکور ہی۔

اس حدیث میں عبد اللہ نے تمنا ظاہر کی ہی کہ ہم آپکی قمیص کو اُسکی کفن میں دیں اور حدیث سابق میں خود حضرت نے حکم دیا ہی کہ اسکا کفن دو۔

حدیث سابق میں خود حضرت کا نماز کو اُٹھ کھڑا ہونا مذکور ہی اور اس حدیث میں حضرت نے فرمایا کہ ہمکو خبر دینا جب خبر دی آپ تشریف لائے ہیں اور نماز کے لیے کھڑے ہوئے ہیں۔

یہ سب اختلافات ابھی بجائے خود تھی کہ بخاری اسی باب میں تیسری روایت لائے ہیں جو سب سے مخالف ہے۔ حدثنا مالك بن اسمعيل قال حدثنا ابن عيينه عن سمع جابرا اتى عبد الله بن ابي بعدما دفن فاخرجه فنفث فيه من ريقه والبسه قميصه یعنی جابر بیان کرتے ہیں یعنی حضرت بعد دفن ابی تشریف لائے تو آپنے اُسکو قبر سے نکلوایا اور لعاب دہن اُسکے منہ میں ڈالا اور اپنا قمیص پہنایا۔

صحیح مرقث جلد ۵ فتح الباری۔ کہ حضرت نے خود حالت احرام میں نکاح کیا۔ نکاح اگرچہ ہر مذہب و ملت میں جاری ہے مگر شریعت سہلہ سمحہ سلام نے اسکو ایک ایسی نعمت قرار دی ہے کہ بجز اسلام کوئی مذہب اس آزادی اور حریت کا دعویٰ نہیں کرسکتا کیونکہ خداوند عالم نے صاف طور پر قرآن میں فرمایا ہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء یعنی جو عورتیں تمکو پسند آئیں انسے نکاح کرلو اور فرمایا لھن مثل الذی علیھن بالمعروف یعنی جو حقوق عورتوں پر مردوں کے ہیں وہی حقوق عورتوں کے مردوں پر ہیں مرد و عورت کے حقوق مساوی ہیں اسی اصول پر خدا اور رسول نے ہر مرد و عورت کو یہ حق عطا کیا کہ وہ اپنی رضا اور رغبت سے عقد کریں اسلئے نہ ولی کی ضرورت رکھی نہ شاہد کی نہ بجز اسلام کسی امر کو کفو قرار دیا بلکہ ہر مرد مومن کفو ہے زن مومنہ کی کہ جو مرد مومن جس عورت مومنہ کو پسند کرے اور وہ راضی ہو تو دونوں میں عقد ہوسکتا ہے نہ کفو کی ضرورت ہے نہ ولی کی بلا اجازت عقد نہیں ہوسکتا اس نعمت عظمیٰ کو جس پر اسلام فخر کرتا تھا خلیفہ دوم نے یوں مٹایا۔

(۷) ابوبکر عن ابراھیم بن محمد بن طلحہ قال عمر لامنعن فروج ذوات الاحساب من النساء الا من الاکفاء قلت وجہ التطبیق ان الکفاءۃ حق الزوجۃ وولیھا فلا یلزمھا العار فان اسقطا حقھما لرعایۃ المصلحۃ دینیۃ فذلک محبوب عندنا ص ۱۰ ازالۃ الخفا یعنی عمر نے کہا کہ ہم ضرور منع کرینگے صاحبان حسب عورتوں کو کہ غیر کفو سے نکاح نہ کریں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ کفو ہونا حق زوجہ ہے اور اسکے ولی کا

پھر فرمائیں کہ کس حدیث پر ایمان لایا جائے۔ عبداللہ کی استدعا تسلیم کیجائے جو ایک عقلی بات ہے کیونکہ باپ منافق تھا اس لئے بیٹے نے چاہا کہ اس ذریعہ سے اسکی مغفرت ہو۔ یا یہ مانا جائے کہ حضرت نے از خود اسکو قمیص پہنایا۔ یا یہ مانا جائے کہ حضرت بعد دفن تشریف لائے اور قبر سے نکلوا کر اسکو اپنا قمیص دیا اور لعاب دہن منہ میں ڈالا۔

اس مانہ کو علمائے اہلسنت کو اسکا نتیجہ کیا معلوم ہوسکتا ہے مگر ابن حجر اس حدیث باب الکفن کی شرح میں لکھتے ہیں ص ۱۵۶ جلد اول۔

وسیاتی الکلام علی حدیث عبداللہ بن عمر فی قصۃ عبداللہ بن ابی فی تفسیر براءۃ ان شاء اللہ تعالی ونذکر فیہ جواب الاشکال الواقع فی قول عمر للنبی صلی اللہ قد نھاک ان تصلی علی المنافقین مع ان نزول قولہ تعالی ولا تصل علی احد منھم مات ابدا کان بعد ذلک کما سیاتی فی سیاق حدیث الباب حیث قال فنزلت ولا تصل ومحصل الجواب ان عمر فھم من قولہ فلن یغفر اللہ لھم منع الصلوۃ علیھم فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لا منع وان الرجاء لم

حالانکہ یہ آیہ ولا تصل علی احد منھم مات ابدا اسکے بعد نازل ہوا ہے جیسا کہ اسی حدیث میں ہے کہ بعد اسکے آیہ نازل ہوا (تو خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ ابھی تک یہ آیہ نازل ہی نہوا تھا پھر عمر کو کیونکر معلوم ہوا جو حضرت پر اعتراض کرنے لگے کہ خدا نے تو آپکو ان پر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ یہ خلاصہ اعتراض ہے۔ اس حدیث پر اسکا جواب ابن حجر یہ دیتے ہیں) اور محصل جواب یہ ہے کہ عمر نے آیہ فلن یغفر اللہ لھم سے یہ سمجھا کہ خدا نے آپکو نماز پڑھنے سے ہی منع کیا ہے جسپر حضرت نے سمجھایا کہ منع نہیں ہے

تاکہ عامہ آئی پس اگر کسی مصلحت دنیہ سے اس حق کو ساقط کردیں تو یہ بہتر ہے اہل انصاف غور کریں کہ اسمیں کسطرح کی
حق تلفی کیگئی ہے تمامی اہل اسلام کی کہ عمر صاحب نے نکاح میں کفو کی شرط بڑھادی حالانکہ خدا فرماتا ہے وھو الذی
خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصھرا وکان ربک قدیرا۔ اور **صحیح بخاری** میں ایک خاص باب یہی اسکا
باب باندھا گیا ہے باب الاکفاء فی الدین یعنی کفو ہونا صرف دین میں ہے۔ کفو کے معنی برابر ہونیکے ہیں تو اسلام نے
صرف ایمانی مساوات خیال کیا ہے اور کسی امر کو نہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں لم یثبت فی اعتبار الکفاءۃ
بالنسب حدیث ص۱۰۴ جلد ۵ یعنی نسبی کفاوت کی نسبت کوئی حدیث نہیں وارد ہے۔ اور خود صحیح بخاری میں ہے عن
ابی ھریرۃ عن النبی قال تنکح المرءۃ لاربع لمالھا ولحسبھا وجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک
ص۱۰۴ فتح الباری جلد ۵ یعنی حضرت نے فرمایا عورتوں سے نکاح چار غرض سے ہوتا ہے ایک بخیال مال دوسرے بخیال حسب
(شرف خاندانی) تیسرے بخیال حسن جمال چوتھے بخیال دین۔ تو اسی کا خیال کرنا چاہیے چنانچہ دوسری حدیث میں ہے
ولکن تزوجوھن علی الدین ولامۃ سوداء ذات دین افضل۔ فتح الباری۔ یعنی صرف دینداری
کے خیال سے نکاح کیا کرو سیاہ لونڈی صاحب دین افضل ہے ان سب کے مقابلہ میں عمر صاحب کا کہنا کہ ہم خاندانی
عورتوں کے نکاح کو منع کرینگے کہ اپنے غیر کفو سے عقد نہ کریں۔ کیا دین اسلام کی اس حریت و آزادی کا مٹانیوالا نہیں ہے

ینقطع بعد ثم ان ظاھر قولہ فی حدیث جابر اتی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن ابی بعد ما دفن
فاخرجہ فنفث فیہ من ریقہ والبسہ قمیصہ
مخالف لقولہ فی حدیث ابن عمر لما مات عبد اللہ
بن ابی جاء ابنہ فقال یا رسول اللہ اعطنی
قمیصک اکفنہ فیہ فاعطاہ قمیصہ وقال اذنی
اصلی علیہ فآذنہ فلما اراد ان یصلی علیہ جذبہ
عمر الحدیث وقد جمع بینھما بان معنی قولہ فی
حدیث ابن عمر فاعطاہ ای انعم لہ بذلک فاطلق
علی العدۃ اسم العطیۃ مجازا لتحقق وقوعھا
کذا قولہ فی حدیث جابر بعد ما دفن عبد اللہ بن
ابی ای دلی فی حفرتہ وکان اھل عبد اللہ بن ابی
خشوا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم المشقۃ فی حضورہ
فبادروا الی تجھیزہ قبل وصول النبی صلی اللہ علیہ

اور امید ہے زبانی ہے یہ مختصر حدیث جابر جو اسی باب میں ہے
اسپر دلالت کرتی ہے کہ حضرت بعد دفن آبی تشریف لائے
جبکہ اسکا مردہ قبر سے نکالا گیا بعد دفن اور حضرت نے اُسکو
منہ میں لعاب دہن دیا اور اپنا قمیص پہنایا۔ یہ حدیث مخالف
ہے حدیث سابق کے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب
عبد اللہ مرگیا ہے تو اُسنے کہا یا حضرت اپنا قمیص عنایت
فرمایئے کہ اُسکو کفن دوں چنانچہ حضرت نے اپنا قمیص دیا اور
فرمایا کہ ہمکو خبر دینا کہ ہم اسپر نماز پڑھیں گے چنانچہ
اُسنے خبر دی اور حضرت تشریف لے گئے جب نماز پڑھنے لگے
تو عمر نے دامن کھینچا جس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ حدیث
پہلی حدیث کے معارض ہے ابن حجر لکھتے ہیں کہ دونوں
حدیثوں میں یوں جمع کیا گیا ہے کہ حدیث ابن عمر میں جو
ہے کہ حضرت نے اپنا قمیص دیا تو مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت
نے وعدہ کیا تھا۔ وعدہ کرنیکو اسطرح بیان کیا کہ حضرت نے

جسپر اسلام کو فخر ہی۔ دوسری حدیث اُسی صحیح بخاری میں یہ ہی عن سہل قال مر رجل علی رسول اللہ صلعم فقال ما تقولون فی ہذا قالوا حری ان خطب ان ینکح وان شفع ان یشفع وان قال ان یسمع قال ثم سکت فمر رجل من فقراء المسلمین فقال ما تقولون فی ہذا قالوا حری ان خطب ان لا ینکح وان شفع ان لا یشفع وان قال ان لا تسمع فقال رسول اللہ صلعم ہذا خیر من ملاء الارض مثل ہذا یعنی حضرت کی سامنی سی ایک مرد جو اشراف ناس سی تھا گزرا تو حضرت نی پوچھا اسکی بارہ میں کیا کہتی ہو لوگوں نے کہا یہ اس قابل ہی کہ اگر عقد کی خواستگاری کری تو اُسکو قبول کرنا چاہئی اور اگر کسی کی شفاعت کری تو اُسکو ماننا چاہئی اور اگر کوئی بات کہی تو اسکو سُننا چاہئی حضرت اُنکا یہ کلام سُنکر خاموش ہو رہی پھر ایک دوسرا شخص گزرا جو فقراء مسلمین سے تھا حضرت نی اسی سوال کیا تو صحابہ نی جواب دیا نہ اسکی خواستگاری عقد کو قبول کرنا چاہئی نہ اسکی سفارش ماننا چاہئی نہ اسکی بات سُننا چاہئی۔ حضرت نی فرمایا یہ شخص بہتر ہی تمامی روی زمین سی اگر بھری ہو اُس مالدار ایسے شخص سی۔ دیکھئی یہ حضرت کی تعلیم ہی اور وہ صحابہ کا خیال کہ مالدار کو سب پر ترجیح دی رہی ہیں اُسی خیال کا اثر یہ خلیفہ دوم اپنی عہد خلافت میں اسطرح اُتار رہی ہیں کہ خاندانی اور مالدار اشراف کی عورتوں کا نکاح وہ روکی ہوئی ہیں پھر تباہی خلیفہ دوم اپنی شریعت خاص کی مروج ہو یا شریعت اسلام کی اور کسطرح کی حق تلفی اس سے مرد و عورت دونوں کی ہو رہی ہی۔

وسلم قبلها وصلی علیہ ثم قد دلوہ فی حفرتہ فامر بلخواجہ اعجاز الوعد فی تکفینہ فی القمیص والصلوٰۃ علیہ واللہ اعلم وقیل اعطاہ صلی اللہ علیہ وسلم احد قمیصہ اولا ثم لما حضر اعطاہ الثانی بسوال ولدہ وفی الاکلیل للحاکم ما یوید ذلک وقیل لیس فی حدیث جابر دلالۃ علی انہ البسہ قمیصہ بعد اخراجہ من القبر لان لفظہ فوضعہ علی رکبتیہ والبسہ قمیصہ والواو لا ترتب فلعلہ اراد ان یذکر ما وقع فی الجملۃ من اکرامہ لہ من غیر ارادۃ ترتیب وسیاق فی الجہاد ذکر السبب فی اعطاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم قمیصہ لعبد اللہ بن ابی وبقیۃ القصۃ فی التفسیر صفحہ ۱۵۸ جلد اول

دیا کیونکہ اسکے بعد حضرت نی دیا بھی تو مجازاً اُسکو کہا کہ دیا۔ غرض یہ کہ پہلی حدیث میں دینے کا لفظ غلط ہی۔
اور حدیث جابر میں جو یہ بیان ہی کہ حضرت بعد دفن اسکی تشریف لیگئی اور بعد دفن اُسکو نکلوا کر نماز پڑھی تو اس سی یہ مراد ہی کہ ابھی دفن نہیں ہوا تھا بلکہ قبر میں اُتار گیا تھا۔ کیونکہ عبد اللہ وغیرہ کو خوف تھا حضرت کو تشریف لانے میں مشقت ہوگی اسلئی چاہا کہ دفن کر دیں گہ اتنے میں حضرت تشریف لائی تو ابھی دفن نہیں ہونے پایا بلکہ قبر میں اُتارا گیا تھا کہ حضرت نی نکلوایا کیونکہ حضرت کو اپنا وعدہ پورا کرنا

تھا کہ اُسکو قمیص دیں اور اُسپر نماز پڑھیں۔
دوسری توجیہ یہ بیان کیگئی ہی کہ حضرت نے دو مرتبہ اپنا قمیص دیا ایک دفعہ مطابق روایت ابن عمر جب عبد اللہ مر گیا ہی تب دیا دوسری دفعہ مطابق روایت جابر جب آپ وہاں تشریف لیگئی تو قبر سی نکالکر قمیص دیا اور اسکی نماز کی تائید کی

اب اسکو دیکھو کہ خلیفۂ دوم کی ایجاد کس درجہ اہلسنت کی یہاں مطبوع ہوئی فتح الباری میں ہے وقد جزم بان اعتبار الکفاءۃ مختص بالدین مالک ونقل عن ابن عمر وابن مسعود ومن التابعین عن محمد بن سیرین وعمر ابن عبد العزیز واعتبر الکفاءۃ فی النسب الجمہور وقال ابوحنیفۃ قریش اکفاء بعضہم بعضاً والعرب کذلک ولیس احد من العرب کف لقریش کما لیس احد من العرب کفاء للعرب وھو وجہ للشافعیۃ وتصحیح تقدیم بنی ہاشم والمطلب علی غیرھم ومن عدا ھؤلاء اکفاء بعضہم لبعض وقال النووی اذا انکح المولی العربیۃ یفسخ النکاح وبہ قال احمد فی روایۃ وتوسط الشافعی فقال لیس نکاح الاکفاء حراما فارد بہ النکاح وانما ھو تقصیر بالمرءۃ والاولیاء فاذا رضوا صح ویکون حقا لہم ترکوہ فلو رضوا الا واحد فلہ فسخہ وذکران المعنی فی اشتراط الولایۃ فی النکاح کیلا یضیع المرءۃ نفسہا فی غیر کف انتہی ولم یثبت فی اعتبار الکفاء بالنسب حدیث جلد ۵ صفحہ ۱۴۲
یعنی ائمہ اربعہ سے صرف مالک تو اسکے قائل ہیں کہ دین ہی معتبر ہے کفو میں اور ابن عمر و ابن مسعود سے بھی یہی منقول ہے اور تابعین سے محمد بن سیرین و عمرو بن عبد العزیز (خلیفہ) بھی اسی کے قائل تھے۔ باقی جمہور علما اسکے قائل ہیں کہ کفو فی النسب ضروری ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا قریش باخود باکفو ہیں اور عرب سے کوئی شخص بھی قریش کا کفو نہیں ہے

روایت حاکم جو اکلیل میں ہے اور کہا گیا ہے کہ روایت جابر سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ حضرت نے بعد دفن اسکو نکلوایا کیونکہ لفظ حدیث یہ ہے کہ حضرت نے اسکو اپنے دونو زانو پر بٹھلایا اور قمیص پہنایا اور واو ترتیب کے لئے نہیں پس شاید اسکا یہ مقصود ہو کہ بیان کرے اُس اکرام کو جو حضرت سے واقع ہوا مجموعی طریقہ پر نہ بغرض ترتیب اور قریب ہے کہ آئے کتاب الجہاد میں وجہ اسکی کہ حضرت نے کیوں یہ قمیص دیا اور بقیہ قصہ کتاب التفسیر میں بیان ہوگا۔
ابن حجر نے روایت جابر میں جو تاویل کی ہے اُسکا بطلان تو خود روایت مذکورہ سے بدیہی ہے قال اتی النبی عبد اللہ بن ابی بعد ما دفن فاخرجہ فنفث فیہ من ریقہ والبسہ قمیصہ۔
کہ حضرت بعد دفن تشریف لائے اور اُسکو نکالا اور لعاب دہن دیا اور قمیص پہنایا۔ پھر کس احمق کو اس میں شک رہ سکتا ہے کہ یہ کارروائی بعد دفن ہوئی قبر سے نکالکر
ناظرین کو معلوم ہوگا کہ اس روایت پر کسقدر اعتراضات خود وہی علمائے اہلسنت کر رہے ہیں جو بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب الباری بھی مانتے ہیں جسکا نتیجہ بعد اسکے کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اقرار کریں یہ حدیث موضوع ہے چنانچہ تصریحیں اُنکی عنقریب لکھتا ہوں۔ مگر یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے کہ جب حضرت کی اس اہتمام تلم نے کہ خود حضرت نے ابی مذکور کو گود میں لیا۔ زانو پر بٹھایا لعاب دہن اُسکے مُنہ میں یا دہن پر ڈالا قمیص اپنا پہنایا خود نماز پڑھی اور دفن کیا۔ اسپر بھی بوجہ نفاق وہ قابل مغفرت نہوا۔ تو شیخین صرف دفن سے جوار رسول میں جو یقیناً غصبی زمین ہے اُنکے لئے کیونکر قابل مغفرت ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح جو مشہور ہے کہ معویہ نے حضرت کا

جیسا کہ عرب کا کفو غیر عرب نہیں ہے اور شافعیہ کی بھی ایک وجہ یہی ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب مقدم ہیں غیر پر۔ اور انکے سوا جو لوگ ہیں وہ بعض کے بعض کفو ہیں۔

ثوری کہتے ہیں کہ اگر کوئی غلام (آزاد کردہ یا غیر آزاد) کسی عرب کی عورت سے نکاح کرے تو وہ نکاح باطل ہے مگر شافعی نے راہ وسط اختیار کی کہ کہتے ہیں کہ حرام نہیں ہے جس سے نکاح باطل کیا جائے بلکہ اسمیں نقصان ہے عورت کا اور اولیا کا اگر وہ راضی ہوں تو صحیح ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنا حق چھوڑ دیا۔ اور اگر ایک شخص بھی ان میں راضی نہو تو نکاح فسخ ہو سکتا ہے اور شرط ولایت کی یہی غرض ہے کہ عورت اپنے نفس کو غیر کفو کے ہاتھ میں دیکر ضائع نہ کرے۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ نسبی کفو کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے انتہےٰ۔

اب ایکطرف خدا کو دیکھیے پھر علم رسول کو جو ابھی صحیح بخاری سے مذکور ہوا پھر حضرت کا طرز عمل کو کہ آپنے کیسی کیسی عزیز و اقربا عورتوں کو غیر قریش بلکہ غلاموں سے عقد کر کے اس مساوات و حریت کو رائج کیا اور دوسری طرف عمر صاحب نے اپنی شریعت جاری کی کہ کفو کو شرط نکاح قرار دیا اور پھر علماے اہلسنت نے اسپر یہ ترقی کی کہ بجز مالک تمامی علما اسی کے قائل ہوے جو عمر صاحب نے شریعت نبوی پر اصلاح دی تھی یہانتک کہ ثوری تو اسکے قائل ہوے کہ وہ نکاح ہی صحیح نہیں جس میں کفو کا خیال نہو۔

ناخن کاٹ کر زیر ہے اور موے شریف اپنے منہ ناک میں ڈلوایا تھا تو اس سے کیونکر مغفرت اسکی ممکن ہے کیونکہ یہ کل امور تو بعد ایمان کے ہیں بلکہ ممکن ہے کہ حضرت نے ان سب امور کو اسی غرض سے کیا ہو کہ انکو تنبیہ ہو ہمارے ظاہری اخلاق ظاہری برتاو سے تم دھوکا نہ کھاؤ اپنا ایمان درست کرو کہ اگر ایمان نہیں ہے تو نہ ہمارا قمیص فائدہ دیگا نہ ہمارے پہلو میں سونا اور دفن ہونا۔

اب ہم اس تحقیقات کو دیکھیے جسکا وعدہ ابن حجر نے کیا ہے کہ ہم کتاب التفسیر میں لکھیں گے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۲ جلد ۴ بخوف طوالت صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی باپ بیٹے ہیں۔ عبد اللہ بن ابی جو باپ ہے وہ منافق تھا بیٹا اسکا عبد اللہ من فضلاء الصحابۃ وشہد بدرا وما بعدھا واستشھد یوم الیمامۃ بزرگان صحابہ سے تھا جو جنگ بدر میں بھی حضرت کے شریک تھا اور بعد اسکے کل غزوات میں شریک تھا جنگ یمامہ میں مارا گیا ومن مناقبہ انہ بلغہ بعض مقالات ابیہ فجاء الی النبیؐ یستاذنہ فی قتلہ قال بل حسن صحبتہ۔

اس عبد اللہ کے مناقب سے ہے کہ جب اپنے باپ کی منافقانہ کلمات سے مطلع ہوا تو وہ خدمت رسول میں حاضر ہوا اور اجازت چاہی کہ ہم اسکو قتل کر ڈالیں حضرت نے منع فرمایا اور کہا اسکے ساتھ حسن صحبت کرنا چاہیے اور برتاو نیک (اہلسنت اسی سے سمجھ لیں کہ حضرت کا برتاو منافقوں کے ساتھ کیسا تھا)

عبد اللہ بن ابی منافق جب بیمار ہوا تو حضرت خود اسکی عیادت کو تشریف لیگئے اور کچھ باتیں کیں جسپر اسنے عرض کیا کہ جو آپ کی باتیں سمجھیں ہمپر احسان کیجیے کہ اپنی قمیص میں ہمکو کفن دیجیے اور نماز جنازہ پڑھیے۔

یہاں سے انکو اسکی وجہ بھی معلوم ہوئی ہوگی کہ اہلسنت میں ابو حنیفہ و احمد بن حنبل کے مذہب نے بخلاف شافعی و مالکی کیوں زیادہ رواج پایا۔ اسی وجہ سے کہ حنفی وغیرہ عمر صاحب کی تقلید زیادہ کرتے تھے اور حدیث رسول کو اسکے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں سمجھتے۔

مولوی شبلی صاحب الفاروق میں لکھتے ہیں "معاملات میں حضرت عمر نے زمانہ اور حالات کی ضرورتوں سے بہت سے نئے قاعدے وضع کیے جو آج فقہ حنفی میں بکثرت موجود ہیں۔ برخلاف اسکے امام شافعی کو یہاں تک کد ہے کہ ترتیب فوج تعیین شعار تحصیل محاصل وغیرہ کے متعلق بھی وہ آنحضرت کے اقوال کو تشریعی قرار دیتے ہیں اور حضرت عمر کے افعال کی نسبت کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے سامنے کسی کے قول و فعل کی کچھ اصل نہیں" صفحہ ۲۳۸

اس قول کو دیکھکر اہلسنت خود تصفیہ کر لیں کہ انکا مذہب کس اصول پر ہے کیونکہ مولوی شبلی صاحب نے بتصریح اقرار کیا عمر صاحب نے نئے قاعدے مقرر کیے۔ یعنی آیہ الیوم اکملت لکم دینکم غلط ہے۔
پھر اسکا بھی اقرار کیا کہ فقہ حنفی میں یہی قواعد موجود ہیں یہی وجہ مقبولیت ہے کہ مذہب حنفی نے زیادہ رواج پایا۔
پھر اسکا بھی اقرار کیا کہ شافعی ہر فعل میں اتباع رسول کو ضروری سمجھتے ہیں جسکا شاہد قرآن کا آیہ ولکم فی رسول اللہ اسوة حسنہ ہے اور اسی وجہ سے یہ مذہب اہلسنت کے یہاں مردود ہے کہ سارے ہندوستان میں ایک شافعی بھی ملیگا

عبداللہ کا مقصد اس سے یہ تھا کہ ان افعال سے پھر اہل اسلام اسکی اولاد و قوم و قبیلہ پر اسکا طعن نہ کرینگے کہ وہ منافق تھا حضرت نے اسکے التماس کو قبول کیا۔
جب حضرت نماز جنازہ پڑھنے کھڑے ہوئے فقام عمر فاخذ بثوب رسول اللہ فقال یا رسول اللہ اتصلی علیہ وقد نہاک ربک ان تصلی علیہ (یہ عبارت صحیح بخاری ہے) تو عمر نے حضرت کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ یا حضرت آپ اسپر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ خدا نے آپ کو اسپر نماز پڑھنے سے منع کیا۔
وقد استشکل جدا حتی اقدم بعضہم فقال ھذا وھم من بعض رواتہ وعاکسہ علیہ غیرہم ان عمر اطلع علی نہی خاص فی ذلک وقال القرطبی لعل ذلک وقع فی خاطر عمر فیکون من قبیل الالہام ویحتمل ان یکون فہم ذلک من قولہ ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین۔
یعنی اس روایت پر نہایت ہی سخت اشکال ہے جس سے بعض علما تو اسکے قائل ہوئے کہ یہاں راویوں سے وہم ہوا (یعنی روایت غلط ہے) بعض نے بالکل اسکے برعکس کام کیا اور کہا کہ عمر کو نہی خاص پر اطلاع ہوگئی (یعنی حضرت کو یہ حکم نہیں معلوم تھا اور عمر کو معلوم ہوگیا۔ پھر بتائیے اب نبی انکا کون ہے کیونکہ حضرت کو تو معلوم نہیں اور عمر کو معلوم تو نبی یہی ہوئے) کہا قرطبی نے کہ شاید یہ بات عمر کے دل میں آئی تو از قبیل الہام ہوگا (یعنی وحی نہیں آئی بلکہ الہام ہوا) اور یہ بھی ممکن ہے کہ آیہ ما کان للنبی سے عمر نے یہ مطلب سمجھا ہو (اور رسول اللہ نہ سمجھے ہوں)۔
اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان لوگوں کا کیا دین ہے کیا مذہب جو اسکے قائل ہیں عمر کو الہام ہوا اور رسول کو کچھ نہ معلوم ہوا مگر اسپر نہ غور کیا کہ عمر نے حضرت پر کیسا اتہام کیا کہ نہاک ربک کہا حالانکہ بتصریح قرطبی وغیرہ معلوم ہوا کہ حضرت کو کسی طرح اس نہی کی پہلے سے اطلاع نہ تھی کیونکہ الہام تو ہوا عمر کو۔

شافعی کو جو استعداد اتباع سنت رسول اللہ صلعم کی لدھتی تھی تو اسکی وجہ بھی یہی تھی کہ وہ مطلبی تھے یعنی حضرت عبد المطلب کی اولاد سے جو رسول اللہ کے اعمام سے تھے اور حضرت نے بنی ہاشم و بنی مطلب کو ایک حکم میں قرار دیا تھا لہذا وہی خاندانی اثر اسکا باعث تھا ورنہ آپنے دیکھ لیا کہ جن لوگوں کو خاندانی تعلق رسول اللہ سے نہیں ہے وہ تمامتر حضرت کے خلاف رفتار کرتے ہیں۔

(۸) **مسئلۂ ولایت** - اب آپ مسئلۂ ولایت پر کہ عمر صاحب نے مسئلۂ کفاءت کے بعد اسلام کی اس نعمت عظمیٰ کو کہ تمام مرد و زن اپنے معاملات میں آزاد ہیں کسطرح باطل کیا ازالۃ الخفا میں ہے

ابوبکر عن عبد الرحمن بن سعید ان عمر رد نکاح امرءۃ نکحت بغیر اذن ولیہا۔	(۱) عمر نے اس عورت کو نکاح سے باطل کر دیا جو بغیر اذن ولی ہوا تھا۔
ابوبکر عن طاؤس عن عمر قال لا نکاح الا بولی	(۲) عمر کہتے تھے نکاح بلا ولی نہیں ہو سکتا۔
ابوبکر عن عمرو بن ابی سفیان قال عمر لا تنکح المرءۃ الا باذن ولیہا وان نکحت عشرۃ او باذن سلطان۔	(۳) عمر کہتے تھے کوئی عورت بلا اذن ولی نکاح نہیں کر سکتی اگرچہ دس نکاح کرے۔ یا اذن سلطان ہو۔
ابوبکر عن طاؤس انی عمر بامرءۃ قد حملت فقالت	(۴) عمر کے پاس ایک حاملہ عورت لائی گئی جسکا نکاح ہ

خود ابن حجر لکھتے ہیں قلت الثانی یعنی ما قالہ القرطبی اقرب من الاول لانہ لم یتقدم النہی عن الصلوٰۃ علی المنافقین بدلیل انہ قال فی آخر ہذا الحدیث قال فانزل اللہ ولا تصل علی احد منہم والذی یظہر ان فی روایۃ الباب تجوزا بینتہ الروایۃ التی فی الباب بعدہ من وجہ آخر۔

میں کہتا ہوں کہ قرطبی نے جو کہا ہے کہ عمر کو الہام ہوا وہی قریب ہے کیونکہ قبل اسکے حضرت پر کوئی حکم اس بارے میں نہیں نازل ہوا تھا کہ آپ منافقین پر نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ خود اسی روایت میں ہے کہ اس کے بعد آیہ ولا تصل علی احد منہم نازل ہوا اور ظاہر یہ ہے کہ روایت میں مجاز ہے جیسا کہ دوسری سے ظاہر ہے۔

علمائے اہلسنت کو عجیب طرح کی مصیبت پیش آ رہی ہے کہ ایک طرف چاہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی صحت قائم رہے کہ اسکی حدیثیں غلط اور وضعی نہ قرار پا سکیں۔ دوسری طرف یہ کہ عمر صاحب کا اسلام بھی باقی رہے شکست نہ کھانے پائے۔ تیسری طرف یہ کہ عوام کے اس اعتقاد میں بھی فرق نہ آنے پائے کہ یہ لوگ رسالت رسول اللہ کے قائل ہیں۔ یہ تین خیال تین پہلو ایسے ہیں کہ کسی طرح انکا اجتماع نہیں ہو سکتا۔ اگر وہم رواۃ کے قائل ہوں تو صحت بخاری جاتی ہے اور اگر اسکے قائل ہوں کہ عمر کو الہام ہوا تو رسول اللہ کی رسالت سے انکار لازم آتا ہے کہ رسول تو حضرت ہیں خدا کے سب احکام آپ کی معرفت آتے ہیں۔ یہاں کیا ہو گیا جو یہ الہام حضرت کو نہ ہوا۔ ہوا تو عمر کو ہوا۔

پھر اگر اسلام سے قطع نظر کر کے اسی کا اقرار کر لیں کہ درحقیقت عمر ہی کو الہام ہوا تو پھر یہ خرابی لازم آتی ہے کہ عمر

توزجنی فلان فقال النبی تزوجتها بشهادة من امی و اختی ففرق بینهما و درء عنها الحد وقال لا نکاح الا بولی۔

ابوبکر عن عکرمہ بن خالد جمعت الطریق رکبا فجعلت امرءة منهم ینب امرها الی رجل من القوم غیر ولیها فانکحها رجلا فجلد عمر الناکح والمنکح ففرق بینهما۔

ابوبکر عن بکر تزوجت امرءة بغیر ولی ولا بینة فکتب الی عمر فکتب ان تجلد مائة وکتب الی الامصار ای امرءة تزوجت بغیر ولی فهی بمنزلة الزانیة

ابوبکر عن ابراهیم قال تستامر الیتیمة فی نفسها فرضاها ان تسکت

مالک و الشافعی عن المسیب قال عمر بن الخطاب لا تنکح

اسکی ماں اور بہن کی گواہی تھی مگر عمر نے اس نکاح کو باطل کردیا کہ بغیر اذن ولی نکاح نہیں ہوسکتا

(۵) ایک عورت نے اپنے نکاح کو اس شخص کے حوالہ کیا جو اسکی قوم سے تھا مگر ولی نہ تھا اس نے نکاح کردیا تو عمر نے دونوں پر حد لگائی اور دونوں کو جدا کردیا۔

(۶) جس عورت نے بغیر ولی اور گواہ کے نکاح کیا اسپر سو کوڑے حد جاری کیا اور تمام ملک میں لکھ بھیجا کہ جو عورت بغیر ولی نکاح کرے وہ زانیہ ہے۔

(۷) عمر نے کہا یتیمہ سے صلاح لیجائے سکوت اسکا رضا ہے۔

(۸) عمر نے کہا کوئی عورت بلا اذن ولی

کذاب اور مفتری قرار پاتے ہیں کیونکہ وہ حضرت سے کہتے ہیں خدا نے آپکو نہی کیا ہی حالانکہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابھی تک اس بارے میں کوئی نہی آئی ہی نہ تھی تو پھر افترا نہوا تو کیا ہوا۔

اسی کھل بھلی نے انکو مجبور کیا کہ پہلے تو یہ روایت نکالی کہ عمر نے نہاک ربک ان تصلی علیہ نہیں کہا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ نہاک اللہ ان تستغفر لهم کہ خدا نے آپکو استغفار کرنے سے منع کیا ہی جس سے صحیح بخاری کی صحت تو پہلے زائل ہوئی کیونکہ اس میں نہاک ربک ان تصلی علیہ ہے۔

دوسری اصلاح یہ دی گئی کہ عمر نے واللہ ما امرک اللہ بهذا القد قال ان تستغفر لهم سبعین مرة فلن یغفر اللہ لهم کہا تھا۔

یہ اصلاح ایک طور سے معقول ہی کہ عمر صاحب نے کہا خدا نے آپکو اسکا حکم نہیں دیا ہی کہ آپ منافقوں پر نماز پڑھیں۔ مگر افسوس کہ بخاری کی بکارت اس سے بھی زائل ہوتی ہے کیونکہ اس کے خلاف ہے۔ پھر اس آیہ کو اس سے کوئی مناسبت نہیں۔

تیسری اصلاح یہ پڑی فقال عمر اتصلی علیہ وقد نہاک اللہ ان تصلی علیہ قال این قال قال استغفر لهم الایة وهذا امثل روایة الباب یعنی جب عمر نے کہا کہ آپ نماز پڑھتے ہیں حالانکہ خدا نے منع کیا ہی۔ تو حضرت نے پوچھا کہاں خدا نے منع کیا ہی عمر نے کہا استغفر لهم الایة یہ سب روایتیں اس باب میں ایک دوسری کے قریب ہیں۔

المرءة الا باذن ولیها او ذی الرّای من اهلها او السّلطان۔

یا صاحبان رائے یا بادشاہ نکاح نہ کرے۔

مالك والشافعی عن ابی الزبیر ان عمر اتی بنکاح لم یشهد علیه الا رجل و امرءة فقال هذا نکاح السر ولا اجیزه ولو تقدمت فیه لرجمت

(۹) جس نکاح پر ایک مرد و ایک عورت گواہ ہو وہ نکاح پوشیدہ ہے اگر اُسپر کوئی اقدام نہ کرے تو اُسپر رحم کرے۔

الشافعی عن الحسن و سعید بن المسیب ان عمر قال لا نکاح الا بولی و شاهدے عدل صـ۱۱۱

(۱۰) عمر نے کہا نکاح بلا ولی و گواہ نہیں ہوسکتا۔

یہ روایتیں آپکو اچھی طرح بتارہی ہیں کہ حضرت عمر نے اہل اسلام کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے نعمت آزادی و حریت کو کہ ہر مرد و عورت اپنے معاملات میں بحکم خدا و رسول آزاد ہے کسطرح مٹایا کہ اگر کسی عورت نے بلا اذن ولی کے نکاح کیا تو اُسپر حد جاری ہوئی۔ کوڑے لگائے گئے زانیہ کا خطاب دیا گیا جسکا نتیجہ بجز اسکے کیا ہوسکتا ہے کہ جسطرح زمانہ جاہلیت میں عورتیں ہر حق سے محروم تھیں ہر طرح مردوں کے ہاتھ سے مجبور تھیں اب بھی بعد اسلام اُسی طرح مجبور رہیں کیونکہ آپ دیکھ رہے ہیں عمر صاحب نے کل عورتوں کو خواہ باکرہ ہوں یا ثیبہ۔ کنواری ہوں یا بیوہ سب کو ولی کا تابع کیا ہے کہ بغیر اذن ولی کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا نہ وہ نکاح جائز ہے۔

یہ سب کشش اور کشمکش آپکو بتارہی ہے کہ حضرات اہلسنت کی جان یہاں کس مصیبت میں مبتلا ہے کسی طرح کوئی بات بنائے نہیں بنتی کیونکہ خود عمر صاحب کا اسلام رخصت ہوتا ہے چنانچہ ابن حجر لکھتے ہیں قال الزین بن المنیر و انما قال ذلك عمر حرصا علی النبی و مشورة لا الزاما وله عوائد بذلك ولا یبعد ان یکون النبی کان اذن له فی مثل ذلك فلا یستلزم ما وقع من عمر ان اجتهد مع وجود النص کما تمسك به قوم فی جواز ذلك و انما اشار بالذی ظهر له فقط ولهذا احتمل منه النبی اخذ ثوبه و مخاطبته له فی مثل ذلك المقام حتی التفت الیه متبسما کما فی حدیث ابن عباس بذلك فی هذا الباب صـ۲۰۱ جلد ۸ کہا زین بن منیر نے کہ عمر نے جو اسطرح کا کلام کیا تھا تو اس غرض سے کہ وہ بہت حریص تھے مشورہ رسول پر نہ یہ کہ الزام دینا مقصود ہو (تو کیا مشورہ یونہی دیا جاتا ہے دامن کھینچکر اور اسطرح کہ باوصف ممانعت خدا آپ نماز پڑھتے ہیں) اور اس امر میں بہت سے فوائد ہیں اُنکو اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت نے ایسی حالت کیلئے اجازت دی ہو (یہ سب سے زیادہ مزہ دار ہے) تو اس سے یہ الزام نہیں آتا کہ عمر نے بمقابلہ نص اجتہاد کیا (مگر یہ الزام تو ضرور آتا ہے کہ بوجہ سرتابی حکم رسول اللہ صلعم سے وہ خارج از اسلام ہوگئے) جیسا کہ ایک قوم نے اسی سے استدلال کیا ہے جواز اجتہاد پر بمقابلہ نص (تو اب معلوم ہوا دنیا میں جو کچھ فساد ہو رہا ہے وہ اسی ذات شریف کی بدولت کیونکہ نص کے مقابلہ میں اپنی رائے

یہاں دو ہی احتمال ہو سکتا ہے ایک یہ کہ عمر صاحب خود مختار صاحب شریعت تھے تو ہمکو عذر ہی نہیں اگر اہلسنت اسبات کا
اقرار کر لیں دوسرے یہ کہ یہ احکام انکے مطابق حکم خدا و رسول تھے تو حاشا و کلا نہ کوئی آیت ہے نہ حدیث بلکہ صرف عمر صاحب
کو پابندی قواعد جاہلیت اسپر مجبور کرتی ہے۔

بخاری نے بڑا زور باندھا کہ کسیطرح عمر صاحب کے اس ایجاد خاص کی تائید کریں اور ایسی حدیثیں لائیں جن سے یہ مطلب
ثابت ہو کہ وہ اپنے ارادہ میں بالکل کامیاب نہو سکے کیونکہ انہوں نے جو باب اسکے لئے باندھا ہے وہ بجائے خود ڈھیلا ہے لکھتے ہیں
باب من قال لا نکاح الا بولی یعنی یہ باب اسکا ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں نکاح بغیر ولی نہیں ہو سکتا جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ
اقوال ہیں اُن قائلین کے نہ یہ کہ کوئی حدیث ہو جیسے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں استنبط المصنف ھذا الحکم من الآیات
والاحادیث التی ساقھا لکون الحدیث الوارد بلفظ الترجمۃ علی غیر شرطہ ص ۶۷ جلد ۹ یعنی بخاری نے
اس حکم کو استنباط کیا ہے (نہ یہ کہ بتصریح کوئی حدیث ہو) اُن آیات و احادیث سے جسکو یہاں لکھا کیونکہ جو حدیث
اس بارے میں مطابق ترجمہ وارد ہے وہ مطابق شرط بخاری نہیں ہے یعنی صحیح نہیں ہے۔ جس سے یہ امر تو بدیہی طور پر معلوم ہوا
کہ کوئی حدیث صحیح صریح بخاری کو اس مادہ میں نہیں ملی جس سے وہ استنباط پر مجبور رہے حالانکہ استنباط حق فقیہ ہے نہ محدث
جسکا کام صرف احادیث کا جمع کرنا ہے تو بھلا عمر صاحب کو کہاں سے کوئی حدیث ملتی جب بخاری کو نہ ملی۔
اور اگر وہ حدیث کسی طرح صحیح مانی بھی جائے تو بیکار کیونکہ ابن حجر لکھتے ہیں ان فی الاستدلال بھذہ الصیغۃ فی

عمل کرنا اسی واقعہ سے جاری ہوا) کیونکہ عمر نے تو کچھ اُنپر ظاہر ہوا اُسی کے ساتھ اشارہ کیا (پھر یہی تو اور لوگ بھی
کہتے ہیں) اور اسی وجہ سے حضرت نے تحمل کیا عمر کی اس حرکت پر کہ عمر نے حضرت کا دامن پکڑ لیا تھا (شکر خدا
کہ اہلسنت کو بھی یہ فعل بے ادبی معلوم ہوا جسکی تحمل کی تعریف کی مگر ہمکو تو حضرت کی اُن تحملوں کا حال معلوم ہے
جو قوت بشری سے خارج ہے کہ صدہا قسم کی اذیت کفار دیتے تھے اور آپ صبر و تحمل فرماتے پھر عمر کے اس
اخذ ثوب پر کیوں نہ تحمل فرماتے۔ مگر یہ تو بتایئے کہ پھر عمر کیا ہوئے) اور اس قسم کا حضرت سے خطاب کیا جسکے
جواب میں حضرت نے عمر کی طرف بتبسم التفات کیا (واہ رے عقل و حیا اہلسنت کہ حضرت کی اس تبسم کو وہ
دلیل رضا لیتے ہیں حالانکہ جتنے حلیم ہوتے ہیں وہ حالت انتہائے غضب میں تبسم ہی کرتے ہیں)
ابتو آپکو کوئی عذر نہ رہا کہ حضرت عمر صاحب کی یہ حرکت اگر ہوئی بالکل کافرانہ تھی کیونکہ سب باتیں تو
خود یہی حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عمر کی اس سختی اور تند خوئی پر تحمل کرتے تھے اور حق یہ ہے کہ اگر کوئی جاہل
کسی عالم سے کچھ بیہودہ بول بیٹھے۔ یا آپ غصہ کیوں کرتے ہیں تو وہ عالم بجز سکوت و تبسم کے اور کیا جواب دے سکتا ہے
ہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ عمر صاحب کا اسقدر غصہ عبداللہ بن ابی پر کیوں تھا کیا کوئی ایسا فعل
تھا جسکا تعلق خدا اور رسول سے ہوا اسوجہ سے وہ مورد عتاب تھا؟ نہیں بلکہ صرف اسوجہ سے کہ اُسی فتح الباری
میں ہے فقال یا رسول اللہ اتصلی علی ابن ابی وقال یوم کذا وکذا وکذا اعلیہ قولہ یعدد ذلک الی

منع النکاح بغیر ولی نظر العینی خود استدلال میں بھی اس حدیث سے نظر ہو رہی آیت تو بخاری نے آیہ اذا طلقتم
النساء سے استدلال کیا ہے اور نتیجہ یہ نکالا ہے فدخل فیہ الثیب وکذلک البکر کہ باکرہ اور بیوہ دونوں کا نکاح اسمیں داخل ہے
جیسا ابن حجر لکھتے ہیں وجہ الاحتجاج من الآیۃ التی بعدہا انہ تم خاطب بالنکاح الرجال ولم یخاطب
بہ النساء فکانہ قال لا تنکحوا ایہا الاولیاء مولیاتکم للمشرکین یعنی اس آیہ سے ولی کی ضرورت نکاح میں اسطرح
ثابت ہوتی ہے کہ خداوند عالم خطاب کرتا ہے مردوں سے نہ عورتوں سے تو گویا مطلب اس آیہ کا یہ ہوئے کہ اے اولیاء تم
نکاح کروا اپنی ماتحت ولایت عورتوں کا مشرکین سے۔

اگر استدلال ایسا لطیف ہے کہ محتاج تشریح بھی نہیں کیونکہ عقلاء و شرعاً عورتیں تو کہیں خود نکاح کرنیوالی نہیں ہوتی ہیں نہ یہ
کہ وہ مردوں کو پیغام دیں بلکہ تمام عالم میں تو یہی قاعدہ ہے کہ مرد پیغام دیتا ہے یا رغبت کرتا ہے اور عورتیں اپنی رضامندی یا
ناراضی ظاہر کرتی ہیں مگر بخاری صاحب کی یہ خواہش تھی کہ جب خدا یوں کہتا کہ اے عورتیں تم نہ نکاح کرو تب
وہ سمجھتے کہ ولایت کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر اسکی وجہ بھی نہیں معلوم ہوتی کہ ان آیات کو بخاری نے کیوں انتخاب کیا کیونکہ قرآن میں دربارہ نکاح
تمامتر خطاب مردوں سے ہے تو سب آیتوں کو لکھدیتے نہ یہ کہ خاص اس آیہ کو لکھتے جس سے کسی طرح ولایت کا حکم ثابت
ہی نہیں ہوتا بلکہ مردوں کو ظلم و تعدی سے ممانعت کیگئی ہے۔

مثل قولہ لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا والی مثل قولہ لیخرجن الاعز منہا الاذل۔
عمر نے کہا آپ اس شخص پر نماز پڑھتے ہیں جو فلاں فلاں وز یہ کہتا تھا اشارہ کیا طرف اس قول کے کہ وہ کہتا تھا
نہ انفاق کرو یعنی نہ دو ان لوگوں کو جو رسول اللہ کے ساتھ ہیں کہ خود ہی ہلاک ہو جائیں دیہ کہتا تھا کہ مدینہ
چلکر عزیز لوگ ذلیلوں کو نکالدینگے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اسکا نفاق نہ اسوجہ سے تھا کہ خدا میں
اسکو شک ہو یا رسول اللہ کی رسالت میں بلکہ اس قسم کی صحابہ سے وہ ناراض اور متنفر تھا اسی وجہ سے
عمر صاحب کو اسپر غصہ تھا ورنہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اگر درحقیقت وہ منافق ہوتا تو کب ممکن تھا رسول اللہ
اسپر یہ عطوفت فرماتے اور اسطرح کی شفقت۔
یہی وجہ ہے ابن حجر لکھتے ہیں وقد مال بعض اہل الحدیث الی تصحیح اسلام عبد اللہ بن ابی
لکون النبی صلی علیہ وذہل عن الوارد من الآیات والاحادیث المصرحۃ فی حقہ بما ینافی
ذلک ولم یقف علی جواب شاف فی ذلک فاقدم علی الدعوی المذکورۃ وہو محجوج باجماع
من قبلہ واطباقہم علی ترک ذکرہ فی کتب الصحابۃ مع شہرتہ وذکر من ہو دونہ فی الشرف
والشہرۃ باضعاف مضاعفۃ ص ۲۶۲ جلد ۸
کہ بعض علمای اہلحدیث اسطرف مائل ہوئے کہ ایمان عبد اللہ بن ابی کو صحیح قرار دیں کیونکہ حضرت نے اسپر نماز پڑھی

اب اسپر طرہ سنئے کہ وہی علامہ ابن حجر لکھتے ہیں احتج بھذا علی اشتراط الولی وتعقب بان عائشۃ وھی التی روت ھذا الخبر کانت تجیز النکاح بغیر ولی کما روی مالک انھا زوجت بنت عبد الرحمن اخیھا وھو غائب فلما قدم قال مثلی یفتات علیہ فی بناتہ واجیب بانہ لم یرد فی الخبر التصریح بانھا باشرت العقد فقد یحتمل ان تکون البنت المذکورۃ ثیبا ودعت الی کفء و ابوھا غائب فانتقلت الولایۃ الی الولی الابعد والی السلطان وقد صح عن عائشۃ انھا انکحت رجلا من بنی اخیھا فضربت بینھم بستر ثم تکلمت حتی اذا لم یبق الا العقد امرت رجلا فانکح ثم قالت لیس الی النساء نکاح اخرجہ عبد الرزاق صـ ۶۹ جلد ۵ یعنی روایت عائشہ سے (جسکو ہم بعد اسکے لکھینگے) لوگوں نے استدلال کیا ہے اسپر کہ نکاح میں ولی کا ہونا ضروری ہے جسپر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ جو عائشہ اس حدیث کی راوی ہیں اُنکا خود ہی یہ مذہب تھا کہ نکاح میں ولی کی ضرورت نہیں کیونکہ اپنے بھائی عبد الرحمن کی بیٹی کا عقد باختیار خود کر دیا تھا جبکہ وہ غائب تھے۔

اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے اُس لڑکی کی بکارت پہلے سے زائل ہو چکی ہو اور کسی کفو نے خواستگاری کی ہو تو ولایت کا عہدہ منتقل ہوا ولی ابعد کی طرف یا سلطان کی طرف اور بطور صحیح ثابت ہے کہ عائشہ نے اپنے بھائیوں کی اولاد سے کسی کا نکاح کیا تو جب سب باتیں طے ہو گئیں تو ایک مرد سے کہا کہ نکاح کر دو کیونکہ عورتیں نکاح نہیں کر سکتیں

اور یہ شخص غافل ہوا اُن آیات واحادیث سے جن میں تصریح ہے اسکی کہ وہ سب منافی ہیں اس خیال کی اور جواب شافی پر اسکی نہ مطلع ہوا جس سے اُسنے ایسا دعویٰ کیا۔ حالانکہ یہ قول اُسکا قابل احتجاج نہیں کیونکہ علمائے اہلحدیث کا قبل سے اسپر اجماع ہے۔ اسی وجہ سے کسی نے اُسکا نام صحابہ میں نہیں لکھا حالانکہ وہ ایک مشہور ومعروف شخص تھا اور اُن لوگوں کا نام صحابہ میں لکھا ہے جو شرف وشہرت میں بمدارج اُس سے کم تھے۔

اس عبارت سے آپکو معلوم ہوا کہ حضرت نے جو اُس شخص پر نماز پڑھی تو اس سے بعض علمائے اہلحدیث اسکے قائل ہوئے کہ وہ مومن تھا جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جو حضرات اہلسنت سے ایمان شیخین کے قائل ہیں وہ بھی اسی غلطی میں مبتلا ہیں کہ حضرت کا برتاؤ جو اُنکے ساتھ اخلاقی حیثیت سے تھا اُس سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ ایماندار ہیں حالانکہ وہ منافق محض تھے کیونکہ آپنے دیکھ لیا حضرت نے اس منافق کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ اوسی فتح الباری میں ہے ودل ذلک علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم اطال فی حال الصلوٰۃ علیہ من الاستغفار لہ وقد ورد ما یدل علی ذلک فذکر الواقدی ان مجمع بن جاریۃ قال ما رایت رسول اللہ اطال علی جنازۃ قط ما اطال علی جنازۃ عبد اللہ بن ابی من الوقوف صـ ۲۰۴ یعنی حضرت نے اُسکی نماز جنازہ میں بہت طول دیا اور دیر تک استغفار فرماتے رہے مجمع بن جاریہ کہتا ہے کہ ہمنے کبھی رسول اللہ کو اسقدر طول دیتے ہوئے نماز میں نہیں دیکھا جسقدر کہ حضرت نے اسکے نماز جنازہ میں طول دیا۔

تو اب بجز اسکی کیا کہا جا سکتا ہی کہ اس حکم میں عمر صاحب نے قرآن سے کوئی سند لیا ہی نہ حدیث سے بلکہ قرآن و حدیث کے خلاف یہ حکم مطابق رسم جاہلیت جاری کیا جسکی اصلی غرض یہی ترویج قواعد جاہلیت تھی کہ جسطرح ہو یہی حکم جاہلیت جاری رہے یہی وجہ ہی کہ خود ائمہ اربعہ اہلسنت میں اختلاف ہی فتح الباری میں ہی وقد اختلف العلماء فی اشتراط الولی فی النکاح فذھب الجمھور الی ذلک وقالوا لا تزوج المرأۃ نفسھا اصلاً وذھب ابو حنیفۃ الی انہ لا یشترط الولی اصلاً ویجوز ان تزوج نفسھا ولو بغیر اذن ولیھا اذا تزوجت کفوا واحتج بالقیاس علی البیع فانھا تستقل بہ وحمل الاحادیث الواردۃ فی اشتراط الولی علی صغیرۃ وخص بھذا القیاس عمومھا کہ ولی کی شرط ہونے میں اختلاف ہی جمہور علما تو اسی طرف گئے ہیں کہ بغیر ولی نکاح نہیں ہو سکتا مگر ابو حنیفہ اسکے قائل ہیں کہ ولی کی ضرورت نہیں عورتوں کو اختیار ہی کہ بلا اجازت ولی نکاح کریں بشرطیکہ نکاح کفو سے ہو انہوں نے قیاس کیا ہی بیع پر کہ جسطرح بیع و شرا میں عورتیں مستقل ہیں اسی طرح نکاح میں بھی اور جو حدیثیں اس بارے میں وارد ہیں انکو صغیرہ پر حمل کیا کہ ولی کی ضرورت نکاح صغیرہ میں ہی۔

اب یہیں سے معلوم ہو سکتا ہی کہ علمائے اہلسنت کسقدر پیرو خلیفہ دوم ہیں کہ حکم خدا و رسول کی تو قدر نہ کی اور حکم عمر کا یہ اتباع کیا گیا کہ سب نے ولی کی ضرورت کو داخل شریعت کر دیا۔

ابو حنیفہ کی نسبت یہ خیال نہ کیجئے گا کہ انہوں نے بلحاظ حکم خدا و رسول اسکا فتویٰ دیا ہو بلکہ چونکہ وہ کوفہ کے رہنے والے تھے

پھر حیف ہی حضرات اہلسنت پر جو حضرت کی ایسی طولانی اور دیر والی نماز پر بھی اسکو منافق ہی کہتے ہیں اور خلفائے ثلثہ کے نفاق کا نہیں اقرار کرتے جنکی ایذا دہی اس منافق سے بدرجہا بڑھی ہوئی تھی اور حضرت سے بجز لعن و بد دعا کبھی کوئی کلمۂ رحمت سنا ہی نہیں۔

اس واقعہ نے آپکو اسکا بھی پتہ دیدیا ہو گا کہ جناب امیرؑ کا برتاؤ جو اخلاقی حیثیت سے بغرض حفاظت اسلام خلفائے ثلثہ کے ساتھ تھا اسکی بھی یہی غرض تھی کہ رسول اللہؐ کی تاسی ہو جس سے کسی طرح انکا اسلام و ایمان نہیں ثابت ہو سکتا کیونکہ ایمان تو ایک چیز ہی دوسری ہے۔

خود اسی فتح الباری میں ہی ان نبی اللہ قال وما یغنی عنہ قمیصی من اللہ وانی لارجو ان یسلم بذلک الف من قومہ کہ حضرت نے فرمایا ہمارا قمیص دینا اسکو کوئی نفع نہیں دیسکتا اور اس سے امید ہی کہ ہزار آدمی اسکی قوم سے مسلمان ہو جائیں۔

یہی مصلحت جناب امیرؑ کی پیش نظر تھی کہ گو ہم پر ایذا گزری۔ تکلیف و زحمت اٹھانی پڑی مگر دین اسلام تو قائم رہیگا چنانچہ استیعاب ابن عبد البر مکی میں ہی فقال علیؑ العجب لطلحۃ والزبیر ان اللہ عز و جل لما قبض رسولہؐ قلنا نحن اھلہ واولیاءہ لا ینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ لولا مخافۃ الفرقۃ وان یعود الکفر ویبوء الدین لغیرنا فصبرنا علی مضض ۱۸۲ جلد اول

جہاں جناب امیرؑ نے اپنے زمانۂ خلافت میں حق کو بخوبی ظاہر کر دیا تھا پھر ابو حنیفہ وابستگان دامن دولت خلفائے بنی عباس
سے تھے اس لئے یہ فتویٰ دیا ورنہ آپ جانتے ہیں کہ فقہ حنفی کی بنیاد تمام تر خلیفہ دوم کی شریعت پر ہے الغرض اللہ خلیفہ
دوم کی اس شریعت جدیدہ نے کہ عورتوں کے اختیارات کو بالکل سلب کر دیا اس درجہ رواج عام پایا کہ باکرہ عورتیں اپنے
اولیاء کے ہاتھ میں ایسی مجبور کر دی گئیں کہ انسے اجازت یا صلاح و مشورہ کی بھی ضرورت نہ سمجھی گئی چنانچہ فتح الباری میں ہے

وکان ابن عمر والقاسم وسالم یزوجون الابکار لا یستامرہن ص۱۶۳ ج۹ یعنی ابن عمر و قاسم و سالم (زیب خاندان
عمر تھے) باکرہ عورتوں کا نکاح کر دیتے تھے اون سے مشورہ بھی نہ لیتے تھے حالانکہ اسی صحیح بخاری میں ہے ان النبی قال لا تنکح
الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن قالوا یا رسول اللہ وکیف اذنہا قال ان تسکت ص۲۲ ج۷
یعنی حضرت نے فرمایا ہے بیوہ عورتوں کا نکاح بغیر انکے حکم کے نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح بغیر اذن نہ کیا جاوے۔ پوچھا کسی
یا حضرت وہ اذن کیونکر دیگی حضرت نے فرمایا اون کا اذن وہی سکوت ہے۔

دیکھئے یہ تعلیم تو رسول اللہ کی ہے اور یہ تعلیم عمر صاحب کی۔ کنواری بیوہ سب مجبور ہیں اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتیں
آپ ہی فرمایئے کہ کتنے نکاح ناجائز ہوئے ہونگے کہ بلا اذن انکا نکاح کر دیا گیا ان سب کا وزر و وبال کس پر جائیگا۔ عمر صاحب پر
جو اسکے موجد ہوئے۔

اب اس حدیث کو بھی سن لیجئے جسکو بخاری صاحب نے اس باب میں مقدم کیا ہے اور جو احکام عمر صاحب کی تائید میں لائے ہیں حسب ذیل ہے۔

یعنی فرمایا حضرت علی نے تعجب ہے طلحہ و زبیر سے کہ بعد وفات رسول جب ہمنے کہا کہ ہم حضرت کے اولیاء اور اہل ہیں کوئی
اس بارے میں ہم سے نزاع نہ کرے۔ تو ہماری قوم نے انکار کیا اور غیروں کو والی خلافت بنایا قسم خدا کی اگر تفرقہ
کا خیال نہوتا کہ اختلاف پڑ جائیگا اور کفر پلٹ آئیگا اور دین دوسرو نکا جہگڑا ہو جائیگا لہذا ہمنے صبر کیا تھا
سختی ناگوار ہی پر۔

دیکھئے جس مصلحت سے رسول اللہ نے عبد اللہ بن ابی پر جسے اہلسنت منافق کہتے ہیں اتنی دیر تک نماز پڑھی
اپنا قمیص مبارک عنایت کیا۔ لعاب دہن مبارک دہن میں ڈالا۔ وہی مصلحت آج جناب امیرؑ کو پیش ہے کہ حضرت انکے
ساتھ باوجود تمام حجت و اظہار حق یہ اخلاقی برتاؤ فرماتے ہیں اور محض حمایت اسلام کی لئے یہ مصائب و شدائد اٹھا رہے ہیں۔

ابن حجر لکھتے ہیں اما جزم عمر بانہ منافق فجری علی ما کان یطلع علیہ من احوالہ
وانما لم یاخذ النبی بقولہ صلی علیہ اجراء لہ علی ظاہر حکم الاسلام کما تقدم
تقریرہ واستصحابہ بظاہر الحکم و لما فیہ من اکرام لولدہ الذی تحققت
صلاحیتہ و مصلحۃ الاستئلاف لقومہ ودفع المفسدۃ وکان النبی فی اول
الامر یصبر علی اذی المشرکین ویعفو ویصفح ثم امر بقتال المشرکین فاستمر
صفحہ و عفوہ عمن یظہر الاسلام ولو کان باطنہ علی خلاف ذلک بمصلحۃ

عمر کو اس وجہ سے یقین
ہوا اسکے نفاق کا کہ
وہ اسکے حالات سے
برابر مطلع ہوا کرتے تھے
اولی اولی کی شناسد
اور حضرت نے اسکے

ان عائشة زوج النبي ﷺ اخبرته ان النكاح في الجاهلية كان على
اربعة انحاء فمنها نكاح اليوم يخطب الرجل الى الرجل وليته او ابنته
فيصدقها ثم ينكحها ونكاح الآخر كان الرجل يقول لامرأته اذا طهرت
من طمثها ارسلي الى فلان فاستبضعي منه ويعتزلها زوجها ولا يمسها
ابدا حتى يتبين حملها من ذلك الرجل الذي يستبضع منه فاذا
تبين حملها اصابها زوجها اذا احب وانما يفعل ذلك رغبة في نجابة
الولد فكان هذا النكاح نكاح الاستبضاع ونكاح آخر يجتمع
الرهط دون العشرة فيدخلون على المرأة كلهم يصيبها فاذا حملت و
وضعت ومر عليها ليال بعد ان تضع حملها ارسلت اليهم فلم يستطع
رجل منهم ان يمتنع حتى يجتمعوا عندها تقول لهم قد عرفتم الذي
كان من امركم وقد ولدت فهو ابنك يا فلان تسمي من احببت باسمه
فيلحق به ولدها ولا يستطيع ان يمتنع منه الرجل ونكاح الرابع
ان يجتمع الناس الكثير فيدخلون على المرأة لا تمتنع من جاءها

کہ عائشہ زوجہ رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا
کہ نکاح زمانہ جاہلیت میں چار طریقہ پر
جاری تھا ایک جو آج بھی جاری ہے کہ ایک شخص
دوسرے سے اسکی لڑکی کی خواستگاری کی یا
اسکی ولی سے پھر مہر مقرر ہوا پھر نکاح ہوا۔
دوسرا یہ کہ مرد اپنی عورت کو کہتا تھا کہ جب
حیض سے پاک ہو تو فلاں مرد کو بلا کر اس سے
جماع کرا شوہر اس عورت کو اس وقت تک چھوڑ دیتا
تھا کہ آثار حمل ظاہر ہوں بعد ظہور حمل اگر
چاہتا تو تعلق کرتا یہ اسلئے کیا جاتا تھا کہ
لڑکا نجیب پیدا ہو اور اس نکاح کا نام
نکاح استبضاع تھا جسکو آریہ لوگ
نیوگ کہتے ہیں)

الاستيلاف وعدم التنفر عنه ولذلك قال لا تحدث
الناس ان محمدا يقتل اصحابه فلما حصل الفتح ودخل
المشركون في الاسلام وقل اهل الكفر وذلوا امر
بمجاهرة المنافقين وحملهم على حكم الحق ولا سيما وقد
كان ذلك قبل نزول النهي الصريح عن الصلوة على
المنافقين وغير ذلك مما امر فيه بمجاهرتهم وبهذا
التقرير يندفع الاشكال عما وقع في هذه القصة
بحمد الله قال الخطابي انما فعل النبي مع عبد الله
بن ابي ما فعل بكمال شفقته على من تعلق بطرف من
الدين ليطيب قلب ولده عبد الله الرجل الصالح و
تالف قومه من الخزرج لرياسته فيهم فلو لم يجب سوال
ابنه وترك الصلوة عليه قبل ورود النهي الصريح
لكان سبة على ابنه وعارا على قومه فاستعمل احسن

قول عمر کو نہ مانا اور نماز پڑھی کہ ظاہر حکم اسلام کو جو
جاری تھا اور ساتھ اسکی بیٹے کا اکرام تھا جسکی صلاحیت
معلوم تھی تیسری غرض اسکی یہ تھی کہ اسکی قوم کی
تالیف قلب فرمائیں (یہ سب مصلحتیں جناب امیر کو
بھی پیش نظر تھیں) اور چوتھی غرض دفع مفسدہ
تھا حضرت ابتدائے اسلام میں مشرکین کی ایذا و
تکلیف پر صبر کرتے تھے اور عفو و صلح سے کام لیتے۔
جب حکم قتال مشرکین ہوا کہ مشرکین سے جہاد فرمائیں
تو حضرت اُن لوگوں کے ساتھ عفو و صفح فرماتے رہے
جو اسلام کا اظہار کرتے اگرچہ باطن انکا خلاف
ہوتا تاکہ تالیف قلوب ہو اور دلوں میں نفرت
نہ پیدا ہو اسی وجہ سے حضرت فرمایا کرتے کہ ایسا نہ ہو لوگ
کہنے لگیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں جب

وهن البغايا كن ينصبن على ابوابهن رايات تكون علما لمن ارادهن دخل عليهن فاذا حملت احديهن ووضعت حملها جمعوا لها ودعوا لهم القافة ثم الحقوا ولدها بالذي يرون فالتاط به ودعي ابنه لا يمتنع من ذلك فلما بعث محمد صلعم بالحق هدم نكاح الجاهلية كله الا نكاح الناس اليوم صـ ۶۹ جلد ۵ فتح الباري۔

تیسری قسم یہ تھی کہ آٹھ نو آدمی جو دس سے کم ہوتے تھے کسی عورت کے پاس آتے اور اُس سے سب تعلق کرتے جب وہ عورت حاملہ ہوتی تو بعد وضع حمل چند راتیں گزرتیں تو اُن سب لوگوں کو بلوا بھیجتی اور اُن میں سے ایک مرد سے کہتی کہ یہ لڑکا تمہارا ہے اسکا نام جو چاہو رکھو وہ شخص اُس لڑکے کو اپنے خاندان میں لے لیتا اور اُسکی یہ مجال نہ ہوتی کہ انکار کرے یا اُسکے طلب کرنے پر حاضر نہو۔ چوتھی قسم نکاح کی یہ تھی کہ بہت سے مرد ملکر کسی عورت پر داخل ہوتے۔ یہ فاحشہ عورتیں کہلاتیں جو اپنے مکان کے دروازے پر جھنڈا کھڑا کرتیں اس غرض سے کہ جسکا جی چاہے آئے جب وہ عورت حاملہ ہو جاتی تو بعد وضع حمل قیافہ شناس لوگ بلائے جاتے اور وہ لوگ قیافہ سے پہچانکر حکم لگاتے کہ یہ لڑکا فلاں کا لڑکا ہے تو وہ لڑکا اُس سے منسوب ہوتا اور وہ انکار نہ کرتے۔

جبکہ حضرت رسول اللہ مبعوث بحق ہوئے تو جاہلیت کے کل نکاحوں کو باطل کر دیا مگر اس نکاح کو جو آج جاری ہے لوگوں میں۔

یہی پہلی حدیث ہے بخاری کی اس باب میں کہ نکاح میں ولی کی ضرورت ہے جیسے ابن حجر لکھتے ہیں احتج بهذا على اشتراط الولي وتعقب بان عائشة وهي التي روت هذا الحديث كانت تجيز النكاح بغير ولي الخ۔

الامر في السياسة الى ان نهي فانتهى صـ ۲۰۳ ج ۴

فتح مکہ حاصل ہوئی اور مشرکین اسلام میں داخل ہونے لگے اور تعداد مشرکین کم ہوئی اور ذلیل ہوئے اُسوقت حضرت کو حکم ہوا مجاہدۂ منافقین کا اور اسکا کہ حکم حق پر وہ مجبور کئے جائیں حالانکہ حضرت کا یہ فعل قبل ممانعت صریح ہے دربارۂ نماز منافقین وغیرہ جس میں حکم مجاہدت ہے منافقین سے۔

اس تقریر سے مندفع ہوتا ہے اشکال جو اس قصہ میں واقع ہے۔

کہا خطابی نے کہ حضرت نے جو یہ افعال کئے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت کو نہایت شفقت تھی اُن لوگوں کے ساتھ جو کسی طرح بھی دین سے تعلق رکھتے تھے اور اسلئے کہ اُسکے بیٹے عبد اللہ کا دل خوش ہو جو مرد صالح تھا پس اگر حضرت اُسکے بیٹے کے سوال کی اجابت نہ کرتے اور نماز قبل ورود نہی صریح نہ پڑھتے تو اُسکے بیٹے اور خاندان پر اُسکے یہ ننگ و عار رہتا اس لئے حضرت نے اُس امر کو استعمال کیا جو احسن امور تھا سیاست میں یہانتک کہ نہی وارد ہوئی۔

اس تحقیقات نے آپکو بتا دیا کہ عمر صاحب ہر چند اُسکو منافق کہتے رہے اور اپنے علم ذاتی سے خبر دیتے رہے کہ یہ منافق ہے مگر حضرت نے نہ مانا اور وہی احکام جاری کئے جو عام مسلمانوں کے احکام تھے اور اُسپر نماز پڑھی۔

اب وہ لوگ غور کریں جو جناب امیر کی مشارکت و مشاورت خلفائے ثلثہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر

یعنی بخاری نے اس روایت سے استدلال کیا ہے ولی کے شرط ہونے پر جسکا جواب دیا گیا ہے کہ جو عایشہ راویہ اس حدیث کی ہیں وہی اسکے خلاف قائل تھیں کہ نکاح میں ولی کی ضرورت نہیں ہے پھر بتا ہے یہ حدیث کیسی ہے کیونکہ جب خود راوی حدیث کا مذہب اوسکے خلاف ہو تو وہ حدیث کیا اثر رکھتی ہے افسوس کہ بخاری کو تقلید شافعی نے اسپر مجبور کیا کہ اس حدیث سے استدلال کریں حالانکہ اس میں کوئی قول رسول ہے نہ حضرت کا حکم بلکہ جو کچھ بیان ہے عائشہ کا پھر اس سے حکم شرع کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ باتفاق اہلسنت صحابہ کی روایت قابل قبول ہے نہ انکی رائے یا وہ بیان جس میں کوئی حدیث رسول نہو۔

زیادہ تر افسوس تو اسکا ہے کہ حضرات اہلسنت نے محض اس غرض سے کہ خلیفہ دوم کے اختیارات شریعت میں عوام کو نہ معلوم ہوں یہ کیا کہ ہر بات کو رسول اللہ کی طرف منسوب کر دیا جس سے شریعت رسول ایسی برہم ہوئی کہ کسی طرح نہیں معلوم ہو سکتا حکم رسول اللہ کیا تھا کیونکہ آپنے ملاحظہ کیا یہ عجب قیود و شرائط نکاح میں خلیفہ دوم نے بڑھائی ہیں کہ غیر کفو میں نکاح نہو جو رسم جاہلیت تھا حالانکہ رسول اللہ نے خود اپنے عزیزوں کا نکاح کرکے اس رسم کو مٹایا تھا اسی طرح ولایت کی شرط خلیفہ دوم نے بڑھائی کہ بلا اذن ولی نکاح نہیں ہو سکتا خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ باکرہ ہو یا ثیبہ یہانتک ترقی کی کہ اوس نکاح کو باطل کر دیا جو بلا علم اولیا ہوا تھا حد جاری کی زانیہ کا خطاب دیا زن و شو میں تفریق کیا۔

بخاری کی اس حدیث کی ترجمہ میں مولوی شبلی صاحب نے اور بھی کمال کیا کہ لکھتے ہیں "عرب جو اسلام کا سر چشمہ تھا وہاں یہ حالت تھی کہ عورت کو وارث کا مطلق کوئی حصہ نہیں پہنچتا تھا باپ مر جاتا تھا تو اسکی بیویاں

حضرت اونکو منافق جانتے تھے تو ایسا برتاو کیوں کرتے کیونکہ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ جناب امیر کا کام ہر کام میں اتباع رسول تھا پس جسطرح رسول اللہ نے اس شخص پر جسے عمر صاحب منافق کہہ رہے ہیں بغرض تالیف قلوب نماز پڑھی جناب امیر نے بھی اگر اونھیں مصالح بلکہ اوس سے زیادہ مصالح سے خلفاء ثلثہ کے ساتھ اس قسم کا برتاو فرمایا تو اس سے اونکا ایمان کہاں ثابت ہوا

اب دوسری مصیبت سنیے کہ اس حدیث بخاری میں ہے فصلی علیہ رسول اللہ صلعم قال فانزل اللہ ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ۔ کہ حضرت نے اوس پر نماز پڑھی تو خدا نے آیہ ولا تصل علی احد منھم مات فانزل اللہ نازل فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اوسی وقت کا ہے کہ اوسی وقت یہ آیہ نازل ہوا حالانکہ اس کے بعد والی روایت میں لکھتے ہیں ابن عباس سے فصلی علیہ رسول اللہ صلعم ثم انصرف فلم یمکث الا یسیرا حتی نزلت الآیتان من براءۃ ولا تصل علی احد منھم مات یعنی حضرت نماز پڑھاکر

بیٹے کو وراثت میں ملتی تھیں اور وہ اونکو اپنی بیویاں بنا لیتا تھا نکاح کی چار طریقے تھی جنمیں تین طریقے حسب ذیل تھے (۱) دو شخص اپنی بیویونکو مدت معین کیلئے آپس میں بدل لیتے تھے (۲) چند آدمی ایک عورت کیساتھ مباشرت کرتے تھے اور دوسرے تیسرے دن وہ عورت اونمیں سے کسی ایک کی پاس کہلا بھیجتی تھی کہ تم سے مجکو حمل رہگیا ہے پھر وہ اوسکی اولاد قرار پاتی تھی (۳) چند آدمی ایک عورت کیساتھ صحبت کرتے تھے اور جب لڑکا پیدا ہوتا تھا تو قیافہ شناس فیصلہ کرتا تھا کہ فلاں شخص کا نطفہ ہے چنانچہ وہ اوسکی اولاد قرار پاتا تھا چنانچہ نکاح کی یہ تینوں صورتیں صحیح بخاری میں حضرت عائشہ کی روایت سے مذکور ہیں صفحہ ۱۵۱ الکلام مگر افسوس کہ مولوی صاحب باوصفیکہ شمس العلما کا خطاب پائے ہوئے ہیں کسقدر خلاف واقع بیان کیا کہ جسکی حد نہیں کیونکہ صحیح بخاری میں پہلی صورت یہ لکھی ہے کہ مرد اپنی عورت سے کہتا تو فلاں مرد کی حمل رکھلے نہ یہ کہ تبادلہ ہوتا ہو چنانچہ ابن حجر عسقلانی نے بیان عائشہ پر بطور اعتراض لکھا ہے وقال الداؤدی وغیرہ بقی علیھا انحاء لم تذکرھا الاول نکاح الخذن وھو فی قولہ تعالیٰ ولا متخذات اخدان کانوا یقولون ما استتر فلا باس بہ وما ظھر فھو لوم الثانی نکاح المتعۃ وقد تقدم بیانہ الثالث نکاح البدل وقد اخرج الدارقطنی من حدیث ابی ھریرۃ کان البدل فی الجاھلیۃ ان یقول الرجل للرجل انزل عن امرأتک وانزل لک عن امرأتی ولکن اسنادہ ضعیف جلد ۱۱ صفحہ ۹۶ یعنی داودی وغیرہ نے اعتراض کیا ہے کہ عائشہ نے اور صورتیں نکاح کی نہیں بیان کیں ایک یہ کہ چھپی چوری ہوتا تھا جسپر وہ لوگ کہتے جو بات پوشیدہ طور پر ہوتی ہے اوس میں کوئی مضائقہ نہیں ظاہر میں البتہ

جب تشریف لیگئے تو تھوڑے دنوں کے بعد یہ آیہ نازل ہوا جس سے وہ روایت غلط ہوئی کہ فوراً یہ آیہ نازل ہوا۔

دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ حضرت نے بجواب عمر فرمایا وانما خیرنی اللہ فقال استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ وسازیدہ علی السبعین کہ خدا تعالےٰ نے ہمکو اختیار دیا ہے کہ استغفار کریں یا نکریں اور اگر ستر مرتبہ استغفار کریں تو ہم اوس پر زیادہ کرینگے اسپر ابن حجر لکھتے ہیں ویحتمل ان یکون الایتان معاً فنزلتا فی ذلک یعنی احتمال ہے کہ دونوں آیتیں ایک ساتھ نازل ہوئی ہوں حالانکہ قرآن موجودہ میں استغفر لھم کا نمبر ۸۰ ہے اور آیہ لاتصل علی احد منھم کا نمبر ۸۴ ہے جس سے دونوں آیتوں میں تین آیہ کا فرق رہا ہے۔

آخری نتیجہ موضوعیت حدیث تحقیقات ابن حجر میں جو یہ فقرہ ہے کہ حضرت نے فرمایا خدا نے ہمکو اختیار دیا ہے کہ استغفار کریں یا نہ کریں اور اگر ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو خدا نہ بخشیگا تو ہم ستر مرتبہ پر بھی زیادہ کرینگے تو اس سے علماء اہلسنت کو وہ مصیبت پیش آئی کہ ابن حجر لکھتے ہیں واستشکل فھم التخییر من الآیۃ

عیب ہو اسی کو خدا نے آیہ ولا ان تبدل بہن من ازواج میں بیان کیا ہی دوسرے نکاح متعہ تیسرے نکاح بدل
کہ ایک شخص کہتا ہم اپنی عورت تمکو دیتے ہیں تم اپنی عورت ہمکو دو اور کچہ اسپر زیادہ کرتے تھے مگر اسناد اسکی
ضعیف ہیں پہر بھی تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے اس قسم کو کیونکر اضافہ کرکے بخاری کی طرف منسوب کردیا اور
جسکو بخاری نے لکھا تھا اوسکو بالکل اڑا دیا۔

یہ کارروائی بھی نرالی ہو کہ عائشہ بروایت بخاری کہتی ہیں کہ جب لڑکا پیدا ہوتا تھا تب وہ کھلاتی تھیں
دو تین رات گذر جانیکے اور مولوی شبلی صاحب یہ کہتے ہیں کہ جب حمل رہجاتا تھا تبہی کھلواتی تھیں
اس میں نہ معلوم کونسا نکتہ اونھوں نے سونچا ہو۔

شبلی صاحب نے اس نکتہ کو تو سونچا نہیں کہ حضرت عائشہ نے اس قسم تبادلہ کو نہیں بیان کیا اور اقرار بھی
کہ حضرت عائشہ نے اسکو بھی بیان کیا ہی حالانکہ اصلی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ حضرت عائشہ پر چونکہ
یہ واقعہ خود گذر چکا تھا کہ ایک عرب نے چاہا تھا کہ رسول اللہ صلعم عائشہ کو اوسکی حوالہ کریں او حضرت
اوس عرب کی زوجہ کو اپنے تصرف میں لائیں اسلیئے غالباً حضرت عائشہ نے اس قسم کی نکاح کو نہیں بیان کیا
استیعاب میں ہی جاء عیینہ بن حصن الی النبی وعندہ عائشہ فقال من ھذہ وذالک قبل
ان ینزل الحجاب قال ھذہ عائشہ قال افلا انزل لک عن ام البنین فتنکحھا فغضبت عائشہ
وقالت من ھذا فقال رسول اللہ ھذا احمق مطاع یعنی فی قومہ وفی غیر ھذہ الروایۃ
فی ھذا الخبر انہ دخل علی رسول اللہ صلعم بغیر اذن فقال لہ رسول اللہ صلعم واین الاذن

حتی اقدم جماعۃ من الاکابر علی الطعن فی صحۃ ھذا الحدیث مع کثرۃ طرقہ واتفاق
الشیخین وسائر الذین خرجوا الصحیح علی تصحیحہ وذلک ینادی علی منکری صحتہ بعدم
معرفۃ الحدیث وقلۃ الاطلاع قال ابن المنیر مفہوم الآیۃ زلت فیہ الاقدام حتی انکر
القاضی ابو بکر صحۃ الحدیث وقال لا یجوز ان یقبل ھذا ولا یصح ان الرسول قالہ انتہی
ولفظ القاضی ابو بکر الباقلانی فی التقریب ھذا الحدیث من اخبار الاحاد التی لا یعلم ثبوتہا
وقال امام الحرمین فی مختصرہ ھذا الحدیث غیر مخرج فی الصحیح وقال فی البرھان لا
یصححہا اھل الحدیث وقال الداودی الشارح ھذا الحدیث غیر محفوظ صفحہ ۲۰۵ جلد ۴
یعنی اس آیت سے یہ سمجھنا کہ حضرت کو استغفار و عدم استغفار کا اختیار ہے ایسا امر ہے کہ بہت سی
اکابر اہل حدیث کو اسپر آمادہ کیا کہ اس حدیث کی صحت میں طعن کریں حالانکہ بہت سے طرق سے
حدیث وارد ہے بخاری مسلم دونوں نے اسکی روایت کی ہے بلکہ جتنے لوگوں نے احادیث صحیحہ کو جمع کیا ہے
سب نے اسکی روایت کی ہے منکرین صحت حدیث کی عدم معرفت حدیث اور قلت اطلاع ظاہر ہے کما ابن منیر نے کہا

فقال ما استاذنت علی احد من مضر وکانت عائشہ مع النبی جالسۃ فقال من ھذہ الحمیرا فقال ام المومنین فقال افلا انزل لک عن اجمل منہا فقالت عائشہ من ھذا فقال ھذا احمق مطاع وھو علی ماترین سید قومہ صـ۵۲۷ جلد ۲ کہ عیینہ بن حصین خدمت رسول میں حاضر ہوا حضرت کی پاس عائشہ بیٹھی ہوئی تھیں اور اوسوقت تک آیہ حجاب نہیں نازل ہوا تھا۔ تو عیینہ نے پوچھا یہ کون عورت ہے حضرت نے فرمایا عائشہ تو عیینہ نے کہا ہم اپنی زوجہ ام البنین سے تبادلہ نہ کریں کہ اسکی عوض آپ اوس سے نکاح کرلیں عائشہ اس سے غصہ ہوئیں اور پوچھا یہ کون ہے حضرت نے فرمایا یہ احمق ہے مگر اپنی قوم کا سردار ہے دوسری روایت میں ہے کہ عیینہ نے کہا یہ سرخ رخسار والی کونسی عورت ہے تو حضرت نے فرمایا یہ عائشہ ہے ام المومنین عیینہ نے کہا کہیئے تو ہم اپنی زوجہ ام البنین سے بدلا کرلیں کہ وہ اس سے زیادہ خوبصورت ہے پھر کیونکر ممکن تھا کہ عائشہ اوس طریقہ نکاح کو پسند کرتیں جس میں عیینہ بن حصن نے یہ خواہش کی تھی کہ اپنی زوجہ ام البنین کو حضرت کے حوالہ کرکے عائشہ کو اپنے قبضہ میں لائیں پھر اس میں حضرت عائشہ کے حسن کو بھی خاک میں ملایا ہے کہ ام البنین کو اونسے زیادہ حسین بتایا ہے بہرکیف مولوی شبلی صاحب نے کسی وجہ سے انہوں حضرت بخاری پر افترا کیا بلکہ حضرت عائشہ پر بھی جن سے ہمکو ان حالات کی بیان کرنے پر مجبوری ہوئی۔

ہاں یہاں سے اسکی وجہ بھی معلوم ہوئی کہ آریوں میں جو نیوگ کا رواج ہوا تھا اسی روایت عائشہ سے کیونکہ یہ مذہب جاہلیت میں بمخالفت اسلام قائم ہوا ہے اسلئے اس مسئلہ کو بھی انلوگوں نے بخاری سے لئے

کہ مفہوم آیہ ایسا ہے جس میں اقدام کو لغزش ہوئی یہانتک کہ قاضی ابوبکر نے صحت حدیث سے انکار کیا اور کہا کہ جائز نہیں کہ ایسی حدیث قبول کیجائے اور کسی طرح یہ صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا سو قاضی ابوبکر کا لفظ تقریب میں یہ ہے کہ یہ حدیث اخبار احاد سے ہے جس کا ثبوت غیر معلوم ہے کہا امام الحرمین نے اپنی مختصر میں یہ حدیث صحیح میں نہیں روایت کی گئی ہے اور کہا برہان میں اس حدیث کو اہلحدیث صحیح نہیں جانتے کہا غزالی نے مستصفی میں کہ اظہر یہ ہے کہ یہ حدیث غیر صحیح ہے کہا داودی شارح نے کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔

پھر نہ معلوم مولوی شبلی صاحب نے کس عقل سے اس حدیث کو فضیلت عمر میں لکھا ہے جسکو اتنے علما نے غیر صحیح غیر محفوظ کہہ رہے ہیں

ابن حجر جو کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بخاری و مسلم اور کل ائمہ اہلحدیث نے روایت کیا ہے تو یہی کافی دلیل ہے اس کے موضوعیت کی کیونکہ جو واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ عمر نے حضرت کا دامن پکڑ کر کھینچا اور کہا کہ آپ کیونکر اسپر نماز پڑھ سکتے ہیں یہ تو منافق تھا بجائے خود بتا رہا ہے کہ یہ قصہ غلط ہے اور صرف فضیلت عمر کے لئے یہ حدیث بنائی گئی ہے کہ اس ذریعہ سے عمر صاحب کی جرأت دکھائیں مگر اسپر غور کیا کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا تو پھر عمر کا

اخذ کیا ہوگا کہ جو باتیں قدیم جاہلیت میں پہلے جاری تھیں انکو جاری کیا اگر حضرت عائشہ اس طریقہ کو نہ بیان کرتیں بخاری اسکو درج صحیح نہ کرتے تو شاید مسئلہ جو حیا و شرم کا غارت کرنیوالا ہے آریوں میں نہ رائج ہوتا مگر ہمکو تعجب ان مسلمانوں سے ہے جو شب و روز آریوں سے جنگ کرتے ہیں حالانکہ انکی صحاح تمامتر انہیں نکاحوں سے پیدا ہوئے کیونکہ بجز خاندان رسالت جسکی شرافت مسلم ہے کوئی عرب بھی اسکا مدعی نہیں ہوسکتا کہ اوسکی ولادت صحیح قاعدہ سے ہوئی ہو الا ماشاء اللہ پھر انکی اولاد اون کے پیرو کیونکر غیروں پر طعن کرسکتے ہیں جو شب و روز آریونکی نیوگ پر معترض ہوتے ہیں۔

فتح الباری میں ہے قال بدر بن عمر باجیاد فدعا بماء فاتته ام مهزول وهي من البغايا التسع اللاتي كن في الجاهلية فقالت هذا ماء ولكنه في اناء لم يدبغ فقال هلمي فان الله جعل الماء طهورا ومن طريق القاسم بن محمد عن عبد الله بن عمر ان امرءة كانت يقال لها ام مهزول تسافح في الجاهلية فاراد بعض الصحابة ان يتزوجها فنزلت الزاني لا ينكح الا زانية ومشركة ومن طريق مجاهد في هذه الآية قال هن بغايا كن في الجاهلية معلومات لهن رايات يعرفن بها ومن طريق عاصم بن المنذر عن عروة بن الزبير مثله وزاد كرايات البيطار وقد ساق هشام بن الكلبي في كتاب المثالب اسامي صواحبات الرايات في الجاهلية فسمى منهن اكثر من عشر نسوة مشهورات تركت ذكرهن اختصارا اهـ ۶۸ جلد ۵

یعنی عمر نے بمقام اجیاد پانی مانگا تو ام مہزول نامی عورت جو ایام جاہلیت کی مشہور فاحشہ عورتوں سے

اسلام کیا ہوتا ہے اور اون صحابہ کی ایمانداری و جاں نثاری کیا ہوتی ہے جنکی نسبت کہا جاتا ہے کہ حضرت کی سینہ پر اپنا خون گراتے تھے کیونکہ دیکھ رہے ہیں حضرت نماز پڑھنا چاہتے ہیں اور عمر آپکا دامن پکڑ کر کھینچ رہے ہیں کیا کوئی عاقل مان سکتا ہے کہ ہزاروں جاں نثار صحابہ کے روبرو یہ جرأت ہوسکتی ہے اور کیا عمر اسکے بعد مسلمان کہے جاسکتے ہیں۔

ہاں ہاں اہلسنت کا ایمان تو جو کچھ ہے عمر پر ہے لہذا اگر اس سے بڑھکر بھی کوئی دعوے کیا جاتا تو قبول ہوجاتا اسلیے حضرت نے ایک ایسی بین علامت وضع اس حدیث میں ظاہر کردی کہ کسی عاقل کو بھی اسمیں شک نہ رہے کیونکہ واضع حدیث نے کہا کہ حضرت نے فرمایا خدا نے ہمکو اختیار دیا ہے حالانکہ آیہ کریمہ استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ذلك بانهم كفروا بالله ورسوله والله لا يهدي القوم الفاسقين یعنی استغفار کرو اونکے لیے یا نہ استغفار کرو اگر ستر مرتبہ بھی استغفار کروگے تو ہرگز خدا نہ بخشیگا کیونکہ اونلوگوں نے کفر کیا خدا و رسول کے ساتھ اور خدا نہیں ہدایت کرتا فاسقین کی۔

بھی پانی لائی اور کہا یہ پانی ہے مگر ایسی مشک میں ہے جسکی دباغت نہیں ہوئی عمر نے کہا کچھ ہرج نہیں
لاؤ کہ خدا نے پانی کو طاہر بنایا ہے قاسم بن محمد روایت کرتے ہیں کہ ام مہزول سے ایک صحابی نے
نکاح کرنا چاہا تو آیہ الزانی لاینکح الا زانیۃ نازل ہوا طریق مجاہد سے ہے کہ مراد اس سے وہ عورتیں ہیں جو
زمانہ جاہلیت میں مشہور زنا کار عورتیں تھیں جنہوں نے اپنے مکانوں پر جھنڈا گاڑ رکھا تھا کہ پہچانی جائیں ہشام
بن کلبی نے اپنی کتاب مثالب میں دس عورتوں سے زیادہ کا نام لکھا ہے جو اس بارے میں سب سے مشہور تھیں
ہمنے قصداً اونکا نام نہیں لکھا" انتہے

اب کہیے اس سے بڑھکر کیا پردہ داری ہو سکتی ہے کہ محض حمایت خلفا میں ابن حجر نے اون عورتوں کا نام
چھپا دیا جو صاحب رایات سے تھیں اور نہ لکھا کہ کسی کو معلوم ہو مگر ع نہاں کے ماند آں رازی کزو
سازند محفلہا صدہا کتب الحق میں اونکی تصریح کردی گئی مگر جو خود جیسا ہوتا ہے ایسی ہی کو پسند کرتی ہیں
افسوس کہ بوجہ مجبول ہم اُن معظمات اہلسنت کا نام نہیں لکھتے جنسے اونکی خلفا اور صحابہ پیدا ہوئے مگر
یہ ضرور عرض کرتے ہیں کہ اہلسنت کو مخالفین اسلام سے اس قسم کی جنگ جدل مناسب نہیں یہ منصب
صرف ہم اہل الحق کو ہے جنکی ائمہ طاہرین اور آبا و اجداد سلف سے خلف تک جملہ اقسام کی معائب و نقص
سے محفوظ رہے ورنہ بنی امیہ کی ماں زرقا زبیر کی دادی کا ہلیہ عمر کی دادی صحاکہ حبشیہ کا حال کسے
نہیں معلوم عمر عاص کی ماں نابغہ سے کون نا واقف ہے

اب آئیے کچھ اور کارنامے خلیفہ دوم کے ملاحظہ فرمائیں کہ کسطرح شریعت اسلامی کو مٹا کر

ایسا آیا ہے کہ معمولی عقل والے انسان کو بھی اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ مقصود باری یہ ہے کہ وہ کسی طرح قابل
بخشش نہیں ہیں پھر حضرت جو افصح الفصحا اور اعقل العقلا تھے کیونکر ایسا دھوکے کر سکتے ہیں کہ اس سے
حضرت کا اختیار غلط سے امی درجہ سے صاف صاف اون کا نکھر دیا کہ۔ حدیث وضعی ہے کسی طرح ممکن نہیں کہ
رسول اللہ نے ایسا فرمایا ہو کہ معاذ اللہ خدا نے ہمکو اختیار دیا ہے جو صریح افترا ہے خدا پر ... سے
زیادہ کہینگے ایسا کہنا ہے کہ معاذ اللہ اس سے کمال بے عقلی قابل معلوم ہوتی ہے جیسی پر ابن المنیر کہتے ہیں
فاشکل قولہ وما زیادہ علی السبعین مع ان حکم ما زاد علیہا علمہا پس نہایت اشکل ہے حضرت مجاہد
کہتا کہ ہم ستر مرتبہ پر زیادہ کرینگے کیونکہ جو حکم ستر مرتبہ کا ہے وہی اس سے زیادہ کا آخر میں ابن حجر لکھتے ہیں۔
ووقع فی اصل ہذہ القصۃ اشکال اخر وذلک انہ اطلق انہ خیر بین الاستغفار لہم وعدمہ
بقولہ تعالیٰ استغفر لہم او لا تستغفر لہم واخذ بمفہوم العدد من السبعین فقال سازید علیہا
مع انہ قد سبق نزول قولہ تعالیٰ ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین
ولو کانوا اولی قربی فان ہذہ الایۃ کما سیاتی فی تفسیر ہذہ السورۃ نزلت فی قصۃ

انھوں نے اپنی شریعت کو جاری کیا ہے اور عورتوں کی حقوق کو جو اسلام نے قائم کیا تھا کسطرح مٹایا ہے ازالۃ الخفا میں ہے (۹) مالک والشافعی عن ابی الزبیر ان عمر اتی بنکاح لم یشہد علیہ الا رجل وامرءۃ فقال ھذا نکاح السر ولا اجیزہ ولو تقدمت فیہ لرجمت۔ الشافعی عن الحسن وسعید بن المسیب ان عمر قال لا نکاح الا بولی وشاھدی عدل قال الشافعی والذی روی حجاج بن ارطاۃ عن عطاء عن عمر انہ اجاز شہادۃ النساء مع الرجل فی النکاح منقطع و الحجاج لا یحتج بہ ص۱۱۱ مقصد ۲ یعنی مالک اور شافعی نے ابی الزبیر سے روایت کیا ہے کہ عمر کی پاس ایک نکاح کا قضیہ پیش ہوا جسپر صرف ایک مرد اور ایک عورت نے گواہی دی تو عمر نے کہا یہ نکاح پوشیدہ ہے جسکو ہم نہیں جائز جانتے اگر پھر ایسا کیا تو ہم اوسکو سنگسار کرینگے۔

شافعی حسن و سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر نے کہا نکاح بغیر ولی اور دو گواہ عادل جائز نہیں شافعی کہتے ہیں کہ روایت حجاج کہ عمر نے عورتونکی گواہی بھی مردونکے ساتھ قبول کی ہے یہ روایت منقطع ہے اور حجاج قابل احتجاج نہیں۔

دیکھیئے وہ حق حریت و مساوات جو منجانب خداوند عالم عورتونکو ملا تھا کہ وہ بھی ہر طرح اپنی معاملات میں آزاد ہیں کسطرح خاک میں ملا دیا گیا کہ ایکطرف کفارت کا مسئلہ ایجاد ہوا جسکو کن مشکلوں سے رسول اللہ نے توڑا تھا خلیفہ نے پھر اوسکو زندہ کیا دوسری طرف مسئلہ ولایت کی پخ لگائی گئی کہ عورت خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ باکرہ ہو یا ثیبہ تابع ولی ہیں کہ اونکی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا کہ یہانتک کہ

ابی طالب حین قال ص لاستغفرن لک ما لم انہ عنک فنزلت وکانت وفاۃ ابی طالب بمکۃ قبل الہجرۃ اتفاقا وقصۃ عبد اللہ بن ابی ھذہ فی سنۃ التاسعۃ من الہجرۃ کما تقدم فکیف یجوز ذلک الاستغفار للمنافقین مع الجزم بکفرھم فی نفس الآیۃ ص۲۰۶ یعنی اصل قصہ میں ایک دوسرا اشکال ہے کہ حضرت نے یہاں علی الاطلاق فرمایا کہ ہم کو اختیار دیا گیا ہے کہ استغفار کریں یا نہ کریں جس سے حضرت نے یہ نتیجہ نکالا کہ ستر مرتبہ پر زیادہ کریں گے حالانکہ اس سے بہت پہلے حضرت پر یہ آیہ نازل ہو چکا تھا کیونکہ یہ آیہ جیسا کہ اسی بحث میں آتا ہے نازل ہوا قصہ وفات ابوطالب میں جن کی نسبت حضرت نے فرمایا تھا کہ ہم تمھارے لیے استغفار کرینگے جب تک کہ منع نہ کیئے جائیں اور وفات ابوطالب مکہ میں ہوئی قبل ہجرت اور قصہ عبد اللہ بن ابی ۹ سنہ ہجری کا واقعہ ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ حضرت استغفار کریں منافقین کے لیئے باوصفیکہ اونکی کفر کا حضرت کو یقین حاصل تھا۔

خدا سمجھے بخاری اور اوسکے طرفداروں سے کہ صرف حضرت عمر کی اس جرءت کو دکھانے کیلئے کہ اونھوں نے حضرت کا دامن پکڑ کر سارے مسلمانوں کے نماز پڑھنے سے گھسیٹ لیا ایسا افترا رسول پر کر رہے ہیں کہ باوصفیکہ حضرت پر

سو درہ اسکی حد مقرر کردیگئی تیسری طرف یہ شاخ بڑھائی گئی کہ گواہ ہونا بھی ضروری ہے گواہ بھی دو ہوں اور عادل اور عورتوں کی گواہی اس مسئلہ میں قابل سماعت نہیں حالانکہ عام طور سے شریعت محمدی میں دو عورتوں کی گواہی مقابل ایک مرد کے سمجھی گئی ہے مگر شریعت عمری کے احکام ہی دوسرے ہیں۔

اب آیئے اسکو شریعت اسلام میں دیکھیے کہ اسکے متعلق کیا احکام ہیں اگرچہ حضرات اہلسنت نے ہمیشہ مطابق منشاء وائے خلفاء ثلثہ احادیث وضع کی ہیں مگر منجانب اللہ کچھ ایسے سامان فراہم ہوجاتے ہیں کہ پھر بھی حق واضح ہوجاتا ہے نواب مولوی صدیق حسن خانصاحب جو اہلحدیث کے امیر المومنین بھی ہیں روضہ ندیہ میں لکھتے ہیں۔

وشاهدين لحديث عمران بن حصين عند الدارقطني والبيهقي في العلل واحمد في رواية ابنه عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا نكاح الا بولي وشاهدي عدل وفي اسناده عبد الله بن محرر وهو متروك واخرج الدارقطني والبيهقي من حديث عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

یعنی نکاح میں دو شاہد ضروری ہیں کیونکہ حدیث عمران بن حصین میں ہے بروایت دارقطنی و بیہقی و احمد کہ حضرت نے فرمایا نہیں نکاح ہے مگر ولی و شاہدین عدل سے اس حدیث کی اسناد میں عبد اللہ بن محرر ہے جو متروک ہے (لہذا یہ حدیث رخصت ہوئی) دارقطنی و بیہقی نے بروایت عائشہ بیان کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا بے ولی و دو شاہد عدل

وس بارہ برس پہلے یہ حکم نازل ہوچکا تھا کہ کفار پر استغفار کرنا نبی کو اور کسی مومن کو جائز نہیں مگر اسپر بھی معاذ اللہ حضرت خدا پر یہ افترا کررہے ہیں کہ تجھکو استغفار کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

بہرحال سب سے واضح اور بدیہی نتیجہ جو پہلے حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ صحت صحیح بخاری خاک میں ملگئی جسکی اس روایت کو جو متعدد طرق سے صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے ابن المنیر قاضی ابوبکر باقلانی۔ امام الحرمین امام غزالی۔ داؤدی شارح نے غیر صحیح غیر محفوظ اور وضعی کہدیا جس سے اجماع اہلسنت اصحت بخاری پر باطل ہوا کیونکہ گو ابن حجر نے کچھ تاویل کی ہے اور بات بنائی ہے مگر اس کا تو کوئی جواب نہ دیسکے کہ اتنے علماء قائل بموضوعیت ہوئے حالانکہ ایک قول بھی بطلان اجماع کیلیے کافی ہے دوسرا نتیجہ بدیہی یہ نکلتا ہے کہ لازم آتا ہے معاذ اللہ حضرت معانی قرآن سے عاری ہوں کہ اس آیہ سے یہ سمجھے کہ اگر ہم زیادہ استغفار کرینگے تو خدا بخشدیگا جسکو زمخشری نے بصورت سوال و جواب اسطرح لکھا ہے۔

فان قلت كيف خفي على افصح الخلق واخبرهم باساليب الكلام وتمثيلاته ان المراد بهذا العدد ان الاستغفار ولو كثر لا يجدي ولا سيما وقد تلاه قوله ذلك بانهم كفروا بالله ورسوله الآية

لانکاح الا بولی وشاهدی عدل فان تشاجروا فالسلطان ولی من لا ولی له وسناده ضعیف و
اخرج الترمذی من حدیث ابن عباس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال البغایا اللاتی ینکحن انفسهن بغیر بینة وصحح الترمذی وقفه
وهذه الاحادیث ما ورد فی معناها یقوی بعضها بعضا وقد ذهب الی ذالک الجمهور فی شرح السنة
اکثر اهل العلم علی ان النکاح لا ینعقد الا ببینة ولا ینعقد حتی یکون الشهود حضور حالة العقد و
اختلفوا فی صفة الشهود قال الشافعی لا ینعقد الا بشهادة رجلین عدلین وقال ابوحنیفة ینعقد برجل وامرئتین وبفاسقین کذا فی المسوی و
فی الموطا فی باب لا یحل نکاح السر مالک عن ابی الزبیر المکی ان عمر بن الخطاب اتی بنکاح لم یشهد علیه الا رجل وامرءة فقال نکاح السر ولا اجیزه ولو کنت تقدمت فیه لرجمت ۱۲

نکاح نہیں ہو سکتا اگر مشاجرہ کریں تو بادشاہ ولی ہے جسکا کوئی ولی نہو۔ اسناد اسکی ضعیف ہیں۔
ترمذی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا بغایا (فاحشہ) وہ عورتیں ہیں جو بلا گواہ کے خود نکاح کر لیں۔ اس حدیث کو ترمذی نے صحیح کیا ہے یہ حدیثیں بعض انکی بعض کی تقویت کرتی ہیں۔
جمہور علمار کی بھی یہی رائے ہے شرح سنہ میں ہے کہ اکثر اہل علم قائل ہیں نکاح بغیر بینہ نہیں منعقد ہو سکتا اور گواہ کو وقت عقد حاضر ہونا ضروری ہے۔
شافعی کہتے ہیں دو گواہ عادل کا حضور ضروری ہے۔ ابوحنیفہ ایک مرد و دو عورت کی گواہی کے قائل ہیں اور دو فاسق کی گواہی بھی قبول کرتے ہیں جیسا کہ مسوی میں ہے اور موطا میں باب نکاح السر میں یہی روایت ہے جو سابقا مذکور ہوئی کہ عمر نے ایک مرد و ایک عورت کی گواہی اس بارے میں نامنظور کی۔
ان تحقیقات سے اس قدر تو آپکو یقینی معلوم ہوا

فبین الصادق عن المغفرة لهم قلت لم یخف علیه ذالک ولکنه فعل ما فعل وقال ما قال اظهار الغایة رحمته ورافته علی من بعث الیه وهو کقول ابراهیم ومن عصانی فانک غفور رحیم وفی اظهار النبی الرافة المذکورة لطف بامته وباعث علی رحمته بعضهم بعضا انتهی وقد تعقبه ابن المنیر وغیره وقالوا لا یجوز نسبة ما قاله الی الرسول لان اللہ اخبر انه لا یغفر للکفار واذا کان لا یغفر لهم فطلب المغفرة لهم مستحیل لا یقع من النبی ص ۲۰۶ فتح الباری جلد ۸۔ یعنی اگر یہ اعتراض کرو کہ حضرت پر جو تمام جہان سے زیادہ افصح تھے اور عنوان کلام و تمثیلات سے خوب واقف تھے کیونکر یہ امر مخفی رہا کہ مراد عدد سبعین سے یہ ہے کہ کسی طرح وہ قابل مغفرت نہیں ہے خصوصاً جبکہ اسکے بعد یہ آیۃ بھی ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے کفر کیا خدا و رسول کے ساتھ جس میں عدم مغفرت کی وجہ بتا دی گئی ہے پھر کیونکر حضرت نے فرمایا کہ ہم زیادہ کر دینگے تو اسکا جواب زمخشری یہ دیتے ہیں کہ حضرت پر مخفی نہیں تھا مگر از راہ کمال رافت و شفقت امت پر یہ فرمایا

کہ رسول اللہ کی کوئی حدیث صحیح اس بارے میں نہیں ہی کہ حضرت نے نکاح میں گواہ کو شرط کیا ہو کیونکہ بتصریح مولوی صدیق حسن خاں صاحب جو روایتیں لائی گئی ہیں وہ خالی از علت نہیں۔

میزان الکبریٰ شعرانی میں ہے صٓ ۹۶ جلد ۲ مطبوعہ مصر۔

ومن ذلك قول الائمة الثلثة انہ لا یصح النكاح الا بشہادة مع قول مالك انہ یصح عن غیر شہادة الا انہ یعتبر فیہ الاشاعة وترك التراضی بالكتمان حتی لو عقد فی السر واشترط كتمان النكاح فسخ عندہ واما عند الثلاثة فلا یضر كتمانہم مع حضور الشاہدین۔

یعنی ائمہ اربعہ سے تین آدمی تو قائل ہیں کہ نکاح بغیر شہادت صحیح نہیں اور مالک کہتے ہیں کہ صحیح ہی۔ اگرچہ گواہ نہوں۔ کیونکہ معتبر نکاح میں شہرت ہے۔

جس سے اور بھی معلوم ہوا کہ جناب رسالتمآب کا کوئی حکم خاص اس بارے میں نہ تھا بلکہ صرف خلیفہ دوم کی حمایت بیجا میں اسقدر روایتیں بنائی گئیں اور علمائے اہلسنت نے بھی اس حکم کو داخل شریعت کیا آپ اس شرط کی لطافت کیا جان سکتے ہیں کہ شہود کی مداخلت نے کیا فساد کیا۔ ایک ایسا باب شہادت زور کا کھل گیا کہ نہ معلوم کتنی زناکاریاں اسکے وقوع میں آئی ہونگی اور وہ سب اُس شخص کے نامۂ اعمال میں لکھی جائینگی جس نے اسطرح شریعت محمدی میں مداخلت کی کہ گویا پورے طور پر اُسکے نبی ہی تھے۔

اہلسنت کے امام بخاری اپنی صحیح کے آخری حصہ میں ایک کتاب لکھتے ہیں۔ کتاب الحیل یعنی فریب مکاری کی کتاب۔ اسی میں لکھتے ہیں صٓ ۱۲۶ جلد ۴۔

کرامت کو اسکی ہدایت ہو کہ وہ بھی اسی قسم کا سلوک کریں اسکی مثال قول ابراہیم ہی کہ جس نے ہماری معصیت کی تو تو غفور رحیم ہے۔ ابن منیر اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے امر کی نسبت رسول کی طرف جائز نہیں کیونکہ جب خدا نے خبر دی کہ وہ کفار کی مغفرت نہ کریگا تو طلب مغفرت کرنا امر محال کی خواہش کرنا ہی جو رسول اللہ سے ممکن نہیں اس سوال کے جواب سے معلوم ہوگا کہ اہلسنت کو کس درجہ حمایت کفار مطبوع ہی کہ خدا کی ممانعت کے ساتھ بھی وہ تجویز کرتے ہیں۔ رسول کفار کے لیے طالب مغفرت ہوں اور اسکو مسلمانوں کے لیے باعث ہدایت قرار دیتے ہیں کہ وہ بھی اسی طرح کفار کے ساتھ سلوک کریں۔ مگر یہ سب افترا رسول پر صرف بغرض حمایت خلیفۂ دوم ہی اور بحمایت عبداللہ ابن ابی ورنہ حضرت ابوطالب تو انکے نزدیک کسی طرح قابل ہمدردی نہیں ہیں کہ زبردستی اُنپر کفر کا فتوی لگایا گیا اور زبردستی آیہ ماکان للنبی کو اس واقعہ سے متعلق کیا جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا۔

تیسرا بدیہی نتیجہ ان روایات کا یہ ملا کہ حضرت نے خدا پر افترا کیا کہ ہم نے استغفار و عدم استغفار کا اختیار دیا گیا ہی۔ یہ سب نتیجے ہیں اسکے کہ اسلام و ایمان عمر کے قائل ہیں اور صحت صحیح بخاری کی جس سے نہ رسول اللہ

باب فی النکاح حدثنا مسلم بن ابراھیم حدثنا
ھشام حدثنا یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمہ عن ابی ھریرۃ
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تنکح البکر حتی تستاذن
ولا الثیب حتی تستامر فقیل یا رسول کیف اذنہا قال
اذا سکتت وقال بعض الناس ان لم تستاذن البکر
ولم تزوج فاحتال رجل فاقام شاھدی زور انہ
تزوجھا برضاھا فاثبت القاضی نکاحھا والزوج یعلم
ان الشہادۃ باطلۃ فلا باس ان یطاھا وھو تزویج
صحیح حدثنا علی بن عبد اللہ حدثنا سفیان حدثنا
یحیی بن سعید عن القاسم ان امرأۃ من ولد جعفر
تخوفت ان تزوجھا ولیھا وھی کارھۃ فارسلت
الی شیخین من الانصار عبد الرحمن ومجمع ابنی
جاریۃ قالا فلا تخشین فان خنساء بنت خذام
انکحھا ابوھا وھی کارھۃ فرد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ذلک ۔ قال سفیان واما عبد الرحمن فسمعتہ یقول
عن ابیہ ان خنساء ۔ حدثنا ابو نعیم حدثنا

خلاصہ یہ کہ ابوہریرہ نے روایت کی کہ حضرت نے فرمایا
باکرہ سے جب تک اجازت نہ لیجاے نکاح نہ کیا جائے اور
ثیبہ جبتک حکم نہ دے اسکا نکاح نہ کیا جاے کسی نے
پوچھا یا حضرت باکرہ سے کیونکر اجازت لیجاے حضرت
نے فرمایا اسکا سکوت بھی اجازت ہے۔ کہا بعض آدمیوں
نے کہ اگر بکر سے نہ اجازت لیگئی ہو اور نہ نکاح کیا گیا ہو
بلکہ ایک شخص نے دو شاہد زور اس پر بنایا کہ اس عورت
سے نکاح کیا ہے اور قاضی نے بھی اسکو ثابت کیا تو شوہر
باوصفیکہ جانتا ہے کہ یہ گواہی جھوٹی ہے مگر اسکو وطی کرنا
اس عورت سے جائز ہے اور یہ نکاح صحیح ہے
(۲) قاسم سے روایت ہے کہ اولاد جعفر سے ایک عورت کو
اسکا خوف ہوا کہ کہیں اسکا ولی ایسے شخص سے نہ
نکاح کر دے جس سے اسکو کراہت ہو۔ لہذا قبیلہ
انصار کے دو شیخ عبد الرحمن و مجمع بن جاریۃ سے
کہلا بھیجا تو ان دونوں نے جواب دیا۔ تم اس سے
نہ ڈرو کیونکہ خنسا بنت خذام کا اسکے باپ نے نکاح

کی رسالت باقی رہتی ہے نہ قرآن کی صدق شہ رہ سکتی نہ اسلام کی حقیقت۔
افسوس کہ علمائے اہلسنت تو ان روایات کو اسلام کے لیے ایسی مصیبت سمجھیں کہ بغیر انکار صحت روایت انکو کوئی
چارہ نہ ہو اور مولوی شبلی صاحب اس جوش اور بشاشت سے عمر صاحب کی جرات وجلال ۔ آزادی رائے اور
کمال جرات میں اسکو پیش کریں ۔ زیادہ تر حیرت انگیز یہ ہے کہ اس ساری قصہ میں کسی نے یہ نہ لکھا کہ
کیونکر ممکن تھا عمر صاحب ایسی حرکت کریں جس سے ان کا اسلام ظاہری بھی رخصت ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ
تنہا نہ تھے ۔ ہزاروں صحابہ کا مجمع تھا پھر کیونکر ممکن تھا عمر صاحب ایسی جرات کرتے کہ حضرت کا دامن پکڑ کر
گھسیٹتے حالانکہ خداوند عالم سورہ حجرات میں فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت
النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ان الذین
یغضون اصواتکم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ واجر عظیم
ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم

شیبان عن یحییٰ عن ابی سلمہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن قالوا کیف اذنہا قال ان تسکت وقال بعض الناس ان احتال انسان بشاہدی زور علی تزویج امرأۃ ثیب بامرہا فاثبت القاضی نکاحہا ایاہ والزوج یعلم انہ لم یتزوجہا قط فانہ یسعہ ہذا النکاح ولا باس بالمقام لہ معہا۔ حدثنا ابو عاصم عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکہ عن ذکوان عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البکر تستاذن قلت ان البکر تستحی قال اذنہا صماتہا وقال بعض الناس ان ہوی رجل جاریۃ یتیمۃ او بکرا فابت فاحتال فجاء بشاہدی زور علی انہ تزوجہا فادرکت فرضیت الیتیمۃ فقبل القاضی شہادۃ الزور والزوج یعلم ببطلان ذلک حل لہ الوطی صفحہ ١٣٦ جلد ۴

نکاح کر دیا تھا حالانکہ وہ کارہ تھی تو رسول اللہ نے اُس نکاح کو رد کر دیا۔

(۳) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا بیوہ کا نکاح بغیر اُسکے حکم کے نہ ہونا چاہیے اور باکرہ کا نکاح بغیر اُسکی اجازت کے نہ ہونا چاہیے۔ لوگوں نے پوچھا باکرہ شرماتی ہے تو حضرت نے فرمایا اُسکا سکوت بھی اذن ہے۔ بعض آدمیوں نے کہا ہے کہ اگر کوئی دو جھوٹا گواہ اِس امر کا بنائے کہ اس بیوہ کی حکم سے اسکا نکاح فلاں سے ہو گیا اور قاضی کے یہاں ثابت ہو جائے تو وہ مرد بے تامل اُس عورت کے ساتھ مباشرت کر سکتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ محض فریبی کارروائی ہے۔

(۴) ذکوان عائشہ سے روایت کرتا ہے وہی روایت کہ باکرہ سے اجازت لینا چاہیے اور بیوہ سے حکم اسکے بعد بخاری لکھتے ہیں کہا بعض آدمیوں نے کہ اگر کوئی شخص کسی یتیم لڑکی پر یا باکرہ پر عاشق ہوا اور وہ انکار کرتی ہوا اور وہ شخص دو جھوٹے گواہ اسکے بنائے کہ اس سے نکاح ہوا ہے اور یتیمہ بھی بالغ ہو جائے اور قاضی اُس شہادت کو

واللہ غفور رحیم یعنی اے ایمان والو اپنی آوازیں پیغمبر پر بلند نہ کرو اور نہ زور سے بولا کرو جس طرح آپس میں بولتے ہو کہ تمہارے اعمال نہ حبط ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ پیغمبر کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں وہی تو وہ ہیں جن کے دلوں کی آزمائش کی ہے خدا نے تقویٰ کے لیے انکے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم۔ ضرور وہ لوگ کہ حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں اکثر اُنکے بےعقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہانتک کہ تم نکلو اُنکی طرف تو یہ بہتر ہوتا اُنکے لیے۔ اور خدا غفور رحیم ہے۔

اب ہم نہیں سمجھتے کہ اہل سنت مسلمان ہیں یا کیا جو خداوند عالم کی اس تعلیم کے خلاف عمر صاحب کو کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت کا دامن پکڑ کر کھینچا اور پھر وہ مسلمان رہے۔

اگر خوف خدا و رسول و مومنین نہیں ہے تو عمر صاحب کا تو خیال کیجیے جو اس آیت کے بعد پھر کسی طرح مسلمان نہیں رہ سکتے۔ مگر خدا سمجھے اِن لوگوں سے جو دل سے محض جواز اجماع کے خلافت کے ایسی حدیثیں وضع کیں جن سے خود وہ لوگ کافر ہو جاتے ہیں جن کی خلافت کے لیے یہ حدیثیں گھڑی گئیں تعجب تو یہ ہے کہ حضرات

لے چکا ہو تو ولی اُسکے لئے جائز ہے حالانکہ وہ شخص جانتا ہے نکاح وغیرہ کچھ نہیں ہوا ہے۔

اس بحث سے آپ سمجھ سکتی ہیں کہ اُس زمانہ میں یہ ظلم کس قدر رائج تھا کیونکہ خاندان عمر کا حال تو آپ دیکھ چکی ہیں۔ وہ لوگ عام طور پر بلا اجازت باکرہ نکاح کر دیتے تھے یعنی اُس سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ اور بیوہ عورت کا نکاح بھی باطل کر دیا جاتا اگر وہ اپنی پسند سے کرتی یعنی بلا اذن ولی۔ تو پھر بتایئے ایسے جھوٹے مقدمات بنانے میں انکو کیا باک تھا کہ دو جھوٹے گواہ لیجاتے اور قاضی صاحب سے فیصلہ کرا لاتے۔ اسی لئے بخاری کو اسقدر حدیثیں لانی پڑیں۔ اور اُن کو دکھانا پڑا کہ یہ بالکل ناجائز کارروائی ہے حالانکہ اگر وہ کچھ بھی سمجھدار ہوتے تو بجائے اسکے کہ ابو حنیفہ پر اسقدر عتاب کریں حضرت عمر ابن الخطاب پر غصہ کرنا چاہیے تھا جنھوں نے خلاف شریعت رسول یہ احکام جاری کئے کہ عورت صغیرہ و بالغہ۔ باکرہ ہو یا بیوہ سب کو ولی کا تابع کیا کہ بغیر ولی نکاح ہی نہیں ہو سکتا۔ شہود کی قید بڑھائی کہ بلا گواہ نکاح ہی نہیں درست جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دو جھوٹے گواہ جب چاہیں اور جسپر چاہیں گواہی دیکر زید کی زوجہ کو عمرو کی زوجہ بنا دیں اور جس کی بیٹی کو چاہیں جسکی زوجہ کر دیں۔ اور وہ سب حلال و طیب و طاہر بھی قرار پا جائیں۔

حالانکہ اسی باب کے پہلے یہ حدیث بخاری میں موجود ہے عن ام سلمہ عن النبی قال انما انا بشر و انکم تختصمون ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجته من بعض و اقضی له علی نحو ما اسمع فمن قضیت له من حق اخیه شیئا فلا یاخذ فانما اقطع له قطعة من النار ص۱۲۶ جلد

یعنی ہم بھی بشر ہیں تم لوگ ہمارے سامنے جھگڑتے ہو تو ممکن ہے بعض لوگ اپنی حجت کے ادا کرنے میں تیز ہوں اور ہم اُسکے مطابق حکم کر دیں تو سمجھ رکھو جسکے بارے میں ہم فیصلہ کریں اور وہ جانتا ہو کہ یہ ناحق ہے تو ہم نے

اہلسنت کو اسپر مطلق تعجب نہ ہوا کہ کیونکر عمر نے ایسی جرات کی اور وہ کیونکر دیگر صحابہ کے ہاتھوں سالم بچے بلکہ اسپر خوش ہو رہے ہیں قال فی قول ابن عمر فصلی رسول اللہ وصلینا معه ان عمر ترک رای نفسه وتابع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۲۰ فتح الباری جلد ۴ یعنی قول ابن عمر میں ہے کہ ہم لوگوں نے حضرت کے ساتھ نماز پڑھی جس سے معلوم ہوا کہ عمر نے اپنی رائے کو چھوڑ دیا اور متابعت کی رسول کی۔ مگر افسوس ہے یہ نہ خیال کیا گیا کہ یہی تو تقیہ ہے جو اہلسنت کے یہاں علامت نفاق ہے کیونکہ جب عمر اُسکو یقینا منافق جانتے اور خدا نے بھی اُن کو خاص طور پر معلوم تھا کہ منافقین پر نماز نہیں اسکے ساتھ انکار رسول کے ساتھ نماز ضرور منافقانہ تھا کیونکہ یہ تو بدیہی بات ہے اگر وہ حضرت کے ساتھ نماز نہ پڑھتے تو اُن پر حکم کفر جاری ہوتا اور فورا قتل ہو جاتے۔ پھر یہ منافقانہ تقیہ نہ تھا تو کیا تھا۔

الجمت تو یہ ہے کہ خداوند عالم تو اس طرح فرمائے لا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم کفروا باللہ کہ نہ کبھی تو اُن پر نماز پڑھ اور نہ اُنکی قبر پر کھڑا ہو کہ اُن سبھوں نے کفر کیا خدا کے ساتھ

جو کچھ دیا ہی یہ اسکے لئے قطعہ نار ہوگا۔

ہمارا مطلب یہاں ابو حنیفہ پر اعتراض کرنا ہو نہ اور کسی پر بلکہ صرف یہ دکھانا ہی کہ یہ سب فسادات کیوں پیدا ہوئے؟ صرف اس وجہ سے کہ عمر صاحب نے شریعت رسول کو منقلب کر کے ایسی مداخلت بیجا کی جسکا نتیجہ لازمی ہے۔ فتح الباری میں ہی واحتجتہم ان الاستیذان لیس بشرط فی صحۃ النکاح ولو کان واجباً واذا کان کذلک فالقاضی انشاء لہذا الزوج عقدا مستانفا فیصح وھذا قول ابی حنیفۃ وحدہ صفحہ ۲۶۵ جلد ۱۲ - یعنی انکی دلیل یہ ہی کہ اذن لینا شرط نہیں ہے صحت نکاح میں اگرچہ واجب ہو۔ پس جب ایسا ہی تو قاضی ذ ایک نیا عقد انشا کیا اس شخص کے لئے تو نکاح صحیح ہو جائیگا یہ قول صرف تنہا ابو حنیفہ کا ہی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اصلی وجہ اس اجتہاد کی یہ ہی کہ اذن لینا بکر سے غیر ضروری ٹھہرا جب وہ غیر ضروری ہوا تو پھر قاضی صاحب کی مداخلت میں کیا عذر ہے۔

افسوس کہ خیال اختصار مانع ہی کہ ہم زیادہ لکھ سکیں کیونکہ ہمکو نہ ابو حنیفہ سے غرض ہی نہ اُن کے شاگردوں سے بلکہ صرف یہ دکھانا ہی کہ شریعت اسلام میں جو کچھ آفت آئی ہی وہ صرف حضرت عمر کی بدولت جنہوں نے شریعت کے کسی مسئلہ کو بلا مداخلت بیجا نہیں چھوڑا۔

ابن حجر یہاں قول حنفی میں لکھتے ہیں واحتج باثر عن علی فی نحو ھذا قال فیہ شاھداک زوجاک وخالفہ صاحباہ یعنی حضرت علیؑ سے روایت ہی ایسے ہی محل میں کہ حضرت نے فرمایا تیرے دونوں گواہوں نے تیرا عقد کر دیا جس کے مطلب یہ ہوئے کہ حضرت کو بھی کسی طرح شریک کریں۔ مگر شکر خدا کہ خود ہی لکھتے ہیں واجیب بان الاثر المتقدم عن علی لا یثبت وبانہ موقوف۔ کہ یہ

مگر فتح الباری میں ہو صفحہ ۲۰۶ ظاهر الایۃ انہا نزلت فی جمیع المنافقین لکن ورد ما یدل علی انہا نزلت فی عدد معین منہم قال الواقدی انبانا معمر عن الزہری قال قال حذیفۃ قال لی رسول اللہ انی مسر الیک سرا فلا تذکرہ لاحد انی نہیت ان اصلی علی فلان وفلان رہط ذوی عدد من المنافقین قال فلذلک کان عمر اذا اراد ان یصلی علی احد استتبع حذیفۃ فان مشی معہ والا لم یصل علیہ۔ یعنی ظاہر آیہ یہ ہی کہ یہ آیہ کل منافقین کے بارے میں نازل ہوا مگر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہی کہ خاص خاص منافقین کے بارے میں نازل ہوا کیونکہ روایت واقدی ہی کہ حذیفہ نے زہری سے بیان کیا کہ رسول اللہ نے صیغۂ راز میں کہا کہ اسکو کسی سے نہ کہنا کہ ہمکو فلاں فلاں شخص کے بارے میں حکم ہوا ہی کہ ہم اُن پر نماز نہ پڑھیں اسی وجہ عمر صاحب کا دستور تھا کہ جب کسی پر نماز پڑھنا چاہتے تو دیکھتے کہ حذیفہ شریک ہیں کہ نہیں اگر وہ شریک ہوتے تو نماز پڑھتے ورنہ نہ پڑھتے۔

اب کہئے کیا ہوا کہ پہلے تو عمر صاحب نے خدا پر یہ افترا کیا کہ اس نے نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت کی ہی اور

روایت کسی طرح حضرت علیؑ سے ثابت نہیں اور یہ روایت موقوف ہی۔ پھر بتایئے اسکا کیا حشر ہوا۔

اللہ اللہ حضرات علمائے اہلسنت نے کیا کیا اہتمام کیا ہی ترویج شریعت عمری میں کہ ایک طرف عمر نے کوئی جدت کی اور حدیثیں ڈھلنے لگیں اُس سے بھی جب نہ پیٹ بھرا تو جناب امیرؑ پر بھی ایک نہیں صدہا افترا کر دیا۔

بخاری نے جو تین روایتیں بمخالفت ابوحنیفہ لکھی ہیں اور ہر روایت میں اُنکو بعض الناس کے خطاب سے یاد کیا ہی تو اُسکی اجمالی حالت ابن حجر یوں بیان کرتے ہیں فحاصل الفروع الثلثة واحد وهو ان حکم الحاکم ینفذ ظاهرا و باطناً ویحلل ویحرم فائدة ایرادها المبالغة فی التشنیع بما فیه من حمل الرجل فی الثلثة علی الاقدام علی الاثم العظیم مع العلم بالتحریم واللہ اعلم ص۲۹۵ جلد ۶

یعنی بخاری نے جو تین فرعیں قائم کی ہیں تو انکا خلاصہ یہ ہی کہ حاکم کا حکم حقیقت میں نافذ ہوتا ہی یعنی ظاہر میں بھی باطن میں بھی حکم حاکم سے حرام حلال ہوتا ہی اور حلال حرام پھر بخاری نے ان تفریعات کو علیحدہ علیحدہ اسطرح اسلئے بیان کیا کہ مبالغہ ہو تشنیع میں (کہ ابوحنیفہ پر پورا طعن و تشنیع ہو) کیونکہ اس میں دکھایا گیا ہی کہ شوہر کو ہر طرح جرأت دلائی گئی ہی کہ اس امر عظیم کا مرتکب ہو باوصف علم اس کے کہ وہ حرام ہی۔

اب حضرات اہلسنت غور کریں کہ اُنکے خلیفہ نے بمخالفت شریعت رسول کیا کیا احکام جاری کئے اور اُنکے پیروں نے کسطرح اُنکی تاسی کی جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ جو حقوق خدا اور رسول نے عورتوں کو دئے تھے کہ یہ بھی مثل مردوں کی اپنے معاملات میں آزاد ہیں خلیفہ دوم نے اُن حقوق سے انکو اسطرح محروم کیا کہ جسطرح زمانہ جاہلیت میں عورتیں بہائم سمجھی جاتیں اُسی طرح عمر صاحب نے اُنکو بدتر از بہائم کرنا چاہا کہ خود اُنکو نکاح کرنیکا حکم نہیں۔ مگر اُنکے اولیا اور قوم و قبیلہ کو ہر طرح کا اختیار ہی۔ نہیں نہیں ہر راہ چلتے فلاں کو اختیار ہی کہ

معاذ اللہ حضرت نے بھی خدا پر افترا کیا کہ ہمکو اختیار دیا گیا ہی استغفار کریں یا نہ کریں۔ اسپر جو خدا نے بخیال خوشامد خلیفہ دوم لاتصل علی احد منهم بھی نازل کیا تو حضرت نے یہ تاویل کر دی کہ خاص خاص منافقین کے بارے میں ہی نہ عام منافقین کے بارے میں مگر نہ معلوم حضرت عمر کی قرآن دانی یہاں کیا ہوئی جواب نہ رسول پر عتاب کیا جاتا ہی کہ اس حکم صریح کے بعد بھی آپ منافقین پر نماز پڑھے جاتے ہیں۔ نہ حضرت کا دامن پکڑا جاتا ہی کیا ہی ایک منافق تھا؟

تعجب تو یہ ہی کہ خود عمر صاحب اس حدیث میں کہتے ہیں فعجبت بعد من جرئتی علی رسول اللہ کہ مجھکو خود اپنی اس جرأت پر تعجب ہی کہ کیونکر ایسی جرأت کی رسول پر مگر حضرات علمائے اہلسنت کو اسپر ذرا تعجب نہیں آتا بلکہ قسطلانی میں ہی ولا یبعد ان یکون النبی اذن له فی مثل ذلک فلا یستلزم ما وقع من عمر انه اجتهد مع وجود النص کما تمسك به قوم فی جواز ذلك وانما اشار بالذی ظهر فقط ولهذا احتمل منه اخذه لا بثوته ومخاطبته له فی مثل ذلك المقام حتی التفت الیه متبسما ص۱۲۳ ج ۷

دو جھوٹے گواہ بنجائیں اور قاضی کے یہاں گواہی دے آئیں پھر جس شریف عورت کو رذیل یا رذیل کو شریف سے پھنسا دیں۔ پھنسا نا بھی ایسا کہ دین و دنیا دونوں کے مالک ہی قاضی اور دو جھوٹے گواہ ہیں کہ اس سے نکاح بھی ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے وہ اسکی زوجہ ہو گئی۔

(۱۰) اب اس پر ترقی سنئے۔ ازالۃ الخفا میں ہے۔ ابوبکر عن زید بن وھب۔ کتب الینا عمر ان الاعرابی لاینکح المهاجرة حتی یخرجها من دار الهجرة قلت ذهب الاوزاعی و احمد و اسحق الی الاول فاذا اراد ان یخرجها امر بالطلاق ص۱۱۱ کہ دیہات کے رہنے والے مرد مہاجرہ سے نکاح نہیں کر سکتے جب تک دار الہجرت سے نکال نہ لیجائیں۔ اوزاعی احمد اسحق کا فتوے ہے کہ اگر باہر لیجانا چاہیں تو طلاق دیدیں اس پر دعوے حسبنا کتاب اللہ۔

اس حکم میں خلیفہ دوم نے کیسی مخالفت کی کہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء کو باطل کر دیا۔

(۱۱) اس سے بھی بڑھکر سنئے کہ عمر صاحب نے عورتوں کو اُن شرطوں سے بھی محروم کر دیا جو بوقت نکاح وہ اپنے شوہر سے کریں۔ ازالۃ الخفا میں ہے البیهقی رُوینا عن عمر بن الخطاب فی رجل تزوج امرأة وشرط لها ان لا یخرجها قال فوضع عنه الشرط وقال المرأة مع زوجها یعنی بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے نکاح کے وقت شرط کیا کہ گھر سے باہر نہ لیجاوے۔ یہ مقدمہ عمر کے پاس گیا تو حکم دیا شرط کی پابندی ضروری نہیں اور کہا کہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ ہے۔

دیکھئے اس سے بڑھکر کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ عورتیں اُن شرطوں سے بھی محروم کر دی گئیں جو بوقت نکاح وہ کریں حالانکہ خود صحیح بخاری میں ہے عن النبی قال احق ما وفیتم من الشروط ان توفوا به ما

یعنی کچھ بعید نہیں کہ حضرت نے اسکی اجازت دی ہو عمر کو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ عمر نے نفس کی ہوتی اجتہاد کیا جیسا کہ ایک قوم نے اس سے استدلال کیا ہے حالانکہ عمر نے تو فقط اشارہ کیا تھا امر ظاہر کی طرف۔ اسی کو حضرت نے انکی اس بات پر حمل کیا کہ عمر نے حضرت کا دامن پکڑا اور اسطرح کی مخاطبات کیے یہانتک کہ حضرت نے تبسم فرما کر اسکا جواب دیا۔ تو اسکے مطلب یہ ہوئے کہ یہ بات سکھائی پڑھائی تھی پہلے سے کہ حضرت نے عمر کو سکھا دیا تھا کہ جب ہم نماز پڑھنے لگیں تو تم یہ کرنا جسکی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر پر غصہ نہیں ہوئے بلکہ تبسم کے ساتھ اس اعتبار سے بہت درست ہے کہ واقعاً ایسی جرات کسی مسلمان سے نہیں ہو سکتی تھی کہ حضرت کے ساتھ اس طرح کی بے ادبی کرے خصوصاً اُس حالت میں کہ ساری جاں نثار صحابہ موجود ہوں۔ نیز اُن صحابہ کا کسی طرح اس موقع پر نہ بولنا نہ تعرض کرنا نہ کسی طرح عمر پر نفرین کرنا بھی اسکی واضح دلیل ہے کہ یہ سب باتیں پہلے سے سکھائی پڑھائی تھیں۔ مگر افسوس ہے اسپر نہ خیال کیا گیا کہ پھر رسول اللہ کی کیا حالت ہوتی ہے کیونکہ جو شخص اسطرح سکھائے پڑھائے کیا وہ نبی رہ سکتا ہے۔ کیونکہ ظاہر میں

استحللتم به الفروج صـ۱۷۳ جلد ۹۔ فتح الباری یعنی حضرت نے فرمایا سب سے زیادہ اُس شرط کو پورا کرنا چاہیے جس سے تم نے فروج کو حلال کیا یعنی نکاح کے وقت جو شرط کیا۔

اسکے علاوہ بھی کتاب البیع میں ہے المسلمون عند شروطہم وغیرہ جس میں بہت تاکید ہوا ایفاے شرط کی کہ آدمی جو معاہدہ کرے مگر عمر صاحب ہیں کہ عورتوں کو اس حق سے بھی محروم کرتے ہیں کہ اگر وقت نکاح کوئی شرط کرے تو اُسکا پورا کرنا لازم نہیں۔ پھر بتائیے ان غریب عورتوں کا محافظ کون ہوسکتا ہے اور کیا یہی تعلیم اسلام ہے؟ افسوس عمر صاحب نے جو خیال اپنا ابتدا میں ظاہر کیا تھا کہ ہرچند آیتیں آئیں۔ حدیثیں حضرت فرماتے رہے مگر ہم لوگ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے اُس خیال کو یہاں تک نباہا کہ جو حقوق عام مسلمانوں کو حاصل تھے اور حضرت نے عورتوں کی بارے میں اُسکی خاص طور پر تاکید کی تھی اُنکو عمر صاحب نے اسطرح منع کیا کہ کسی طرح عورتوں کی شرائط کی پابندی لازمی نہیں۔

فتح الباری میں ہے ان النبی قال ایما امرأۃ نکحت علی صداق او حباء او عدۃ قبل عصمۃ النکاح فہو لہا فما کان بعد عصمۃ النکاح فہو لمن اعطیہ واحق ما اکرم بہ الرجل ابنتہ او اختہ صـ۱۸۶ یعنی حضرت نے فرمایا کہ قبل نکاح جو شرط کیا ہو اُسکا پورا کرنا ضروری ہے اور اُسی کا حق ہے اور بعد نکاح جو شرط ہو وہ حق شوہر ہے یعنی اُسمیں مختار ہے۔

یہ تو تعلیم رسول اللہ ہے جو اسطرح حقوق نسوان کی محافظت فرماتے ہیں اور عمر صاحب کا حکم بخالفت اسکے آپ سُن چکے فتح الباری میں ہے وقد اختلف عن عمر فروی ابن وہب باسناد جید عن عبید اللہ بن السباق ان رجلا تزوج امرأۃ فشرطہا ان لا یخرجہا من دارہا فارتفعوا الی عمر فوضع الشرط وقال المرأۃ مع زوجہا۔ قال ابوعبید تضادت الروایات عن عمر فی ہذا صـ۱۸۸ جلد ۹

یعنی یہ بھی روایت ہے کہ ایک مرد نے عورت سے شرط کیا تھا کہ اُسکو گھر سے باہر نہ لیجاینگے جب یہ مقدمہ عمر کے

تو آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور باطن میں عمر کو یہ سکھا رہے ہیں کہ تم اس طرح دامن پکڑ کر گھسیٹا حالانکہ آپ حالات فتح میں تواریخ میں دیکھ چکے ہیں کہ عبد اللہ بن سعد برادر مادری عثمان کے قتل کا حضرت عام حکم دے چکے تھے مگر عثمان کی سفارش سے چپ رہے اُس کے بعد حضرت نے انصار پر اعتراض کیا کہ کیوں نہ تم نے اُسکو قتل کیا تو اُنہوں نے کہا اَفلا اومضت الی قال انہ لیس لنبی ان یومض۔ تاریخ خمیس صـ۲۵ جلد ۲۔ کہ اپنی آنکھ سے اشارہ کیوں نہ فرمایا تو حضرت نے فرمایا نبی کو جائز نہیں کہ آنکھوں سے اشارہ کریں۔ وفی روایۃ لا ینبغی لنبی ان یکون لہ خائنۃ الاعین یعنی حضرت نے اس آیہ کی تلاوت فرمائی کہ نبی کو خائنۃ اعین نہ ہونا چاہیے۔ تو جس نبی کی یہ شان ہو اُسکی نسبت

پاس میں رہیگی تو انہوں نے اس شرط کو باطل کر دیا اور کہا کہ عورت مرد کی ساتھ ہی کہ جہاں رہی اُسکو بھی جانا چاہیئے)
ابو عبید کہتی ہیں کہ عمر کی روایتیں اس باری میں متضاد ہیں۔
جس سی آپ سمجھ سکتی ہیں کہ یہ شخص کس عقل و دماغ کا تھا کہ جہاں دیکھئے احکام انکے متضاد ہیں ایک دوسرے
کا مخالف چنانچہ میراث جد میں سو حکم دیا۔
اب اسکی وجہ بھی سن لیجئے کہ عمر صاحب نے جو عورتوں کو اس حق سی محروم کیا کہ اُنکی شرائط کی پابندی لازم نہیں اسکی
کیا وجہ۔ اُسی فتح الباری میں ہی عن عبد الرحمن بن غنم کنت مع عمر حیث تمس رکبتی رکبتیہ فجاءہ
رجل فقال یا امیر المؤمنین تزوجت ھذہ وشرطت لھا دارھا وانی اجمع لامری شانی ان انتقل الی
ارض کذا وکذا فقال لھا شرطھا فقال الرجل ھلکت الرجال اذ لا تشاء امرءۃ ان تطلق زوجھا
الا طلقت فقال عمر المؤمنون علی شروطھم عند مقاطع حقوقھم صفحہ ۲۵ یعنی عبد اللہ بن غنم بیان کی
ہیں کہ ہم عمر کی ساتھ اس طرح ملے ہوئے تھے کہ ہمارا گھٹنا اُنکے گھٹنے سے چھلتا تھا کہ ایک شخص نے آکر بیان کیا
کہ ہم نے اس عورت سی اس شرط پر نکاح کیا ہی کہ اپنے گھر رہے اور اب ہمارا ارادہ ہو رہا ہی کہ فلاں جگہ جائیں تو عمر نے
کہا عورت کو حق ہی اپنی شرط کا اُس شخص نے کہا ہائے مرد لوگ اب ہلاک ہوئے کیونکہ اس قاعدی سی جو
عورت چاہیگی اپنے شوہر کو طلاق دیدیگی۔ عمر نے کہا مؤمنین پر ایفائے شرط لازم ہے۔
اس واقعہ سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ابھی تک ان میں تعلیم رسول اللہ کا اثر باقی تھا کہ جو حضرت نے حقوق نسوان
میں فرمایا وہ انکے ذہن نشین تھا کہ مجرد رفع مرافعہ انہوں نے وہی حکم دیا جو اسلامی تعلیم تھی مگر جب اُس صحابی
نے کہا کہ پھر تو اب عورتیں مختار ہوگئیں کہ جب چاہیں طلاق دیدیں تو عمر صاحب کو خیال آیا کہ واقعاً اس سے
ایک طرح کی آزادی اور خود مختاری عورتوں کو ضرور ملتی ہے لہذا اُس حکم رسول کو انہوں نے باطل اور منسوخ کر دیا۔
یہ وجہ ہی اختلاف روایات کی جس پر ابو عبید کہتے ہیں تضادت الروایات عن عمر فی ھذا کہ عمر سی اس بارے

کون گمان کر سکتا ہے کہ وہ عمر صاحب کو اسطرح سکھائیں کہ جب ہم نماز پڑھنے لگیں تو تم دامن پکڑ کر
گھسیٹ لینا۔ اب ہم مولوی شبلی صاحب سی باادب پوچھتے ہیں کہ آپنے جو لکھا تھا "رسول اللہ نے کوئی کام
کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمر نے اُس کے خلاف رائے ظاہر کی"۔ اس سی عمر صاحب کو کیا نتیجہ
ملا کیا وہ مسلمان رہے۔ اس دعوے کی جو دلیل آپ نے دی تھی "جب آنحضرت نے عبد اللہ بن ابی کے جنازے
پر نماز پڑھنی چاہی تو حضرت عمر نے کہا آپ منافق کے جنازے پر نماز پڑھتے ہیں"۔ اُسکی حقیقت آپکو معلوم
ہوئی کہ اس میں اتنی خلیاں ہیں کہ آخر بہت سی علما کو اقرار کرنا پڑا کہ یہ موضوع ہی ورنہ اسلام عمر بھی
جلاتی اور رسول اللہ کی رسالت اور امانت و دیانت سب تشریف لیجاتی ہی پھر ذرا غور کرو کہ اس سے آپکو ہم نے کیا سمجھایا

میں متضاد روایتیں وارد ہیں۔

(۱۲) اب اس پر بھی ترقی سنئے کہ حضرت عمر کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ عورتوں کے پاس بذریعہ مہر بھی کچھ مال رہ سکے یا وہ مالدار ہوں۔ لہذا حکم عام دیا۔ ازالۃ الخفا میں ہے عن عمر قال لا تغالوا فی مہور النساء فانہا لو کانت مکرمۃ فی الدنیا او تقوی عند اللہ لکان احقکم بہا محمد ما زوج بنتا من بناتہ ولا تزوج نساء من نسائہ الا علی اثنی عشر اوقیۃ ابوبکر عن ابن سیرین ان عمر رخص ان تصدق المرأۃ الفین صفحہ ۱۱۲

یعنی عمر نے کہا کہ عورتوں کے مہر میں زیادتی نہ کرو کیونکہ اگر اس میں کسی طرح کی عزت ہوتی یا تقویٰ ہوتی تو سب سے زیادہ اسکے مستحق آنحضرت تھے حالانکہ آپ نے کسی بیٹی یا زوجہ کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ پر نہیں کیا (اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے تو بارہ اوقیہ کا ۴۸۰ درم ہوا۔ حاشیہ)

اور ابن سیرین نے روایت کی ہے کہ عمر نے دو ہزار درہم تک کی اجازت دی ہے۔ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں صفحہ ۱۵۹ مقصد ۲۔ قال یوما الا لا تغالوا فی مہور النساء فقال امرأۃ ما ناخذ بقولک ان اللہ تبارک وتعالٰی واتیتم احدیہن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا فنزل عمر من المنبر فقال کل الناس اعلم من عمر حتی العجائز۔ یعنی جب عمر نے یہ حکم جاری کیا کہ عورتوں کا مہر زیادہ نہ ہو تو وہاں ایک عورت بھی موجود تھی اُسنے کہا کہ ہم تمہارا قول نہیں مانیں گے خدائے عز وجل کا حکم یہ فرماتا ہے کہ اگر بہت سا مال بھی دے چکے ہو تو اُس میں سے نہ لو۔ یہ کلام سنکر عمر منبر سے اُتر آئے اور کہنے لگے کہ ہر شخص عمر سے زیادہ عالم ہے یہانتک کہ بوڑھی عورتیں۔

صحیح بخاری میں ہے باب قول اللہ تعالٰی واتوا النساء صدقاتہن نحلۃ وکثرۃ المہر وادنی ما یجوز من الصداق وقولہ تعالٰی واتیتم احدیہن قنطارا فلا تاخذوا منہ وقولہ جل ذکرہ او تفرضوا لہن وقال سہل قال النبی ولو خاتما من حدید۔ یعنی یہ باب ہے قول خدا واتوا النساء

اب ہمکو امید ہے کہ مولوی شبلی صاحب اپنی اس تقریر پر نظر ثانی فرمائینگے "حضرت عمر ان باتوں کو منصب نبوت سے بھی الگ سمجھتے ہیں ورنہ اگر یہ جو اس امر کے حکم سے کہ وہ باتیں منصب رسالت سے تعلق رکھتی تھیں ان میں دخل دیتے تو بزرگ نادر کنار ہم اُنکو اسلام کے دائرے سے بھی باہر سمجھتے" کیونکہ اگر ہم تمام باتوں سے قطع نظر کریں تو کوئی متنفس عقلاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ نماز منصب رسالت سے خارج ہے کیونکہ جب یہی منصب نبوت سے خارج ہوگا تو پھر کونسی بات داخل منصب نبوت ہو سکتی ہے لہذا مولوی صاحب کو ماننا ہوگا کہ بیشک وہ شخص دائرہ اسلام سے باہر تھا" کیونکہ خود خداوند عالم فرماتا ہے ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلی جس میں کس طرح کا وعید شدید ہے اُس شخص پر جس نے

صدقاتھن نحلۃ کا۔ اور اکثر مہر کا اور کمتر اُسکا جو مہر میں جائز ہی اور قول خدا واتیتم احدیھن قنطاراً
اور قول خدا او تفرضوا لھن۔ کہا سہل نے کہ حضرت نے فرمایا ولو خاتما من حدید۔

اس عبارت کو پڑھ جائیے اور معنوں پر غور کیجئے تو معلوم ہو بخاری صاحب نے بتقلید عمر صاحب نہ معلوم کس درجہ کی بلندپروازی تھی جس میں ایسی سلیس اور فصیح عبارت فرمارہے ہیں۔

ذرا جوڑ بند خیال کیجئے باب قول اللہ واٰتوا النساء صدقاتھن نحلۃ پر عطف کثرۃ المھر کا کیسا خوبصورت ہے پھر اُس پر ادنی ما یجوز من الصداق کا عطف تو سونے میں سہاگہ کا کام دیرہا ہی کیونکہ کثرۃ مہر کا اور قلت مہر کا تقابل تو ایک ظاہر امر ہی مگر اس پر قولہ تعالٰے واتیتم احدیھن قنطاراً کیسا لطف دیرہا ہے پھر او تفرضوا لھن کا جوڑ اور بھی حسن عبارت کو حد اعجاز تک پہنچا رہا ہے جسکا لطف اُن لوگوں کو خوب آئیگا جو جانتے ہیں کہ بخاری عربی نہیں ہیں بلکہ بخارا کے رہنے والے جس سے مادری زبان کا اثر اسقدر غالب ہے کہ ہر جگہ نمایاں ہو جاتا ہے۔

اس باب کی شرح میں ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں واتیتم احدیھن قنطارا فیہ اشارۃ الی جواز کثرۃ المھر وقد استدلت بذلک المرءۃ التی نازعت عمر رض فی ذلک وھو ما اخرجہ عبدالرزاق من طریق عبدالرحمن السلمی قال قال عمر لا تغالوا فی مھور النساء فقالت امرءۃ لیس ذلک لک یا عمر ان اللہ یقول واٰتیتم احدیھن قنطارا من ذھب وقال وکذلک ھی فی قراءۃ ابن مسعود فقال عمر امرءۃ خاصمت عمر فخصمتہ صفحہ جلد ۹۔ یعنی آیہ واتیتم احدیھن قنطاراً میں اشارہ ہے اسکی طرف کہ زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے اور اس آیہ سے استدلال کیا تھا اُس عورت نے جس نے منازعت کی عمر سے اس بارہ میں کیونکہ عبدالرزاق نے بطریق عبدالرحمن سلمی روایت کی ہی کہ جب عمر نے کہا عورتوں کی مہر میں زیادتی نہ کرو تو ایک عورت نے کہا اے عمر یہ حق تمکو نہیں حاصل ہی کیونکہ خدا فرماتا ہی

حضرت کو نماز پڑھنے سے روکا۔ تو کیا عمر صاحب اِس وعید میں نہیں داخل ہوئے حالانکہ خدا کہتا ہی ما اٰتیکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا کہ جو کچھ رسول حکم دیں اُسکو لو اور جس سے منع کریں اُس سے باز رہو تو اگر اس طرح کی تفریق کیجائے کہ کچھ حکم رسول کا مانا جائے اور کچھ نہ مانا جائے تو کیا وہ مسلمان رہ سکتا ہے۔

خدا کہتا ہی ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تم کو ہر بات میں رسول کی تاسّی کرنا چاہئے تھا اور عمر صاحب بیرنج لگاتے ہیں کہ یہ حکم قابل قبول ہے وہ نہیں۔

آپ نے تو خلیفۂ دوم کی سوانح عمری لکھی ہی جسکا نام الفاروق ہے پھر کون کہہ سکتا ہی کہ آپ عمر صاحب

دیا تمنے بہت سا مال سونے سے ۔عبدالرحمن کہتے ہیں قرات ابن مسعود میں یونہی تھا قنطارا من ذہب ۔عمر نے کہا ایک عورت نے عمر سے مخاصمہ کیا وہی غالب آئی۔

ہمکو اس حدیث کے اس فقرہ سے مطلب نہیں کہ اصل میں یہ آیہ اس طور سے تھا قنطارا من ذہب جس میں سے لفظ من ذہب نکالدیا گیا جو ایسی صریحی تحریف ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی دلیل تحریف ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ ذہب کا لفظ نکالنا ضرور بدنیتی سے تھا جب آپ شروع سے دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح عورتوں کی حق تلفی کیجا رہی ہے ۔ بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ اس زمانہ کی عورتوں کا دل اپنی حق تلفیوں سے کس قدر پک گیا تھا کہ اس بیچاری دل جلی عورت نے صاف لفظوں میں کہدیا لیس ذلک لک یا عمر کہ اے عمر یہ منصب تمکو کسی طرح نہیں حاصل ہے کیونکہ احکام شریعت تو کل منجانب اللہ ہیں۔ تو کیا تم خدائی کا دعوے کرتے ہو۔ جو حکم خدا کے خلاف حکم دے رہے ہو۔

بروایت ازالۃ الخفا وہ فقرہ بھی بہت چست ہے جو اس عورت نے کہا افاخذ بقولک ام بقول اللہ کہ ہم تمہارا کہنا مانیں یا خدا کا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ کی غریب عورتوں کا دل اپنی حق تلفیوں سے ایسا جل رہا تھا کہ جہاں موقع ملا فوراً ایسا برجستہ کلمہ کہا کہ اس سے انکا کفر ہی ظاہر ہوا کیونکہ خدا اور رسول کے مقابلہ میں نیا حکم دینے والا غیر کافر کون ہو سکتا ہے۔

عمر صاحب نے اس حکم میں اسقدر تشدد کیا تھا کہ بروایت درمنثور سیوطی فرمایا قال عمر لا تزیدوا فی مھور النساء علی اربعین اوقیۃ فمن زاد القیت الزیادۃ فی بیت المال فقالت امرۃ ما ذاک لک قال و لم قالت لان اللہ یقول و اتیتم احدیھن قنطارا فقال عمر امرءۃ اصابت و رجل اخطاء صف جلد ۲ یعنی عمر نے کہا کہ جو مہر زیادہ دیگا ہم اسکو داخل بیت المال کرینگے جسپر اس عورت نے یہی آیہ کی تلاوت کی۔

کے حالات سے بیخبر ہونگے جنہوں نے کوئی دقیقہ مخالفت رسول کا اٹھا نہ رکھا عقائد ہوں یا اعمال لوگوں کے اثبات ہوں یا احکام و قوانین سلطنت کسی حد کو تو اپنے حال پر نہیں رہنے دیا۔ پھر آپ کونسے کام کو منصب نبوت کے متعلق سمجھتے ہیں اور کونسے کام کو متعلق بشریت کیونکہ شاہ ولی اللہ صاحب کا رسالہ مذہب فاروقی موجود ہے جس میں انہوں نے عمر صاحب کے احکام کو طہارت۔ صلوۃ۔ صوم حج زکوۃ سب کے متعلق جمع کیا ہے تو کیا یہ امور بھی منصب نبوت سے خارج ہیں۔
ابتدائے اسلام سے کوئی واقعہ ایسا نہیں ملتا جس میں عمر صاحب نے حکم رسول کو یا انکے اقوال کو خوشی دل سے قبول کیا ہو جس کی نسبت مولوی شبلی صاحب خود لکھ چکے ہیں کہ رسول اللہ نے کوئی کام کرنا چاہا یا

ان واقعات و روایات سے آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ عمر صاحب کا برتاؤ شریعت اسلام کے ساتھ کیسا تھا
کہ کسی صیغہ کو کسی باب کو شریعت کے اُنہوں نے اپنی مداخلت بیجا سے خالی نہیں رہنے دیا اور اس باب نکاح میں خصوصاً
اُن حقوق میں جو نسوان سے متعلق ہیں اُنہوں نے ایسے احکام جاری کئے کہ زمانۂ جاہلیت کے رسوم پر ترقی کی اور
جو خیال اپنا انہوں نے ظاہر کیا تھا اُسکو تا دم مرگ نباہا۔

اب اہلسنت کی سر پرستی ملاحظہ فرمائیے پھر اُسی دُرِّ منثور میں اس روایت کے بعد لکھتے ہیں عن بکر بن
عبد اللہ المازنی قال قال عمر خرجت وانا ارید ان انہاکم عن کثرۃ الصداق فعرضت لی
آیۃ من کتاب اللہ وآتیتم احدٰہن قنطارًا۔ یعنی بکر مازنی کہتے ہیں کہ کہا عمر نے میں نے ارادہ کیا تھا کہ
زیادتی مہر سے ممانعت کریں مگر آیۂ قرآنی وآتیتم احدٰہن قنطارا نے روک دیا۔

اب کوئی اس خیر خواہ دولت عمر سے دریافت کرے کہ اس خیر خواہی سے کیا فائدہ۔ جب عمر صاحب حکم دے چکے
اور ایک عورت نے اُن کو دندان شکن جواب دیدیا اور انہوں نے اقرار کر لیا کل الناس اعلم من عمر حتی العجائز
پھر اس سر پرستی سے کیا حاصل جو ان عمر کو کتاب اللہ کا عالم بنایا چاہتے ہیں اور اس وجہ سے اصدار حکم سے
روکے ہیں حالانکہ صدہا احکام اُن کے آپ خلاف قرآن و حدیث دیکھ چکے مگر ایک عورت کے مقابلہ میں
ہار جانے سے آپ کو ایسی غیرت آرہی ہے کہ وضعی حدیث بنا رہے ہیں۔

(۳) ازالۃ الخفا میں ہے۔ ابو بکر عن ابی نضرۃ جاء رجل الی عمر فقال انی ولیدۃ وابنتہا وانہما قد اعجبتانی لو ان اتہما قال ایۃ احلت وایۃ حرمت وما انا فاعل ان اتہما اقلت نازع البغوی فی ذلک فقال قولہ فلن تجعوا اخص فی ہذا الحکم

یعنی ایک شخص نے عمر سے آکر بیان کیا کہ ہماری ایک جاریہ ہے اور اُسکی لڑکی بھی جسکے حسن نے ہم کو فریفتہ کیا ہے تو کیا ہم دونوں سے وطی کریں عمر نے کہا ایک آیہ نے اُس کو حلال کیا ہے (ماں بیٹی دونوں ایک ساتھ) اور ایک آیہ نے حرام کیا ہے۔ ہم تو اسکے قریب نہیں جاتے۔

کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمر نے اُسکے خلاف رائے ظاہر کی۔ پھر کیونکر آپ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں کیا
[illegible] ابتدائے اسلام نہیں یاد ہے کہ جب عمر نے اسلام قبول کیا ہے تو حضرت کو اظہار اسلام پر مجبور کیا جس پر
حضرت نے فرمایا یا عمر انا قلیلون۔ اے عمر ابھی ہم لوگ تھوڑے ہیں مگر نہ مانا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ عمر تو چین کر
آرام سے رہے اور رسول اللہ کو تین برس تک محاصرۂ شعب ابو طالب میں گرفتار رہنا پڑا حضرت نے
جنگ بدر کا ارادہ کیا۔ عمر نے مخالفت کی۔ جنگ احد میں انہی لوگوں کی مخالفت سے اسلام کو شکست ہوئی اور
حضرت زخمی ہوئے۔ حضرت نے کشتگان بدر سے خطاب کیا۔ عمر اعتراض کو موجود کہ یہ مُردے کیا سن سکتے ہیں
غرض کوئی واقعہ ایسا نہیں معلوم ہوتا جس میں عمر صاحب نے حضرت کے حکم یا رائے کو قبول کیا ہو تو پھر کیونکر کہہ سکتے

من قوله او ماملكت ايمانكم لان الاية الاولى في
بيان ماحرم علينا و قوله او ماملكت ايمانكم في الاخر
بحسن الائتمار و مثل ذلك لا يعم و الا وجه عندي
ان قوله تعالى و ان تجمعوا بين الاختين في سياق
المنكوحات انما اريد به الجمع بالنكاح لانه معلوم
ان الجمع في البيت و الجمع في الملك من غير وطي
ليس بحرام فلابد للجمع المنهي عنه من محل و ما هو
الا النكاح في سياق الاية و قوله تعالى و الذين
هم لفروجهم حافظون الا على ازواجهم او ماملكت
ايمانهم في بيان ما احل الله فكان عمر بن الخطاب
اراد ان اية و ان تجمعوا حرمت من طريق القياس
الجلي الاماء المنكوحات و قوله و الذين لفروجهم
حافظون احلت من جهة العموم و الله اعلم ص ۱۱

شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ بغوی نے اس مسئلہ میں نزاع کیا ہے
کیونکہ آیہ ان تجمعوا بین الاختین میں حکم خاص ہے اور
آیہ او ماملکت ایمانکم متعلق حسن سلوک ہے تو پھر جواز
کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ پہلی آیت میں بیان محرمات ہے
اور دوسری آیہ میں اوصاف مومنین مذکور ہیں جو عام
نہیں ہو سکتا۔
خود شاہ صاحب فرماتے ہیں اور میرے نزدیک یہ ہے کہ آیہ
و ان تجمعوا بین الاختین سیاق منکوحات میں وارد ہے
جسکا مقصود یہی جمع بالنکاح ہے کہ نکاح میں جمع کرو۔
کیونکہ عام طور سے دو بہنوں کا رہنا ایک مکان میں یا ایک
شخص کی ملکیت میں حرام نہیں ہے لہذا معلوم ہوا کہ حرمت
محض در صورت وطی ہے کہ دونوں سے نکاح ایک ساتھ
نہیں کر سکتے اور آیہ و الذین ہم لفروجہم حافظون
الا علی ازواجہم او ماملکت ایمانہم بیان میں اس چیز کی ہے جسے خدا نے حلال کیا ہے پس گویا عمر کا مطلب یہ ہے
کہ آیہ و ان تجمعوا بین الاختین نے بذریعہ قیاس جلی حرام کیا کہ لونڈیوں کو قیاس کیا منکوحات پر
اور آیہ و الذین لفروجہم حافظون نے حلال کیا من حیث العموم۔
اس تحقیقات سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ عمر صاحب اسکے مدعی ہیں کہ قرآن کی ایک آیت حلال کرتی ہے اور دوسری
حرام جس کا مطلب یہ ہوئے کہ احکام قرآن میں اسقدر اختلاف ہے کہ ایک آیہ سے حلت ثابت ہو اور دوسری سے

ہیں کہ وہ مسلمان تھے یا انہوں نے اسکی تفریق کی کہ یہ کام منصب رسالت سے خارج ہے۔
ہاں بڑی جد و جہد سے ایک تاریخی واقعہ ملتا ہے جس میں عمر صاحب نے حضرت کی تصدیق کی ہو تو شاید مولوی شبلی
صاحب کے خیال میں بھی ایک امر حضرت سے بحیثیت منصب رسالت واقع ہوا جس کو عمر صاحب نے مانا ورنہ
اور کوئی واقعہ ایسا نہیں معلوم ہوتا جس میں عمر صاحب نے حضرت کا کوئی کام متعلق بہ منصب رسالت سمجھا ہو
وہ واقعہ یہ ہے کہ جنگ خیبر میں عامر بن اکوع شتروں کو ہنکا رہے تھے اور حدی پڑھتے تھے جس سے اونٹ
بڑی تیزی سے جا رہے تھے تو حضرت نے پوچھا یہ کون ہے جو اس طرح حدی پڑھکر اونٹوں کو ہنکا رہا ہے۔ تو
لوگوں نے کہا عامر بن اکوع تو حضرت نے فرمایا۔ یرحمہ اللہ یا غفر لک۔ تو اس سے عمر صاحب نے سمجھا

حرمت حالانکہ خدا فرماتا ہی لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا پھر اس سے بڑھکر کیا اختلاف ہوسکتا ہی کہ ایک آیہ حلال کرے اور ایک آیہ حرام۔ پھر یہ قرآن کہاں کو رہا شاہ عبد العزیز صاحب کا تحفہ ہو گیا

علامہ بغوی نے جب اس کلام کو خلیفہ کی مسلم جہالت کا نمونہ دیکھا تو بتا دیا کہ یہ خلیفہ کی جہالت ہی کیونکہ حرمت کے بارے میں تو آیہ وان تجمعوا بین الاختین صاف ہی کہ خدا نے اسکو حرام کیا ہی کہ دو نوں بہنیں ایک ساتھ جمع کیجائیں بخلاف حلت کے کہ وہ تو کسی آیہ سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آیہ والذین ہم لفروجہم حافظون میں تو کسی قسم کا حکم ہی نہیں پھر اس آیہ کا معارضہ آس سے کیونکر ہو سکتا ہی جس میں حکم ہی۔

تقریر بغوی ایسی صاف اور جلی ہی کہ اسکے بعد پھر کسی طرح کا اس میں شبہہ نہیں رہتا کہ ہرگز قرآن میں اختلاف نہیں ہی سوای حرمت کے کسی آیہ سے حلت کا شائبہ بھی نہیں پیدا ہوتا چہ جائیکہ حلت ثابت ہو لہذا عمر صاحب کا قول محض جاہلانہ ہی پہلا حکم خاص ہی دوسرے میں نہ حکم ہی نہ عموم ہی پھر اتنا تناقض کیونکر ہو سکتا ہی جو کہا گیا کہ ایک آیہ نے حلال کیا دوسرے نے حرام۔

چونکہ اس تقریر سے عمر صاحب کی جہالت بدیہی طور پر ظاہر ہوتی تھی لہذا شاہ صاحب اس بات پر مستعد ہوئے کہ دو نوں آیتوں میں کسی طرح تناقض ثابت کریں کہ قول عمر آیہ حلت و آیہ حرمت صحیح قرار پائے جسکی یہ ترکیب کی کہ آیہ وان تجمعوا بین الاختین کو جو نص صریح ہی شاہ صاحب نے قیاس کر دیا کہ چونکہ جمع بین الاختین منکوحات سے متعلق ہی لہذا عمر نے لونڈیوں کو اُن پر قیاس کر کے آیہ حرمت میں داخل کیا تو جب یہ حکم منصوص نہ رہا بلکہ قیاسی ہوا تو یہ معارض ہو سکتا ہی آیہ والذین ہم لفروجہم کا جس میں عموم ہے۔

خدا رحم کرے مسلمانوں پر جو صرف اس غرض سے کہ عمر صاحب کا قول صحیح ہو ایسی تاویلیں کرتے ہیں جس سے کلام اللہ و کلام رسول کی تکذیب صریح لازم آئے کیونکہ آپ دیکھ رہے ہیں آیہ وان تجمعوا بین الاختین سورۂ نساء کا وہ آیہ ہی جسکی ابتدا حرمت علیکم امہاتکم سے ہوئی۔ اس میں قیاس کیسا جلی ہو یا خفی یہ

کہ اب یہ شخص جنگ میں مارا جائیگا۔ مدارج النبوۃ میں ہی "پس آنحضرت پرسید این کیست کہ شتران را می راند و حدی می خواند گفتند عامر بن الاکوع است فرمود یرحمہ اللہ و در روایتے غفر لک۔ پس گفت مردے از قوم و در روایتے آمدہ گفت عمر بن الخطاب واجب شد یا رسول اللہ برائے وے شہادت چرا نگزاشتی او را چند گاہ بہرہ مند شدیم یا وے و زندگانی می کرد و نزد دستور چنان بود کہ در بارۂ کسیکہ آنحضرت ایں دعا کردے بشرف شہادت مشرف می شد" [۱۹۱]

پس اگر حضرت نے دعا میں منصب رسالت سے یہ کام کیا ہی جس میں عمر صاحب نے حضرت کے حکم باری کو قبول کیا تو خدا ایسی رحم کرے کیونکہ مدار تفریق کا منصب رسالت تو عمر صاحب کے قبول و عدم قبول

تمامتر نص ہو حرمت علیکم امہاتکم تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں بہنیں۔ پھوپھیاں خالائیں بھتیجیاں بھانجیاں جس ماں نے تمکو دودھ پلایا۔ رضاعی بہنیں۔ ساسیں اور وہ لڑکیاں جن کی پرورش کرتی ہو اُن عورتوں سے جنسے مباشرت کر چکے ہو۔ ہاں اگر دخول نہیں کیا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور تمہارے بیٹوں کی بیبیاں اور یہ کہ نہ جمع کرو دو بہنوں میں یہاں مگر جو گزر چکا ہو۔

پھر نہ معلوم کہاں سے شاہ صاحب نے یہاں قیاس جلی کا دعویٰ کیا کہ عمر نے تو لونڈیوں کو منکوحات پر قیاس کیا۔

حالانکہ یہاں حکم بہ تعمیم ہو کہ کل مائیں حرام ہیں خواہ وہ منکوحہ ہوں یا غیر منکوحہ پھر یہ کہنا لونڈیوں کو منکوحہ پر قیاس کیا محض غلط ہو اور محض افترا کیونکہ خداوند عالم کل محرمات نسبی و سببی کو بیان کر رہا ہو عام اس سے کہ وہ تعلق بین الاحرار ہو یا بین الاماء والاحرار۔

پھر شاہ صاحب کا یہ دعویٰ بتائید عمر کہ والذین ھم لفروجھم حافظون میں من جہة العموم حلت کا فائدہ دیا کیسا لغو اور مہمل ہو کیونکہ یہاں تو کسی طرح حکم ہی نہیں بلکہ تمامتر تعریف توصیف مومنین ہو ملاحظہ ہو سورہ مومنون قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون والذین ھم عن اللغو معرضون والذین ھم للزکوٰة فاعلون والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون یعنی رستگار ہیں وہ مومنین جو نماز میں خشوع کرتے ہیں اور لغو سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰة دیتے ہیں اور اپنی فروج کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی ازواج اور لونڈیوں سے کہ اُنپر کوئی ملامت نہیں۔ اسکے سوا جو شخص چاہے وہی لوگ تجاوز کرنیوالے ہیں۔

ان آیات کو دیکھکر ہر شخص بدیہی طور پر کہہ سکتا ہو کہ اُن میں کوئی حکم نہیں بیان کیا گیا ہو بلکہ مومنین کی تعریف کی گئی ہو تو اُسکی نسبت عمر صاحب کا کہنا آیہ یا حلت کیسا صریحی افترا ہے۔ اور شاہ صاحب کا یہ کہنا احلت من جہة العموم کہ بحیثیت عموم اسنے حلال کیا کیسا لغو ہو کیونکہ جب اُس میں حکم ہی نہیں ہے تو

پر ہے جس کا حال یہ ہے کہ جسکو عمر نے مانا وہ منصب رسالت سے ہوا اور جس کو نہ مانا وہ منصب رسالت سے خارج ہوا۔

مگر افسوس یہ ہے کہ اس واقعہ سے بھی اُن کا اسلام نہیں ثابت ہو سکتا کیونکہ جب یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی تھی کہ جس کے بارے میں حضرت نے یہ دعا کی وہ مارا گیا تو اس سے اذعانی تصدیق کہاں حاصل ہوا۔ وہ تو تجربہ کی تائید ہوئی۔

بلکہ غور کیجئے تو عمر صاحب نے حضرت پر یہ الزام قائم کر دیا چراغ گمراہی اور اکہ چند گاہ بہرہ مندی شدیم جسکی مطلب یہ ہوئی کہ حضرت کی اِس کلمہ کی بدولت وہ شہید ہو گا تو باعث شہادت اِس دعا کو قرار دیا۔

پھر اُس سے حلت بجہۃ عموم یا خصوص کیونکر ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ حکم تو تھا نہیں۔
اور اگر ان سب سے درگزر کریں تو یہاں سوال ماں بیٹی کی جمع کا ہے کہ ہمارے ملکیت میں ایک لونڈی اور اُسکی ماں ہے دونوں کے ساتھ وطی کریں یا نہ۔ اسکو تجمعوا بین الاختین سے کیا علاقہ۔ یہاں تو ماں بیٹی ہیں جن میں جمع حرام ہے۔
اس سے اور بھی معلوم ہوا کہ قرآن سے اتنا بہرہ بھی نہ تھا جو ایک مسئلہ کی حلت و حرمت کو اُس سے دریافت کریں اسپر حسبنا کتاب اللہ کا دعوےٰ کرنا اور بھی عجیب بلکہ اعجب ہے۔
افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے جو کچھ زیادہ تفصیل کیجائے مگر یہ تو بدیہی طور پر نمایاں ہو گیا کہ عمر صاحب نے اسلام پر ایسا قبضہ کیا تھا کہ کوئی درجہ ترمیم و تنسیخ کا اُٹھا نہ رکھا۔ طرہ تو یہ ہے کہ جو خیال عمر صاحب نے ظاہر کیا تھا کہ قرآن کی ایک آیہ سے حلال ہے ایک آیہ سے حرام وہ ایسا خیال تھا کہ ہر خلیفہ اس خیال کا وارث بنا چنانچہ تفسیر در منثور سیوطی میں ہے۔
ان رجلا سال عثمان بن عفان عن الاختین فی ملك الیمین ھل یجمع بینہما فقال احلتہما ایۃ وما کنت لاصنع ذلك فخرج من عندہ فلقی رجلا من اصحاب النبی اراہ علی ابن ابیطالب فسالہ عن ذلك فقال لو کان الی من الامر شیء ثم وجدت احدا فعل ذلك لجعلتہ نکالا۔ صفحہ ۱۳۶ ج ۲ یعنی ایک شخص نے عثمان سے اس طرح جمع بین الاختین کو پوچھا کہ دو لونڈیاں ہوں اور دونوں بہن ہوں تو عثمان نے کہا کہ ایک آیہ اسکو حلال کرتا ہے اور دوسرا حرام مگر ہم ایسا نہیں کرتے وہ باہر نکلا تو ایک دوسرے صحابی رسول اللہ سے ملاقات ہوئی جو میرے خیال میں علی بن ابیطالب تھے تو حضرت نے فرمایا اگر ہمکو کچھ اس امر میں اختیار ہوتا تو اس پر تعزیر جاری کرتے۔
اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ جو خیال خلیفہ دوم نے قائم کیا تھا وہ خلافتانہ خیال تھا کہ جو خلیفہ ہوتا اُسکے تمام عمر میں یہی خبط سماجاتا کہ قرآن میں ایسا اختلاف موجود ہے کہ ایک آیہ سے حلت نکلتی ہے دوسرے سے حرمت۔
جناب امیر کا ارشاد ایسے موقع پر کہ اگر ہمکو اختیار ہوتا تو ہم اُسپر تعزیر جاری کرتے صاف کہہ رہا ہے کہ حضرت کس درجہ مجبور تھے اور کس درجہ ان احکام کو خلاف شرع سمجھتے تھے۔

پھر جب روایت میں اختلاف ہے کہ قائل اسکا کون ہے کیونکہ بعض روایت میں عمر کا نام ہے تو ممکن ہے یہ یاروں کی بندش ہو۔
بہرحال اگر طریقہ مولوی شبلی صاحب پر تفریق کا منصب رسالت مانا جائے تو صرف یہی ایک واقعہ ایسا ملتا ہے جس میں کسی وجہ سے ہو عمر صاحب نے آپ کے اس کلام کو منصب رسالت سے مانا۔ مگر افسوس کہ ایسے صدہا واقعات ہیں جن میں کفار نے بھی حضرت کی تصدیق کی ہے اور حضرت کی خبروں کو مانا تھا کہ ویسا ضرور ہوگا لہذا عمر صاحب اور وہ کفار اس مادہ میں مساوی نکلے پھر کیا وجہ ہے کہ اُن کو مسلمان کہیں اور انکو نہ کہیں۔ مدارج النبوۃ میں ہے۔

جو استدلال کہ عمر و عثمان نے قائم کیا تھا کہ ما ملکت ایمانہم عام ہے اُسکا جواب ابن مسعود نے کیا ہی خوب دیا ہے اُسی درمنثور میں ہے عن ابن مسعود انہ سئل عن الرجل یجمع بین الاختین الامتین فکرھہ فقیل یقول اللہ الا ما ملکت ایمانکم فقال وبعیرک ایضا مما ملکت یمینک ص۱۳۷ یعنی ابن مسعود نے جو جمع بین الاختین سے انکار کیا تو سائل نے کہا خدا ما ملکت ایمانکم فرماتا ہے (جس سے تعلیم سمجھی جاتی ہے) تو ابن مسعود نے کہا اونٹ بھی تو ما ملکت یمینک میں داخل ہے (تو چاہیے کہ اُس سے بھی مباشرت جائز ہو) معاویہ نے تو اور بھی ترقی کی کہ عام طور سے جائز کر دیا۔ درمنثور میں ہے ان حبا سالوا معویۃ عن الاختین مما ملکت الیمین یکونان عند الرجل یطؤھما قال لیس بذلک باس ص۱۳۷ یعنی معاویہ سے پوچھا گیا کہ جمع بین الاختین لونڈیوں میں جائز ہے تو معاویہ نے کہا کوئی مضائقہ نہیں کہیئے اس سے بڑھکر کونسے اختیارات ہوسکتے ہیں کہ خلیفۂ دوم وسوم نے اگر اسکا اظہار کیا تھا کہ ایک آیہ سے حرمت نکلتی ہے دوسری سے حلت تو معاویہ نے بالکل راستہ کو صاف کر دیا اور کہدیا کہ کوئی مضائقہ نہیں اسپر بھی اہلسنت ان لوگوں کو مسلمان اور پیرو قرآن مانتے ہیں ان ھذا الشیٔ عجاب۔

ہاں یہ نہ سمجھیے گا کہ یہ ترمیم شریعت معاویہ پر ختم ہوگئی بلکہ احمد بن حنبل جو اہل حدیث کے امام اعظم تھے وہ بھی جواز کے قائل تھے فتح الباری میں ہے واختلف فیما اذا کانتا بملک الیمین فاجازہ بعض السلف وھو روایۃ عن احمد ص۵۵ جلد ۵ یعنی اس میں اختلاف ہے کہ لونڈیاں اگر دو بہن ہوں تو بعض سلف نے اسکو جائز رکھا ہے اور یہی روایت ہے احمد سے۔

اب ہم نہیں سمجھے وہ کونسا مسلمان ہوگا جس کو یہ معلوم ہو کہ خلیفۂ دوم نے اس طرح شریعت رسول کو اُلٹا تو اسکے بعد وہ کیونکر اپنی زبان روک سکتا ہے۔

نکاح اہل کتاب ازالۃ الخفا میں ہے ابوبکر عن شقیق تزوج حذیفۃ یہودیۃ فکتب

امیہ بن خلف نیز میخواست کہ از مکہ بیرون رود بجہت آنکہ بوے رسیدہ بود کہ وقتے آنحضرت بہ سعد بن معاذ خبر دادہ بود کہ امیہ بن خلف را یاران من خواہند کشت وخبر آنحضرت نزد کفار قریش بیشک صادق بود۔ ص۱۰۲ جلد ۲۔

تو کیا عمر صاحب کفار قریش سے بھی گئے گزرے ہوئے تھے جو حضرت کی خبر کی تصدیق نہ کرتے۔ تو اب مولوی شبلی صاحب بتائیں کہ عمر صاحب کو آپ کیونکر مسلمان کہ سکتے ہیں کیونکہ آپ فرما چکے ہیں "بزرگ جاننا درکنار ہم اُن کو اسلام کے دائرہ سے بھی باہر سمجھتے" جس سے ضرور ہے کہ حسب اقرار اپنے اب انکو اسلام کے دائرہ سے باہر سمجھیں کیونکہ مدار تصدیق

الیہ عمران خل سبیلھا فکتب انکانت حراما خلیت سبیلھا فکتب الیہ انی لا ازعم انھا حرام
ولکنی اخاف ان یغاظو المؤمنات منہن - ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن حذیفۃ بن الیمان
انہ تزوج یھودیۃ بالمدائن فکتب الیہ اعظم علیک ان لا تضع کتابی حتی تخلی سبیلھا فانی اخاف
ان یقتدی بک المسلمون فیختاو وانساء اھل الذمۃ لجمالھن وکفی بذلک فتنۃ لنساء
المسلمین صلا یعنی حذیفہ نے ایک یہودیہ سے نکاح کیا تو عمر نے لکھا اُسکو طلاق دیدو۔ حذیفہ نے
لکھا اگر حرام ہے تو ہم طلاق دیدینگے تو عمر نے لکھا کہ ہم یہ گمان نہیں کرتے کہ وہ حرام ہے بلکہ خوف ہی
کہ مومنات کو غصہ آے دوسری روایت ہی کہ حذیفہ نے ایک یہودیہ سے عقد کیا تو عمر نے یہ قسم لکھا کہ اُسکو
نکالدو کیونکہ اسکا خوف ہی کہ مسلمان لوگ تمہاری پیروی کریں اور اہل ذمہ کی عورتوں سے بوجہ حُسن نکاح
کریں تو اس سے فساد ہوگا نسائے مسلمین میں۔

کہئے یہ مذہبی مداخلت نہیں ہی تو کیا ہی کہ خداوند عالم تو سورہ مائدہ میں فرمائے جو سب سے آخر میں نازل ہوا
الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتو الکتاب حل لکم والمحصنات من المؤمنات و
المحصنات من الذین اوتو الکتاب من قبلکم۔ آج تمہارے لئے حلال کیگئی ہیں پاکیزہ چیزیں
اور اہل کتاب کا کھانا بھی حلال کیا گیا اور پاکدامن مسلمان عورتیں اور پاکدامن عورتیں اہل کتاب کی
اور عمر صاحب ہیں کہ یہ حکم دیرہے ہیں۔ کیا یہ خدا سے بھی زیادہ مسلمانوں کے حال پر زیادہ شفیق و رحیم تھے
کہ خدا نے تو اسطرح حلال کیا اور عمر صاحب اس طرح منع کرتے ہیں۔ عمر صاحب کی فلسفی تو یہ ہی کہ اس سے
مسلمان عورتوں کو غصہ آئیگا اُن میں فساد پیدا ہوگا مگر اس پر نہیں غور کرتے کہ اس سے اسلام کو کس قدر قوت
ہوگی کس قدر اشاعت ہوگی۔ کیونکہ آپ کو صحیح بخاری کی سب سے اول حدیث فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا
او الی امرءۃ ینکحھا سے معلوم ہی کہ کتنے صحابہ اسی وجہ سے اسلام لائے کہ اُنکی معشوقہ عورتیں اسلام لائی تھیں تو

رسول احکام پر ہے کہ جس نے حضرت کے احکام کو صدق دل سے مانا وہ مومن ہوا۔ اور جس نے احکام
میں تصدیق نہ کی وہ کافر ہوا۔ اگرچہ اخبار میں حضرت کو کیسا ہی صادق بلکہ او [illegible]
مانتا ہو کیونکہ خداوند عالم سورہ نمل میں فرماتا ہے۔
فلما جاءتھم ایاتنا مبصرۃ قالوا ھذا سحر مبین وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم
ظلما وعلوا فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین یعنی جب اُنکے پاس ہماری روشن نشانیاں
پہنچیں تو کہنے لگے یہ صریح جادو ہے اور انکار کیا اُس سے از راہ ظلم و غرور حالانکہ اُن کے دلوں نے
یقین کرلیا تھا پس دیکھو کیا انجام ہے مفسدین کا۔

اگر اہل کتاب کی عورتیں مسلمانوں کے نکاح میں آئیں تو کیا اسکا اثر اُن عورتوں کی قوم و قبیلہ پر نہ پڑتا کہ وہ اسلام لاتے کیونکہ یہ تو ناممکن تھا کہ مسلمانوں پر ان مغلوب قوموں پر کا اثر پڑ سکے مگر یہ ضرور ہوتا کہ اس سلسلۂ مناکحت سے اسلام کو ترقی ہو مسلمانوں کی حسن سلوک اور قوت دلائل و براہین سے جب وہ عورتیں مطلع ہوتیں تو وہ خود اپنی قوم میں ایک ہدایت کرنیوالی جماعت تیار کرتیں چنانچہ آج اس ذریعہ سے کتنے مسلمان نصاری اور آریہ بن رہے ہیں کہ عورتیں اُنکو اپنے دام تزویر میں لاتی ہیں اور اُس جماعت کی ترقی ہو رہی ہے۔

اگرچہ قیاس ہو سکتا ہے کہ یہود و نصاری کی عورتیں اگر مسلمانوں کے نکاح میں آتیں تو ممکن تھا وہ انکو اسلام سے خارج کرتیں مگر اسکا جواب اولاً تو خود قرآن سے نکلتا ہے کہ اگر ایسا خوف ہوتا تو کبھی خداوند عالم اسکی اجازت اس صراحت سے نہ دیتا۔ ثانیاً اس زمانہ کا قیاس اُس زمانہ پر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ زمانہ اقبالِ اسلام کا تھا کہ ہر طرف اسلام کی ترقی تھی جدھر دیکھو انکی حکومت انکا اقتدار پس اُس زمانہ میں غیر مسلمان عورتوں سے نکاح کرنا اسکا باعث ہوتا کہ اُس عورت کی تمام کنبہ و قبیلہ کے لوگ بتدریج اسلام لاتے نہ کہ اسلام سے کوئی رخنہ پڑتا۔ رسول اللہ کی تعداد ازدواج کی ایک وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ تالیف قلب کے لئے اور اُن قبائل کے فتنہ و فساد سے اطمینان کے لئے جن قبائل سے حضرت نے نکاح کے ذریعہ سے تعلق پیدا کیا تھا اسی وجہ سے حضرت نے اہل کتاب کی عورتوں سے بھی عقد کیا اگرچہ وہ سب اسلام لا چکی تھیں۔

عمر صاحب نے تو اس پر کوئی دلیل نہیں قائم کی تھی صرف اپنے حکم سے چاہا تھا کہ روکیں مگر اُنکے صاحبزادے عبد اللہ نے کتاب اللہ سے اسکی حرمت نکالنی چاہی ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن کو اسکی دلیل قرار دیا تھا چنانچہ درمنثور سیوطی میں ہے عن نافع عن عبد اللہ بن عمر کان اذا سئل عن نکاح الرجل النصرانیۃ والیہودیۃ قال حرم اللہ المشرکات علی المسلمین ولا اعرف شیئاً من الاشراک اعظم من ان تقول المرءۃ ربہا عیسے او عبد من عباد اللہ صـ ۲۵۶ جلد اول۔ کہ ابن عمر اس آیہ ولا تنکحوا

آخر میں ہم مولوی شبلی صاحب کو یہ چلنج دیتے ہیں کہ آپ کو تاریخ دانی پر بڑا غرہ ہے۔ آپ ابتدائے اسلام عمر صاحب سے ایک واقعہ بھی ایسا دکھا دیں کہ کسی حکم کو جس میں کچھ دخل در معقولات کا موقع ملا ہے عمر صاحب نے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا ہو۔ یا اپنے زمانہ میں کوئی ترمیم اُس میں نہ کی ہو تو ہم آپ کو نذرانہ دیں۔ بہ استثناء اُن احکام کے جو قہراً جاری ہو چکے ہوں۔ خواہ وہ عبادات سے ہوں یا خواہ معاملات سے جس پر ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر آپ کوئی حکم ایسا نکالینگے تو انشاء اللہ ہم عمر صاحب کا اختلاف اُس کے متعلق ضرور دکھا دینگے۔ پھر کیوں نہیں آپ اپنے قول کی شرم رکھکر صاف صاف کہدیتے کہ ہم انکو اسلام کے دائرہ سے باہر سمجھتے ہیں والسلام علی من اتبع الہدی

المشرکات کی یہ تاویل کرتے تھے کہ یہود و نصاریٰ کی عورتیں بھی مشرکات میں داخل ہیں کیونکہ اس سے
بڑھکر کیا شرک ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسےٰ یا کسی بندہ کو خدا مانیں۔

مگر یہ ایسی تاویل ہے کہ تمامی احادیث اہلسنت کی اسکے مخالف ہیں چنانچہ اُسی در منثور سیوطی میں ہے عن ابن
عمر انہ کرہ نکاح نساء اھل الکتٰب وتاول ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن اخرج ابوداؤد فی ناسخہ عن
ابن عباس فی قولہ ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن قال نسخ من ذٰلک نکاح نساء اھل الکتاب احلھن
للمسلمین وحرم المسلمات علیٰ رجالھم و اخرج البیھقی فی سننہ عن ابن عباس فی قولہ ولا تنکحوا
المشرکات حتی یومن قال نسخت و احل من المشرکات نساء اھل الکتاب اخرج ابن ابی حاتم و
الطبرانی عن ابن عباس قال نزلت ھٰذہ الاٰیۃ ولا تنکحوا المشرکات فحجر الناس عنھن حتی نزلت
الاٰیۃ التی بعدھا والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم فنکح الناس نساء اھل الکتاب ص۲۵۶
یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیہ منسوخ ہے آیۂ والمحصنٰت من اھل الکتاب سے کہ خدا نے ان عورتوں کو
حلال کیا ہے مسلمانوں کو لیے۔ دوسری روایت ہے کہ جب آیہ ولا تنکحوا المشرکات نازل ہوا تو مسلمانوں نے
ان سے نکاح کرنا چھوڑ دیا اُسکے بعد والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب نازل ہوا تو اہل کتاب کی
عورتوں سے مسلمانوں نے نکاح کرنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ ابن عمر کا استدلال اُس آیہ سے ہے جو منسوخ
ہو چکا تھا۔ پھر کیونکر نہ شریعت رسول میں انقلاب آئے کہ عمر صاحب نے تو بزور حکومت حکم خدا کو معطل کرنا
چاہا ابن عمر صاحب نے یہ ترقی کی کہ اپنے باپ کی تائید میں منسوخ آیت کو پیش کیا اور یہ بھی نہ سمجھے کہ آیہ
ولا تنکحوا المشرکات سورۂ بقرہ کا آیہ ہے جو نزولاً مقدم ہے اور آیہ والمحصنٰت من الذین اوتوا
الکتٰب سورۂ مائدہ کا آیہ ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوا اور اس میں کوئی آیہ منسوخ نہیں ہوا۔ ہماری
غرض اصلی تو یہ ہے کہ دکھائیں حضرت عمر نے کس طرح عورتوں کی حق تلفی کی ہے اور کسطرح حکم خدا و رسول کو
اُٹھایا ہے کیونکہ کتاب اللہ سب کے سامنے موجود ہے جسکے حکم صریح کو اسطرح عمر صاحب بدل رہے ہیں جس میں بظاہر
کوئی غرض ذاتی نہیں شامل معلوم ہوتی تو پھر اُس حکم خدا کے بدلنے میں اُنکو کیا دیر لگتی جس میں ذاتی
اغراض بھی اُن کی شامل تھے مثلاً قصۂ فدک کی مگر یہ سب گاؤ زوریاں اس آیہ میں اہلسنت نے صرف
اس غرض سے کی ہیں کہ اصل مطلب کو اس آیہ کی مخفی کر دیں کیونکہ آیہ سورۂ مائدہ متعلق متعہ اور ملک
الیمین سے ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے متعہ کر سکتے ہو یا لونڈی کی حیثیت سے ہو تم تصرف کر سکتے ہو جیسا کہ

مجمع البیان میں ہے جو تفاسیر شیعہ سے ہے قالوا و یجوز ان یکون مخصوصاً بنکاح المتعۃ وملک الیمین فان عندنا یجوز وطیھن بکلا الوجھین صفحہ ۲۴۳ یعنی یہ آیہ مخصوص ہو سکتا ہے نکاح متعہ اور ملک یمین سے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں وطی اُن سے جائز ہے۔

اہل سنت کے خلیفہ عمر نے اس حکم کے ذریعہ سے اُس غلبۂ اسلام کو کمزور کرنا چاہا جو حضرت ابن عباس سے تفسیر آیہ لیظہرہ علی الدین کلہ منقول ہے عن ابن عباس قال بعث اللّٰہ لیظہرہ کا محمد الیظہر علی الدین کلہ قد ینتا فوق الملل و رجالنا فوق نسائہم ولا یکونون رجالھم فوق نساءنا۔ درمنثور جلد ۳ کہ ابن عباس نے فرمایا خدا نے حضرت کو اس لئے مبعوث کیا کہ آپکے دین کو تمامی ادیان پر غالب کرے تو اب ہمارا دین سب دینوں پر غالب ہے اور ہمارے مرد اُنکی عورتوں کے اوپر ہیں اور اُنکے مرد ہماری عورتوں کے اوپر کبھی نہ ہونگے۔ اس بشارت عظمےٰ کی منافی کے لئے عمر نے اصل حکم متعہ کو حرام کیا پھر اس حکم کی ممانعت کی کہ اہل کتاب سے کسی طرح عقد کیا جائے کیونکہ اگر وہ حکم باقی رہتا تو آج یہ نوبت نہ آتی کہ ہزاروں مسلمان عورتیں نصاریٰ کے تصرف میں ہیں۔

(۱۵) ازالۃ الخفا میں ہے ابو بکر عن سعید ابن المسیب قال عمر ایما عبد نکح حرۃ فقد اعتق نصفہ و ایما حر نکح امۃ فقد ارق نصفہ یعنی عمر نے حکم دیا تھا کہ جس غلام نے کسی آزاد عورت سے نکاح کیا وہ نصف آزاد ہو گیا اور جس آزاد نے کسی لونڈی سے نکاح کیا وہ نصف غلام ہو گیا۔

(۱۶) ابو بکر عن عمر انہ نھی ان یتزوج العربی الامۃ کہ عمر نے منع کر دیا تھا عربوں کو کہ لونڈیوں سے نکاح نہ کریں۔ کہیے اگر یہ صاحب شریعت نہ تھے۔ انکو دعوائے نبوت نہ تھا تو شریعت اسلام کو کیوں اس طرح منسوخ کر رہے تھے حالانکہ آیہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء عام حکم موجود ہے۔

پھر سورۂ نور میں فرماتا ہے وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم و امائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللّٰہ من فضلہ واللّٰہ واسع علیم۔ کہ اپنی قوم کی عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے غلام اور لونڈیوں سے جو نیک ہوں کہ اگر محتاج ہونگے تو خدا اپنے فضل و کرم سے غنی کر دیگا۔

جس سے عام طور پر نکاح کی تاکید ثابت ہوئی بلا امتیاز احرار [illegible] کہ حرہ سے کرو یا کہ لونڈی سے مگر خلیفہ دوم نے اس حکم خدا کو اس طرح معطل کیا کہ اگر کوئی آزاد شخص کسی لونڈی سے نکاح کرے تو وہ بھی آدھا غلام ہو جائے۔ اس سے بڑھکر کونسی مخالفت کتاب و سنت ہو سکتی ہے کہ خدا تو اس طرح حکم دے اور رسول اللہ کا یہ عمل ہو کہ اپنی قریب عزیز عورتوں کا غلاموں سے نکاح کریں اور عمر صاحب کا یہ حکم ہو کہ لونڈی سے نکاح نہ کرو ورنہ تم بھی نصف غلام ہو جاؤ گے

عرب جیسی مغرور و سرکش قوم کے لئے آپ سمجھ سکتے ہیں اس حکم نے کیا اثر کیا ہوگا کیونکہ وہ تو قدیم سے اپنے نسب و شرافت پر اس درجہ مغرور تھے کہ دنیا میں کسی کو اپنا ہمسر ہی نہ جانتے۔ ۲۳ برس کی محنت پر رسول اللہ نے انکو اسقدر سنوارا تھا کہ دوسروں کو بھی وہ کسی طرح وہ انسان سمجھنے لگے اس حکم نے اُنپر کیا اثر کیا اس روایت سے معلوم ہوسکتا ہے کہ علامہ شیخ عبد الحق دہلوی اسماء الرجال میں بذیل احوال جناب امام زین العابدینؑ لکھتے ہیں واولد الحسین زین العابدین واولد محمد بن ابی بکر قاسم بن محمد وھولاء الثلثۃ بنو خالۃ وکان اھل المدینۃ یکرھون اتخاذ السراری حتی نشاء فیھم ھولاء الثلثۃ وفاقوا اھل المدینۃ فقھا و ورعا فرغب الناس فی السراری صفحہ ورق قلمی یعنی اہل مدینہ لونڈیوں سے کراہت کرتے تھے جب امام زین العابدین علیہ السلام اور قاسم بن محمد بن ابی بکر نے نشوونما پایا اور تمامی اہل مدینہ پر علم و ورع میں فائق ہوئے تو اور لوگوں نے بھی اس میں رغبت کی۔

دیکھیے حکم خلیفہ کا اثر کہ تمامی اہل مدینہ جو سب صحابی تھے حکم خدا و رسول سے واقف تھے۔ حضرت نے جو اپنی عزیز عورتوں کا نکاح غلاموں سے کیا اور لونڈیوں سے خود نکاح کیا وہ سب کے پیش نظر تھا مگر خلیفہ کے حکم نے یہ اثر کیا کہ تمامی صحابہ لونڈیوں سے نکاح کرنے سے رُک گئے۔ یہانتک کہ جب امام زین العابدینؑ متولد ہوئے جنکی مادر گرامی حضرت شہربانو تھیں جو اسیر ہوکر بحیثیت لونڈی آئی تھیں تب جا کر اسکا رواج پایا کہ اور لوگوں نے بھی لونڈیوں سے تعلق شروع کیا۔

اس سے دو باتیں ظاہر ہوئیں ایک طرف خلیفہ وقت کی ممانعت اور اُسکا رواج۔ دوسری طرف خاندان رسالت کے فعل سے اسکا رواج تو اگر خلافت بھی خاندان رسالت ہی میں رہتی تو آپ سمجھ سکتے ہیں دنیا میں صرف ایک ہی مذہب حق رائج ہوتا۔ شاید یہی وجہ ہو کہ ائمہ اطہار نے اسکے بعد سے تمامتر تعلق اپنا اُم ولد سے رکھا کیونکہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد سے تمامی ائمہ اطہار کی مادر گرامی اُم ولد تھیں جسکی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ رواج فقہ حنفی کے سبب سے کوئی خاندان محفوظ نہ رہا ہو۔ چونکہ اس بحث کو طول ہوگیا لہذا صرف حکم طلاق کی تقریر کے بعد اس بحث کو تمام کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو عمر صاحب نے اسمیں کس قدر عورتوں کی حق تلفی کی ہے۔

(۱۷) ازالۃ الخفا میں ہے عن طاؤس ان ابا الصھباء قال لابن عباس انما کانت الثلاث علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تجعل واحدۃ وابی بکر و ثلاث من امارۃ عمر فقال ابن عباس

نعم مسلم عن طاؤس عن ابن عباس كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر
وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر ابن الخطاب ان الناس استعجلوا
فى امر كانت لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم فى هذا الحديث اشكال قوى لان النسخ لا يتصور
بعد وفات النبى صلى الله عليه وسلم وانقطاع الوحى فحكى البغوى للعلماء ثلثة تاويلات احدها
معناه قول الرجل انت طالق انت طالق انت طالق ان قصد الايقاع بكل لفظة تقع الثلاث
وان قصد التوكيد فواحدة وكانوا فى الزمن الاول يصدقون فى انهم ارادوا واحدة فلما
راى عمر فى زمانه امورا انكرها الزمهم الثلث ثانيها معناه طلاق الرجل لغير المدخول بها
انت طالق ثلاثا لفظا واحدا اذهب اصحاب عبد الله بن عباس انها واحدة وقول عمر و
عليه جمهور اهل العلم انها ثلاث ثالثها معناه انت بتة كان عمر اها واحدة فلما تتابع الناس
الزمهم الثلث والاوجه عندى ان معناه ان قوله ثم الطلاق قد كان يحتمل وجهين احدهما
ان يعد انت طالق ثلثا مرة واحدة لانه ارسل الكلمة دفعة واحدة الثانى ان ينظر الى المعنى
كانه اراد ان يقول انت طالق ثم يقول انت طالق ثم يقول انت طالق فاختصر كلامه وقال انت طالق
ثلثا فهو دفعة واحدة فى الظاهر ثلث دفعات فى المعنى فكان الناس فى زمان النبى صلى الله عليه وسلم
لم ينكشف لهم الامر ولا سالوا النبى صلى الله عليه وسلم ان ذلك فكان اكثر ما يذهبون الى الاحتمال
الاول وكذلك فى زمان الصديق فلما كان عمر رفعت اليه المسئلة افتاهم بالمعنى الثانى وصرح
بذلك ولم يدع محلا للخلاف ولما قلنا نظائر كثيرة فسرها اهل العلم كنحو ما فسرنا منها حديث
بيع امهات الاولاد فى زمان النبى صلى الله عليه وسلم وابى بكر ثم نهى عمر عنه الشافعى عن المطلب بن
حنطب انه طلق امرأة البتة ثم اتى عمر بن الخطاب فذكر ذلك له فقال له عمر ما حملك على ذلك فقال
قد قلته قال عمر ولو انهم فعلوا ما يوعظون به لكان خيرا لهم واشد تثبيتا قال ما حملك على ذلك قال قد قلته قال امسك عليك امرك فان الواحدة لا تبين الشافعى عن سليمان بن يسار ان رجلا من بنى زريق
طلق امرأته البتة فقال عمر ما اردت بذلك قال اترانى اقيم على حرام والنساء كثير فاحلفه فحلف
قال الشافعى اراه فردها عليه قال الشافعى معنى قوله قلته خرج منى بلا نية وتلاوة عمر الاية انه لو طلق
ولم يذكر البتة كان خيرا فانها كلمة محدثة فلما اخبره ولم يرد به زيادة على الطلاق الزمه واحدة

یعنی ابو الصہبا نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ تین طلاق (بیک وقت) رسول اللہ کی زمانہ میں ایک گنا جاتا تھا۔
اسی طرح عہد ابوبکر میں اور تین سال تک عہد عمرؓ میں کہا ابن عباسؓ نے کہ ہاں۔ مسلم نے طاؤس سے ابن عباسؓ سے
روایت کی ہے کہ عہد رسول اللہ اور عہد ابوبکر اور دو سال عہد خلافت عمرؓ میں تین طلاق ایک قرار دیا جاتا تھا
تو عمرؓ نے کہا لوگوں نے تعجیل کیا اُس امر میں کہ اُنکو سہولت تھی۔ پس اگر امضا کر دیں (تو بہتر ہے)
شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں بہت بڑا اشکال ہے کیونکہ بعد وفات رسول اللہ اور بعد انقطاع وحی
نسخ نہیں ہو سکتا دوسرے یہ حکم خلیفہ دوم کیا حیثیت رکھتا ہے۔ بغوی نے یہاں علماء کے تین قول لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ
کسی شخص کا انت طالق تین مرتبہ کہنا اگر اُس سے یہ مقصود ہے کہ ہر دفعہ اُسنے طلاق کی نیت کی ہے تو تین طلاق ہوگا
پہلے زمانہ میں لوگ صدق کے پابند تھے کہ اُس سے ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا عمرؓ نے جب ان امور کو دیکھا تو اُنہوں نے
لازم کر دیا کہ تین طلاق ہے۔ دوسرے یہ کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اگر مرد نے اُس عورت کو طلاق دیا جسکے ساتھ دخول نہیں
ہوا تو ایک مرتبہ تین طلاق کہنا مذہب عبد اللہ بن عباس کے مطابق ایک تھا اور عمرؓ کا قول یہ ہے کہ وہ تین طلاق ہو گیا یہی مذہب اہل علم کا
تیسرے یہ کہ بتہ کہتے تھے عمرؓ سے پہلے ایک طلاق تھا پھر جب لوگوں نے اسمیں زیادتی کی تو عمرؓ نے اسکو تین طلاق کر دیا۔
شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک وجہ یہ ہے کہ آیہ طلاق مرتان میں دو احتمال ہے ایک یہ کہ انت طالق کو تین
مرتبہ کہنا ایک گنا جائے کیونکہ اُسنے ایک ہی کلمہ کو تین مرتبہ کہا ہے یکدفعہ۔ دوسرے یہ کہ معنی کی طرف نظر کیا
جائے کیونکہ گویا مقصود اُسکا تین مرتبہ انت طالق کہنے سے یہ ہے کہ ہمنے تین مرتبہ طلاق دیا۔ کہ بنظر اختصار اُسنے
ایک ہی دفعہ کہدیا پس باعتبار لفظ تو وہ ایک طلاق ہے اور باعتبار معنی تین طلاق ہے۔
لوگ عہد رسول اللہ میں اس طرح طلاق دیتے تھے مگر اُنپر یہ امر منکشف نہیں تھا نہ رسول اللہ سے اسکو پوچھا۔ تو
اکثر لوگ پہلے احتمال کی طرف جاتے تھے کہ تین طلاق کو ایک سمجھتے۔ اسی طرح عہد ابوبکر میں جب عہد عمرؓ آیا اور یہ
مسئلہ اُنکی طرف رجوع ہوا تو معنی ثانی کے مطابق فتوےٰ دیا (کہ گویا ایک صحبت میں تین طلاق دیا ہے مگر مقصود اُسکا
تین طلاق ہے) اور اسکی تصریح کر دی اور پھر کسی کے لئے محل مخالفت نہ چھوڑا۔
جو توجیہ ہمنے بیان کی ہے اسکی نظائر بہت ہیں جنکی تفسیر کی ہے اہل علم نے جیسا کہ بیع امہات اولاد میں ہے کہ
عہد رسول و ابوبکر میں جائز تھا۔ پھر عمرؓ نے اُس سے منع کیا۔
شافعی نے مطلب بن حنطب سے روایت کی ہے کہ اُسنے اپنی زوجہ کو طلاق دیا البتہ۔ پھر عمر سے آکر کہا تو عمرؓ نے پوچھا کیا ہے
کہا اُسنے کہا کہ کہدیا عمرؓ نے یہ ولو انہم فعلوا ما یوعظون بہ لکان خیرا لہم واشد تثبیتا پڑھا۔ پھر عمرؓ نے کہا

کر کیوں کہا تو اُسنے کہا کہ کہدیا۔ عمرؓ نے کہا تو اپنی زوجہ کو رد کر دے کیونکہ ایک طلاق سے طلاق بائن نہیں ہوتا۔ شافعی نے سلیمان بن یسار سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے بنی زریق سے اپنی زوجہ کو طلاق البتہ دیا تو عمرؓ نے پوچھا کیا مقصود تھا تو اُس نے کہا کیا تم ہمکو ایسا جانتے ہو کہ ہم حرام پر قائم رہیں حالانکہ عورتیں کثرت سے ہیں۔ پھر اُسکے بعد حلف دیا تو اُسنے قسم کھائی۔ شافعی کہتے ہیں کہ ہمارے خیال میں عمرؓ نے اُسکو رد کر دیا۔ کہا شافعی نے کہ اُسنے جو کہا کہ بے نیت کہا اور عمرؓ نے اس آیہ کی تلاوت کی تو مراد اُس سے یہ کہ اگر طلاق دے اور نیت نہ کرے تو بہتر کیا کیونکہ یہ کلمہ محتمل ہے جب اُسنے خبر دی کہ زیادہ کا نہیں ارادہ کیا تھا تو عمرؓ نے اُسکو ایک ہی طلاق لازم کیا تمام ہوا ترجمہ ازالۃ الخفا۔

اس تحقیقات سے اسقدر تو یقینی طور پر معلوم ہوا کہ عمر صاحب نے اُس حکم خدا و رسول کو جو طلاق کے بارے میں عہد رسول اللہ سے جاری تھا اور عہد ابو بکرؓ میں بھی جاری رہا بلکہ تین یا دو سال تک عہد خلافت خلیفہ دوم میں بھی جاری رہا عمرؓ نے اُسکو بدل دیا۔ جسپر خود شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں سخت اشکال ہے کیونکہ ظاہر عبارت کا تقاضہ یہ ہے کہ عمرؓ نے اُس حکم رسول کو منسوخ کر دیا حالانکہ عہد رسول اللہ کے بعد یہ امر نا ممکن ہے کہ کوئی حکم شریعت منسوخ ہو سکے۔ لہذا اس کی تاویل کرنے چلے مگر وہ تاویل ایسی سخیف ہے کہ قابل توجہ ہی نہیں ہے۔

یہ طعن کہ عمرؓ نے شریعت رسول کو دربارہ طلاق بدل دیا قدیم طعن ہے جسکی تحقیقات کتاب مستطاب تشئید المطاعن حصہ ثانیہ جلد اول میں قابل ملاحظہ ہے از صفحہ ۶۷ ، تا الغایت صفحہ ۱۷۰۔ مگر چونکہ اسکو خود اہلسنت نے مان لیا ہے کہ یہ حکم خلاف حکم خدا و رسول ہے لہذا ہمکو زیادہ تحقیق کی ضرورت نہیں مگر اسقدر دیکھنا ضرور ہے کہ حکم خدا و رسول کن مصالح پر مبنی تھا اور حکم عمر نے کیا اثر کیا۔ پہلی بحث تو آپ شمس العلما مولوی شبلی صاحب کی الکلام میں لکھے جس سے اسلام کی خوبی متعلقات زن و شو میں نمایاں ہو ملحوظ رکھتے ہیں صفحہ ۱۴۹

عورتوں کے حقوق۔ عورت جو نوع انسانی کا نصف حصہ ہے اُسکے حقوق کی نسبت دنیا کی مختلف حصوں میں سیکڑوں ہزاروں قانون بنے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اُس وقت تک اِس فرقہ نے اپنے حقوق کی داد نہ پائی جبتک اسلام دنیا پر سایہ افگن نہ ہوا۔

دنیا کے مختلف ممالک کو فطرت نے خاص خاص خصوصیتوں میں ممتاز پیدا کیا تھا ان میں سے رومن کو قانون سے خاص مناسبت تھی جسطرح یونان کا فلسفہ۔ اٹلی کی مصوری۔ ایران کی نفاست پسندی شہرت عام رکھتی تھی۔ اسی طرح رومن کا قانون تمام دنیا میں اعلےٰ اور افضل تسلیم کیا جاتا تھا۔ رومن کے قانون

آج بھی تمام یورپ کے قوانین کا سنگ بنیاد ہیں۔ اس اعلیٰ ترین قانون میں عورتوں کے جو حقوق تھے وہ یہ تھے:
عورت شادی کے بعد شوہر کی زر خرید جائداد ہوجاتی تھی۔ اُسکا تمام مال و متاع خود بخود شوہر کی ملک ہو جاتا تھا۔
وہ جو کچھ زر و مال پیدا کرتی تھی سب شوہر کا مملوکہ ہوجاتا تھا۔ وہ کوئی عہدہ نہیں پاسکتی تھی۔ وہ کسی کی ضامن
نہیں ہوسکتی تھی۔ وہ ادائے شہادت کے قابل نہ تھی۔ وہ کسی سے کوئی معاہدہ نہیں کرسکتی تھی یہانتک کہ مرنیکے وقت
کوئی وصیت بھی نہیں کرسکتی تھی۔

رومن سلطنت نے جب عیسائی مذہب قبول کیا تو کچھ کچھ اصلاحیں ہوئیں لیکن وہ اصلاحیں محض وقتی تھیں
یعنی چند روز کے بعد وہی پرانے اصول قائم ہوجاتے تھے ۵۸۶ء میں ایک بہت بڑا جلسہ یورپ میں اس مسئلہ کی تحقیق کیلئے
منعقد ہوا کہ عورت کی روح ہے یا نہیں جلسہ نے بڑی فیاضی سے کام لیکر اسقدر تسلیم کیا کہ عورت نوع بنی آدم میں
داخل ہے اور اس لئے ذی روح بھی ہے لیکن اسکے پیدا کرنیکی غرض صرف یہ ہے کہ مرد کی خدمت کرے۔

انگلستان میں ایک مدت تک اسی قسم کے قوانین جاری رہے لیکن نکاح کے بعد عورت کا وجود شوہر کا وجود ہوتا تھا
وہ خود کسی قسم کا معاہدہ نہیں کرسکتی تھی اُسکی تمام جائداد شوہر کی ملک ہوجاتی تھی اور وہ اسکو جسطرح چاہتا صرف
کرسکتا تھا۔ تیس برس سے کم ہوئے کہ رومن ایکٹ بنا جس سے ان قوانین میں اصلاح ہوئی تاہم بہت سی بے اعتدالیاں
اب تک قائم ہیں۔

یہودیوں کے یہاں نکاح درحقیقت عورت کا خرید لینا تھا اور اُسکی قیمت عورت کے باپ کو ملتی تھی۔
ہندوؤں کے ہاں بعینہ رومن لا کے قواعد تھے۔ اُسکی جائداد شوہر کو ملجاتی تھی وہ کسی قسم کی خود مختارانہ
معاملہ و معاہدہ کی مجاز نہ تھی بیوی لڑکی ماں وغیرہ کو میراث کا کوئی حصہ (بجز حق پرورش کے) نہیں ملتا تھا۔

عرب جو اسلام کا سرچشمہ ہے وہاں یہ حالت تھی کہ عورت کو وراثت کا مطلقاً کوئی حصہ نہیں پہنچتا تھا۔ باپ مرتا تھا
تو اُسکی بیویاں بیٹے کو وراثت میں ملتی تھیں اور وہ اُنکو اپنی بیویاں بنا لیتا تھا نکاح کے چار طریقے تھے جن میں سے
تین طریقے حسب ذیل تھے (۱) دو شخص اپنی بیویوں کو مدت معین کیلئے آپس میں بدل لیتے تھے۔ (۲) چند آدمی ایک عورت کے
ساتھ مباشرت کرتے تھے اور دوسرے تیسرے دن وہ عورت اُن میں سے کسی کے پاس کہلا بھیجتی تھی کہ تم سے مجھکو حمل رہ گیا ہے بچہ
وہ اُسکی اولاد قرار پاتی تھی۔ (۳) چند آدمی ایک عورت کے ساتھ ہم صحبت ہوتے تھے جب لڑکا پیدا ہوتا تھا تو قیافہ شناس
یہ فیصلہ کرتا تھا کہ فلاں شخص کا نطفہ ہے چنانچہ وہ اُسکی اولاد قرار پاتا تھا۔ چنانچہ نکاح کی یہ تینوں صورتیں صحیح بخاری
میں حضرت عائشہ کی روایت سے مذکور ہیں)۔

اب دیکھو قرآن مجید نے عورتوں کے حق میں کیا کیا؟ لیکن اسکے بتانیکے قبل اس امر کا ذکر کرنا ضرور ہے کہ یورپ کے اکثر مصنفوں کا دعویٰ ہے کہ اسلام میں جسقدر احکام اور مسائل ہیں وہ سب دوسرے مذاہب کی نقل ہیں شارع اسلام نے اپنی طرف سے خود کوئی نیا مسئلہ اضافہ نہیں کیا۔ عورتوں کے متعلق عیسائیوں۔ یہودیوں ہندوؤں کے ہاں جو قواعد وہ تم پڑھ چکے ہو اب خیال کرو کہ اسلام نے انکی نقل کی ہے یا خود ایسے فلسفیانہ اصول اور مسائل قائم کئے جنکی طرف کبھی کسی کا خیال بھی نہیں پہنچا تھا۔

سب سے پہلے قرآن مجید نے یہ بتایا کہ عورت و مرد میں کس قسم کا فطری تعلق ہے اور یہ کہ عورت انسانی معاشرت کی جزو اعظم اور مرد کی راحت و تسلی ہے۔

وَخَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً (روم) اور تمہارے لئے خود تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے تاکہ انکے پاس آرام پاؤ اور تم دونوں میں محبت اور پیار پیدا کیا۔

پھر مختلف پیرایوں میں یہ ظاہر کیا کہ مرد و عورت برابر درجہ کے دو رفیق ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے محتاج الیہ ہیں دونوں کے تعلقات۔ دونوں کی حیثیت۔ دونوں کے حقوق برابر درجہ کے ہیں۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ۔ (بقرہ) عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم اُن کا۔

لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ عورتوں پر مردوں کے جو حقوق ہیں اُسی قسم کے اُنکے حقوق مردوں پر ہیں۔

قرابت کے تعلقات کے جو مدارج ہیں ان میں مرد عورت ایک درجہ پر ہیں مثلاً ماں باپ کا ایک درجہ ہے بہن بھائی کی ایک حیثیت ہے چچا اور پھوپھی کا یکساں مرتبہ ہے۔ قرآن مجید میں باپ کا جہاں ذکر ہے برابر درجہ کی حیثیت سے ماں کا بھی۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔	اور ماں باپ سے نیکی کرنا۔ اور جو کوئی ان دونوں میں سے بڑھاپے تک پہنچ جائے تو انکو اُف تک نہ کہو اور نہ ڈانٹ بتاؤ اور انسے ادب کی بات کرو اور انکے آگے پیار سے عاجزی کے کندھے جھکا اور کہہ کہ خدا تو انپر رحمت کر جسطرح دونوں نے مجھ کو بچپن میں پالا۔

ماں کے حقوق کو زور دیکر بیان کیا ہے۔

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا (احقاف)	ماں نے اُسکو پیٹ میں تکلیف کے ساتھ رکھا اور تکلیف سے جنا۔

رومیوں اور ہندوؤں کے اس قانون کے مقابلہ میں کہ عورت کا مال بشرائط سب شوہر کا ہو جاتا ہے۔ قرآن نے یہ کہا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ	مرد جو کمائیں وہ انکا ہے اور عورتیں جو کمائیں وہ اُن کا۔

ہندو دین نیز خود عرب جاہلیت میں عورت جو میراث سے بالکل محروم رہتی تھی اُسکے مقابلہ میں یہ کہا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ | باپ ماں اور رشتہ داروں کی وراثت میں مردوں کا حصہ ہے۔

وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ | اور (اسیطرح) باپ ماں اور رشتہ داروں کی وراثت میں عورتوں کا حصہ ہے۔

دختر کُشی کی رسم کو ان لفظوں سے مٹایا اور اسطرح مٹایا کہ تیرہ سو برس سے آج تک مسلمانوں میں ایک واقعہ بھی وجود میں نہ آیا۔

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ | اور جب کوئی موؤدہ (زندہ دفن کی ہوئی لڑکی) سے قیامت میں سوال ہوگا کہ کس جرم پر وہ قتل کیگئی تھی۔

جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص مرجاتا تھا تو اُسکے بھائی زبردستی اُسکی بیوہ سے نکاح کر لیتے تھے یا اُسکو نکاح سے باز رکھتے تھے اور جب اُس سے رقم وصول کر لیتے تھے تب شادی کی اجازت دیتے تھے ان رسموں کو یہ کہکر مٹایا۔

لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ۔ | تم کو یہ جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کو وراثت میں لیلو اور نہ یہ کہ اُنکو روک رکھو تاکہ جو کچھ اُنکو مل چکا ہے اُسمیں سے کچھ لیلو۔

مہر جو لڑکی کے باپ کو ملتا تھا اور جسکے عوض وہ گویا لڑکی کو فروخت کر دیتا تھا اسکے بجائے یہ کہا۔

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً (نساء) | اور دو عورتوں کو اُنکے مہر خوشی سے۔

روزانہ معاشرت میں عورتوں کے ساتھ جس لطف محبت، یگانگت، مساوات کے ساتھ پیش آنا چاہیے اُسکو ان جامع الفاظ میں ادا کیا۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ | اور معاشرت کرو عورتوں سے بہ طرز معقول۔

زن و شوہر کے تعلقات میں سب سے اہم اور نازک مسئلہ طلاق کا مسئلہ ہے اس بحث کی نازک اور مشکل ہونیکا اثر تھا کہ باوجودیکہ دنیا کی تمام قوموں نے اسکے متعلق مختلف پہلو اختیار کیے لیکن سب کے سب غلط تھے اور آج بھی جبکہ دنیا اسقدر ترقی کر گئی ہے یہ غلطیاں قائم ہیں عیسائیوں میں اسقدر سختی ہے کہ زنا کے سوا کسی حالت میں طلاق ہو ہی نہیں سکتی اسکا نتیجہ ہے کہ آجکل یورپ میں جو تہذیب اور تمدن کا مرکز ہے اس مسئلہ کی وجہ سے ہمیشہ نہایت سخت ناگوار اور پر فضیحت واقعات پیش آتے رہتے ہیں سیکڑوں زن و شوہیں جنمیں حد درجہ کی سوء مزاجی اور نااتفاقی ہے یا موافقت نے دونوں کا عیش تلخ کر دیا ہے ملنا جلنا بالکل بند ہے ازدواج کے جو فوائد اور مقاصد ہیں وہ بالکل معدوم ہیں لیکن برسوں سال اسی کیفیت میں بسر کرتے ہیں لیکن اس مصیبت سے چھوٹنے کی صرف یہ تدبیر ہو کہ زنا کا واقعہ ثابت کیا جائے بڑے بڑے اکابر اور اعیان سلطنت عدالت میں اپنی بیویوں کی ناکاری کا دعوے کرتے ہیں اور سیکڑوں ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں اس شرمناک واقعہ کی شہادت پیش کرتے

ہیں یہ تو یوں سلسلہ جاری رہتا ہی اور اسکے متعلق جو کاغذات مرتب ہوتے ہیں وہ ہر قسم کی فضیحتی رسوائی بے شرمی و بیحیائی کا انبار ہوتے ہیں لیکن یہ سب اس لئے گوارا کرنا پڑتا ہی کہ ان بیحیائیوں کے بغیر عورت کو پنجہ سے رہائی نہیں ہو سکتی ہندو قانون بھی اس باب میں عیسائیوں ہی کے مشابہ ہی۔

دوسری طرف یہودی ہیں جن کے ہاں بات بات پر طلاق جائز بلکہ مستحسن ہی۔ کھانے میں نمک تیز ہو جایا اپنی بیوی سے زیادہ خوبصورت عورت ہاتھ آجائے تو بے تکلف طلاق دی جاسکتی ہی۔ اب دیکھو اسلام نے اس نازک اور دقیق مسئلہ کو کیونکر حل کیا۔

قرآن مجید نے بہ مختلف پیرایوں میں تلقین کی کہ مرد و عورت کا تعلق نفس پرستی اور رفع شہوت کیلئے نہیں ہی بلکہ حسن معاشرت اور پایدار ربط و الفت کیلئے ہی۔

وَخَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً

اور تمہاری جنس سے تمہارے لئے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم تسکین پاؤ اور تم دونوں میں پیار اور محبت پیدا کی۔

اب فرض کرو کہ کسی مرد کو عورت ناپسند آئی اور وہ اُس سے قطع تعلق کرنا چاہی اس صورت میں اسلام نے تاکید کی کہ مرد کو تحمل اور صبر سے کام لینا چاہئے۔

فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (نساء)

تو اگر تم ان کو ناپسند کرو تو یہ ہو سکتا ہی کہ تمکو ایک چیز ناپسند ہو اور خدا اُس میں بہت جلد بھلائی پیدا کرے۔

یہی تلقین عورت کو بھی کی۔

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (نساء)

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے نا راضی یا بیرخی کا ڈر ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ دونوں صلح کر لیں اور صلح اچھی چیز ہے۔

پھر عورت کی بدخوئی اور بد مزاجی کے رفع کرنیکی تدبیریں بتائیں کیونکہ بد مزاجی کو ہر وقت برداشت کرتے رہنا حقیقت میں تکلیف مالا یطاق ہے۔

وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا

اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تم کو خوف ہو تو انکو نصیحت کرو اور انکو چھوڑ دو انکی خوابگاہ میں اور انکو مارو (خفیف طور پر) پھر اگر وہ کہا مان لیں تو انکے خلاف حیلہ نہ ڈھونڈھو۔

اسپر بھی اگر اتفاق اور آشتی ممکن نہو تو اس صورت میں قبل اسکے کہ خود مرد اور عورت کوئی فیصلہ کریں اس بات کا حکم دیا کہ قوم کو اس معاملہ میں مداخلت کرنی چاہئے کیونکہ اس قسم کے معاملات میں جو تمدن اور معاشرت انسانی کی

تعلق رکھتی ہیں ہر شخص مجموعۂ قومی کا ایک جزو ہی اور اُسکے افعال اور اعمال کا اثر تمام قوم پر پڑتا ہی اس لئے پبلک اور قوم کو اس میں مداخلت کا حکم دیا اور فرمایا۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا۔

اور اگر تمکو خوف ہو کہ آپس میں ناراضی ہو جائیگی تو ایک پنچ مرد کی گھرانے سے اور ایک عورت کی گھرانی سی مقرر کرو۔

یہ تدبیر بھی اگر کارگر نہوئی اور مرد نے قطعی ارادہ کر لیا کہ طلاق دیگا تو اس ناگزیر صورت میں اسلام نے طلاق کی اجازت دی لیکن اُسکے ساتھ کسقدر مختلف باتوں کا لحاظ رکھا۔

سب سے پہلا یہ کہ طلاق کا یہ طریقہ بتایا کہ تین مہینہ میں بتدریج طلاق دیگا یعنی ہر مہینہ میں ایک طلاق (اصطلاح میں اِس فاصلہ کو عدت کہتے ہیں) یہ فاصلہ اس غرض سے مقرر کیا کہ شاید اس اثنا میں سمجھ کر پھر اپنی رائے سے باز آجائے۔ اس کے ساتھ پھر فرمایا

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا (بقرہ۔ رکوع ۲۸)

اور اُنکے خاوندوں کو زیادہ حق ہی کہ واپس لے لیں اگر چاہیں صلح کرنی۔

پھر یہ قاعدہ مقرر کیا۔

وَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ

پھر اگر مرد نے طلاق دیدی تو اب وہ عورت اس کے لئے کبھی جائز نہوگی جبتک وہ دوسرا نکاح نہ کرے اور پھر شوہر ثانی بھی اُسکو طلاق نہ دیدے

اس قید کی لگانے سی یہ غرض ہی کہ مرد کو یہ خیال پیدا ہو کہ اگر میں نے طلاق دیدی اور آیندہ چلکر میری طبیعت اتفاقاً پھر اُسکی طرف مائل ہوئی تو پھر اب اُسکے ہاتھ آنیکی کوئی صورت نہ رہیگی بجز اسکے کہ وہ دوسرے کے تصرف میں آئے اور یہ ظاہر ہی کہ اس عار کو کون گوارا کریگا ع عقیق کندۂ نام دگر چہ کار آید۔

اسکے ساتھ یہ قرار دیا کہ طلاق دینا کوئی خانگی معاملہ نہیں ہے بلکہ اُسکی قوم کے سامنے ظاہر کرنا اور شہادت لوانا پڑیگا۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ۔

پھر جب وہ پہنچیں اپنی عدت کو تو یا رکھلو اُنکو معقول طریقہ پر یا چھوڑ دو معقول طریقہ پر اور گواہ مقرر کر لو اپنے معتبر آدمی اور ٹھیک گواہی دو خدا کے لئے۔

اس سے یہ غرض ہی کہ طلاق جب ایک پبلک معاملہ قرار پائیگا اور اسکے ثبوت کے لئے گواہ اور شاہد مقرر کرنے ہونگے تو غیر تمند آدمی مشکل سے طلاق پر آمادہ ہوگا۔ ان تمام باتوں کے ساتھ مرد نے طلاق دے ہی دی تو اس صورت میں

قواعد ذیل کی پابندی ضروری قرار دی۔

لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ (سورۂ طلاق) أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ

عدت کے زمانہ میں عورتوں کو اُنکے گھروں سے نہ نکالو انکو رہنے کا مکان دو جہاں تم خود رہتے ہو اپنی مقدور کے موافق اور اُنکو نقصان نہ پہنچاؤ دق کرنیکو اور اگر وہ حاملہ ہوں تو بچہ جننے تک اُن کا نان و نفقہ دو اور دودھ پلائیں تمہاری خاطر تو اُن کو اجرت دو اور آپس میں نیکی کے ساتھ معاملہ کرو اور مطلقہ عورتوں کو دستور کے موافق کھانا کپڑا ہے۔ یہ حق ہے پرہیزگاروں پر

اکثر لوگ یہ کرتے تھے کہ طلاق دیکر عورت کو محبوس کرتے تھے اور اُسکو نکاح ثانی نہیں کرنے دیتے تھے جس سے کبھی تو خواہ مخواہ عورت کو ستانا منظور ہوتا تھا کبھی یہ مقصد ہوتا تھا کہ اسکو دق کرکے مہر معاف کرالیں یا کوئی حصہ چھڑا لیں کبھی صرف اس خیال سے روکتے تھے کہ اپنی بیوی کا دوسرے کے نکاح میں آنا عار خیال کیا جاتا تھا۔ ان باتوں کی اسطرح اصلاح کی۔

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ (بقرہ)

اور انکو اس غرض سے روک نہ رکھو کہ اُنپر ظلم کرو اور جو شخص ایسا کریگا تو اپنے نفس پر ظلم کریگا۔

فَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ (بقرہ)

پھر جب تم عورتوں کو طلاق دو اور اُنکی عدت پوری ہوجائے تو اس بات سے اُنکو نہ روکو کہ وہ اپنے آیندہ شوہروں سے شادی کریں۔

اگر مطلقہ عورت کو حمل ہے تو بچہ جننے کے دو برس بعد تک مرد کو اُسکا کھانا کپڑا دینا پڑیگا۔

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (بقرہ)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں جو شخص یہ چاہے کہ پوری مدت تک دودھ پلوائے اور مرد پر انکا کھانا اور کپڑا ہے دستور کے موافق۔

اکثر یہ ہوتا تھا کہ نکاح کے وقت مہر بتعداد کثیر باندھتے تھے لیکن جب طلاق دیتے تھے تو مہر کا دینا گراں گذرتا تھا اس لئے مختلف تدبیروں سے عورت پر زور ڈالکر مہر کو گھٹاتے تھے اس کے لئے فرمایا۔

وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ

اگر تم چاہو ایک بیوی کو چھوڑکر دوسری بیوی کرنی اور دے چکے ایک کو (یعنی پہلی بیوی کو) خزانہ تو اب اُس سے کچھ واپس نہ لو کیا تم لینا چاہتے ہو ناحق اور صریح گناہ سے اور کیونکر لے سکتے ہو انکو

أَفْضَیٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ۔ ایک دوسرے تک پہنچ چکا یعنی زن و شوئی کے تعلقات وقوع میں آچکے۔
ان تمام احکام کا ماحصل یہ ہے کہ مرد نہایت سخت مجبوریوں سے اگر عورت کو طلاق دے تو تین مہینے کی مدت میں بتدریج
ایک طلاق دے۔ طلاق کے بعد عدت کا زمانہ جسکی تعداد تین مہینے ہے اُسکے مصارف کا بار شوہر کے ذمہ ہوگا۔
اس مدت میں عورت کو کافی موقع ملیگا کہ اپنے لئے نیا شوہر ڈھونڈھے اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل اور اُسکے بعد دو برس
تک اور بچے کے مصارف شوہر کے ذمہ رہینگے۔ اسکے علاوہ مہر جو مقرر ہوگا وہ اُس کا کُل ہاتھ آئیگا اور عورت کو
تنگدستی کے ہاتھوں تکلیف نہ اُٹھانی پڑیگی۔ کیا اس سے زیادہ کوئی حکیم کوئی مقنن عورتوں کے لئے عمدہ قانون بنا سکتا ہے
اور کیا اسلام کے سوا دنیا کے کسی اور مذہب میں اس رسم اور مراعات کی نظیر مل سکتی ہے۔ صفحہ ۱۶۰

یہ پوری تقریر مولوی شبلی صاحب کی ہے اس کے ساتھ مذہب شیعہ کی ان قیود کو بھی بڑھا لیجئے کہ طلاق بغیر شاہد عادل
صحیح نہیں ہے۔ لفظ طلاق تلفظ ہونا چاہئے کہ میں نے طلاق دیا یا انت طالق۔ خود طلاق دینے والا لکھے انت طالق۔
کتابت کافی نہیں ہے وغیرہ۔ اسقدر شرائط ہیں کہ طلاق کا واقع ہونا مشکلات سے ہے۔

طلاق کے ان احکام و مصالح پر غور فرمائیے پھر دیکھیے کہ عمر صاحب نے اس شریعت کو کس طرح بدلا ہے کہ ایک ہی وقت میں
ایک ہی جلسہ میں اگر کہہ دیا کہ تجھے تین طلاق ہے تو وہ تین طلاق ہو گیا اور اب بغیر اسکے کہ دوسرا مرد اس سے نکاح کرکے
مجامعت کرے وہ اپنے پہلے شوہر پر کسی طرح حلال نہیں ہو سکتی۔

اگر ہم ان تقریرات کو یہاں بیان کریں کہ حضرت عمر کی بدولت اس حکم سے کیا کیا خرابیاں پڑیں تو طول ہوگا مگر اسقدر تو
یقینی ہے کہ اس حکم کی بدولت لاکھوں زنا ہوئے ہونگے کیونکہ جتنی عورتوں کو اسطرح طلاق دیا گیا وہ سب اپنے سابق
شوہر کی زوجیت میں داخل تھیں جن سے دوسرے کو نکاح کرنا جائز نہ تھا تو اب جتنے نکاح ہوئے وہ سب ناجائز ہوئے
اور زنا ہوا۔ کہاں خدا و رسول کا وہ اہتمام تھا کہ زناکاری بند ہو اور تمام خلق اللہ میں نکاح کی سہولت ہو اور
طلاق جہاں تک ہو سکے کم ہو۔ عمر صاحب نے اسکو اسطرح بدلا کہ اول نکاح میں وہ رکاوٹیں پیدا کیں کہ ثیبہ ہو
یا باکرہ بلا اجازت ولی نکاح نہ ہو سکے۔ شہود کی قید بڑھائی۔ کفاءت کو داخل کیا عربی غیر عربی۔ لونڈی کے
نکاح کو منع کیا جس سے نکاح کی صورت کم ہو اور زناکاری بڑھے۔

دوسری طرف متعہ کو روکا جو خدا و رسول نے جائز کیا تھا کہ زناکاری کا انسداد ہو جسپر حضرت ابن عباس اور
جناب امیر ہمیشہ فرماتے رہے کہ اگر عمر متعہ کو منع نہ کئے ہوتے تو جو انتہا درجہ کا شقی ہوتا وہی زنا کرتا۔

[1] اس موقع پر یہ بتادینا بھی ضرور ہے کہ یہ تمام احکام وہ تھے جو قرآن مجید اور احادیث کی رو سے ثابت ہیں ۱۶۱۔

تیسری طرف طلاق کے حکم کو بدلا کہ جو شخص ایک دفعہ ایک صحبت میں تین طلاق دیدے تو وہ ہمیشہ کے لئے اُسپر حرام ہو گئی جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے حالانکہ یہ بھی زناکاری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تمامی علمائے اہلسنت نے عمر صاحب کے اس حکم کو مخالف کتاب و سنت قرار دیا۔ علامہ ابن القیم اغاثۃ اللہفان میں فرماتے ہیں جسکا خلاصہ ترجمہ یہ ہے۔ کہ ان سب امور کا باعث یہ ہے کہ معصیت خدا و رسول اور اطاعت شیطان کو اختیار کیا طلاق میں خلاف اُس طریقہ کے حالانکہ خداوند عالم خود دشمن رکھتا ہے طلاق کو جیسا کہ روایت ابو داود میں ہے ابغض الحلال الی اللہ الطلاق یعنی حلال چیزوں میں طلاق سب سے زیادہ ایسی چیز ہے کہ جسکو خدا دشمن رکھتا ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کیا ہو گیا ہے لوگوں کو کہ کھیل کرتے ہیں حدود خدا کے ساتھ کہ کہتے ہیں طلاق دیا پھر رجوع کیا پھر طلاق دیا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ شیطان اپنا عرش قائم کرتا ہے پانی پر۔ پھر اپنے لشکر کو تمام دوڑاتا ہے تو جسکا فتنہ سب سے زیادہ تیز ہوتا ہے اُسی کا درجہ اُسکے یہاں قریب ہوتا ہے۔ جب ایک شیطان آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کام کیا تو ابلیس کہتا ہے کہ یہ کوئی بات نہیں ہے جب وہ شیطان آکر کہتا ہے کہ میں نے اُسکے اہل و عیال میں تفرقہ ڈالدیا تو ابلیس اُسکو اپنے قریب جگہ دیتا ہے۔ تو شیطان ہی اسکا باعث ہوتا ہے کہ زن و شوہر میں نااتفاقی ہو اور طلاق واقع ہو حالانکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ طلاق دینے والا اس کے بعد نادم ہوتا ہے اور اپنی زوجہ کی مفارقت پر صبر نہیں کر سکتا اور نہیں معاودت کر سکتا اُسکا یا کہ صبر کرے اُسپر جبتک پھر نکاح نہیں کر لیتا اُسکے ساتھ وہی زندگی بھر رہے یا اُس وقت مفارقت کرے کہ اپنی حاجت پوری کرے لہذا ضرور ہے کہ وہ اُس زوجہ کی فکر کرے جسکے لئے ضرورت پڑتی ہے تحلیل کی کہ دوسرا شخص اُس سے نکاح کر کے پہلے شوہر پر حلال کرے۔ اس تحلیل کے لئے انہوں نے دس حیلے مقرر کئے ہیں۔

پہلا حیلہ تو یہ ہے جس سے طلاق ہی نہ ہو سکے حالانکہ طلاق جائز و مباح ہے۔ اسکی صورت یہ ہے کہ کہتے ہیں جب تم طلاق دو یا ہمارا طلاق واقع ہو تو اُس کے قبل سے تین طلاق تجھپر ہے۔ اس طرح کبھی طلاق ہو نہیں سکتا اس سے صورت مثل طوق کی ہو جاتی ہے مرد کی گردن میں کہ کبھی طلاق نہ ہو سکے۔ دوسرا حیلہ یہ ہے کہ نکاح کو فاسد قرار دیتے ہیں جس سے طلاق نہ ہو سکے۔ اسکی کئی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ولی میں عدالت میں شرط لگائیں تو جب ولی میں عدالت نہ پائی گئی نکاح فاسد ہوا پھر طلاق نہیں ہو سکتا اور قوادح عدالت بیشمار ہیں ممکن نہیں کہ کسی کی تفتیش کیجاوے اور اُس میں قادح عدالت نہ پایا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شہود کو فاسق ٹھہرا دیا اس طرح کہ فرش حریر پر بٹھلا دیا یا حریر کے تکیہ پر جس سے کوئی گھر خالی نہیں رہتا خصوصًا بوقت عقد۔

کس قدر تعجب ہے کہ پہلے تو نکاح صحیح تھا جس سے وطی اُسکی درست تھی اور اولاد حلال زادی سمجھی جاتی اور جب طلاق دیا گیا تو نکاح فاسد کر دیا گیا کہ طلاق نہ ہو سکے۔

تیسرا حیلہ مخالفت کا یہ ہے کہ محلوف علیہ اسکی وجہ سے دوسرا نکاح اس سے کرے تاکہ طلاق نہ واقع ہو۔
چوتھا حیلہ یہ ہے کہ تحلیل کے لئے ایک کمسن غلام خرید لیا جو بالغ نہو اُس کو حکم دیں کہ حشفہ داخل کرے اُسکے بعد اُس غلام کو ہبہ کر دیں جس سے وہ غلام اُس پر حرام ہو جائے اور عدہ دیکھ کر وہ زوجہ اپنے پہلے شوہر پر حلال ہو جائے۔
پانچواں حیلہ ان سب کے بعد یہ ہے کہ ایک سانڈ ٹھہرا کر ایسے پر لیں جو اُسپر بچاند پڑے اور وہ زوجہ اپنے شوہر پر حلال ہو جائے۔
پانچ حیلے تو یہ ہیں جب اس سے کام نہ چلا تو دوسرا پانچ حیلہ یہ نکالا چھٹا حیلہ یہ کہ ایک مرد کو اس کام کے لئے مقرر کیا کہ وہ اُس عورت کو ڈنا کر یا بچھا کر پیر کے انگوٹھے کو اُسکی ... میں داخل کرائیں معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اسکو سہل سمجھا کہ پیر کے انگوٹھے سے وطی کرائیں بہ نسبت اسکے کہ عضو مخصوص سے وطی کیجائے ساتواں حیلہ یہ ہے کہ اگر وہ عورت حاملہ ہے اور لڑکا اُسکے پیدا ہو تو چونکہ اُسکے بھی ذکر ہے جو فرج سے مس ہوتا ہوا نکلا ہے لہذا اُسی کو محلل قرار دیا (مطلب یہ کہ لڑکے نے اپنی ماں کو شوہر پر تحلیل کیا) آٹھواں حیلہ یہ ہے کہ اُس مقام خاص پر تیل گرا دیں جسکا مطلب یہ ہے کہ جسطرح جماع کرنے سے مرد کا نطفہ اُس میں داخل ہوتا ہے اُسی طرح تیل اُسمیں ڈالدیا گیا۔ نواں حیلہ یہ ہے کہ عورت کو یا مرد کو سفر کا حکم دیں بس یہی سفر کافی ہے تحلیل کے لئے کہ ممکن ہے زوجہ دوسرا نکاح کر لیا ہو دسواں حیلہ یہ ہے کہ دونوں کو عرفات پر چلے جائیں اسکے بعد کسی محلل کی ضرورت نہیں صفحہ ۵۳ اغاثۃ اللہفان
یہ سب نتیجہ ہے حضرت عمر کی تبدیل حکم طلاق کا کہ شریعت رسول کو بدل کر اُنہوں نے اپنی شریعت رائج کی تو یہ نتیجہ ملا کہ کہیں سانڈ کرایہ پر بلایا جاتا ہے کہیں تیل ملایا جاتا ہے جس سے اور حرمت کو ترقی ہوئی۔

علامہ ابن القیم اسکے بعد لکھتے ہیں کہ جو شخص تقویٰ کرے طلاق میں اور موافق حکم خدا و رسول طلاق دے تو وہ ان سب مصیبتوں سے محفوظ ہے کیونکہ خداوند عالم اس آیۂ طلاق میں فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا کہ جو خدا سے خوف کرتا ہے اُسکے لئے خدا ایک مخرج (نکلنے کی جگہ) بناتا ہے پس اگر یہ طلاق دینے والے ہیں حکم خدا و رسول کی متابعت کرتے تو اجبار۔ اغلال۔ مکر۔ حیلہ۔ سب سے محفوظ رہتے۔ صفحہ ۵۳۔

دوسری خرابی یہ ہوئی کہ محض عمر صاحب کے اس اجتہاد کے لئے قرآن میں صریح تحریف کیگئی یعنی آیۂ یا ایہا الذین اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن بنایا گیا حالانکہ اصل میں فطلقوھن فی قبل عدتھن تھا اغاثۃ اللہفان میں ہے ان اللہ عز وجل قال یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن فی

قبل عدتھن وھذا حدیث صحیح ص۱۶۵ کہ حضرت ابن عباس نے کہا کہ خدا نے آیۂ یاایھاالنبی کو اس طرح نازل کیا فطلقوھن فی قبل عدتھن۔

آخر میں ابن القیم فرماتے ہیں فقد دار الامر بین القدح فی عمر والصحابہ معہ وبین رد تلک الاحادیث اما بالضعف واما بالنسخ ھا وخفی علینا الناسخ واما بتاویلھا وحملھا علی محل یصح ص۱۶۹ پس امر دائر ہوا اس میں کہ قدح کریں عمر میں اور ان صحابہ میں جو ان کے ساتھ تھے اور اس میں کہ ان احادیث کو رد کریں خواہ ضعف بتا کر یا منسوخ بتا کر یا ایسی تاویل کریں کہ محل صحیح سب کا نکل آئے۔

پھر لکھتے ہیں طائفة اعتذرت عن ھذہ الاحادیث لاجل عمر و من وافقہ وطائفة اعتذرت عن عمر ولم ترد الاحادیث یعنی یہاں دو قسم کے علماء ہیں ایک تو وہ جنہوں نے عمر کی خاطر ان حدیثوں سے معذرت کی (کہ غیر صحیح جانا) اور ایک طائفہ نے عمر کی طرف سے معذرت کی اور حدیثوں کا رد نہیں کیا۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ اہلسنت میں بہت سے علماء نے تو عمر کی خاطر سے حدیثوں کے قبول سے انکار کیا اور بہتوں نے حدیث کو مانا اور عمر کو بھی بچایا۔

آخر میں لکھتے ہیں فان قیل کان اسھل من ذلک ان یمنع الناس ایقاع الثلث ویحرمہ علیہم ویعاقب بالضرب والتادیب من فعلہ لئلا یقع المحذور والذی یترتب علیہ قیل نعم لعمر اللہ کان یمکنہ ذلک ولذلک ندم علیہ فی اخر ایامہ وود انہ کان فعلہ قال الحافظ ابوبکر الاسمٰعیلی فی مسند عمر اخبرنا ابویعلی حدثنا صالح بن مالک حدثنا خالد بن یزید ابن ابی مالک عن ابیہ قال قال عمر بن الخطاب ماندمت علی شیء ندامتی علی ثلاث ان لا اکون حرمت الطلاق وعلی ان لا اکون انکحت الموالی وعلی ان لا اکون قتلت النوائح ص۱۶۹ اگر کوئی یہ کہے کہ اس سے آسان تو یہی تھا کہ عمر تین طلاق دینے ہی کو روک دیتے کہ کوئی ایک دفعہ تین طلاق نہ دے اسکی سزا کرتے اسپر تادیب کرتے کہ یہ سب خرابی نہ ہوتی۔

تو اسکا جواب یہ ہے کہ قسم بخدا ممکن تھا کہ عمر ایسا کرتے اسی وجہ سے آخر میں اس پر نادم ہوئے کہ کاش ہم ایسا نہ کئے ہوتے چنانچہ حافظ ابوبکر اسماعیلی روایت کرتے ہیں کہ عمر کہا کرتے جس قدر ہمکو ان تین باتوں پر ندامت ہوئی کبھی کسی امر پر ندامت نہ ہوئی ایک یہ کہ طلاق کو حرام نہ کرتے دوسرے یہ کہ موالی سے نکاح نہ کرلتے تیسرے یہ کہ نوائح کو قتل نہ کر ڈالتے (جو عورتیں مردوں پر نوحہ کرتی تھیں)۔

آخر میں لکھتے ہیں فلو انہ انما کان ادتعتہ الاعتقادہ جواز ذلک ولذلک قال ان الناس قد

استعجلوا فی شیٔ کانت لہم فیہ اناۃ فلو امضینا علیہم ھذا کالصریح فی انہ غیر حرام عندہ و انما امضاہ لان المطلق کانت لہ فسحۃ من اللہ تعالیٰ فی التفریق فرغب عما فسح اللہ الی الشدۃ والتغلیظ فامضاہ عمر علیہ فلما تبین لہ بالاٰخر ما فیہ من الشر والفساد ندم علیٰ ان لا یکون حرم علیہم ایقاع الثلث و منعہم عنہ ص ۱۹۲ یعنی اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے جو ایسا حکم دیا تو وہ اسکا اعتقاد رکھتے تھے یہ جائز تھا اس لئے کہ لوگوں نے اس بات میں تعجیل کیا جس میں انکو آسانی تھی تو کاش ہم جاری کردیتے یہ صریح ہے اس میں کہ انکے نزدیک بھی حرام نہ تھا مگر اس وجہ سے امضا کیا کہ طلاق دینے والے کو ایک طرح کی آسانی تھی منجانب اللہ تفریق میں جس سے اُن لوگوں نے شدت و تغلیظ کی طرف رغبت کیا تو عمر نے اسکو امضا کر دیا جب آخر میں اُسکا فساد اور شر اُن کو معلوم ہوا تو اُسپر ندامت ظاہر کرنے لگے کہ کیوں ہمنے حرام کیا ایقاع ثلاث کو اور اس سے منع کیا۔

ہمارے غرض چونکہ یہاں اصلا اس بحث کے متعلق نہیں ہے کہ عمر نے کیوں ایسا حکم نافذ کیا جو خلاف حکم خدا و رسول تھا لہذا بخلال اختصار اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ اس تحریر سے معلوم ہوا کہ عمر صاحب نے کوئی دقیقہ حق تلفی عورات کا اُٹھا نہ رکھا جسقدر اُنکے اختیار میں تھا سب کو صرف کر ڈالا بلکہ اُس سے زیادہ تو اگر جناب سیدہ مطالبہ فدک میں اسطرح ثبات قدم نہ فرماتیں تو پھر قیامت تک یہ شریعت قائم نہوتی اور کوئی عورت اپنے حق کو نہ پہنچتی نہ اُنکو میراث ملتی نہ نکاح و طلاق کی آزادی نہ معاملات کی آزادی جسپر اسلام کو ناز ہے کہ تمامی ادیان سے بڑھکر ہمنے عورتوں کی حق رسی کی۔

یہ سچ ہے کہ جناب سیدہ ہر طرح اپنے حق سے محروم رہیں اور کسی طرح باغ فدک یا اور متروکات رسول سے اُن کو حصہ نہیں ملا مگر شریعت رسول قائم ہوگئی جسکے واسطے حضرت نے یہ مطالبہ کیا تھا اور اسی ثبات کی قدم سے احقاق حق فرماتی رہیں کہ مرتے دم تک اُنپر لعنت کی اور وصیت کی کہ شریک جنازہ یہ لوگ نہ ہوں۔

کیونکہ یہ برکت جناب سیدہ ہی کی ہے جس سے اجماع کی ترکیب جو شریعت رسول میں نئی قائم کیگئی تھی وہ ہمیشہ مختل رہی۔ جو لوگ بطمع دنیا اُن کو شریک حال بھی ہوئے اُنہوں نے بھی سمجھ لیا کہ یہ خلاف حق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن القیم سے طرفداروں نے اس مسئلہ کا اسطرح صاف کیا اور ہزاروں علماء پہلے بھی ہوئے اور اب بھی جو کہ اہلسنت سے ہیں کیونکہ مذہب جمہور قرار پا گیا ہے مگر خلفا کی ان اعمال و افعال کو خلاف شریعت سمجھتے ہیں۔ آخر میں ہم آپکو ایک ایسا واقعہ دکھاتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ سنت صحابہ نے کسطرح شریعت رسول کو بدل دیا۔

منصور دوانیقی خلیفہ دوم بنی عباس محمد بن عبیداللہ بن حسن کو خط ۱۴۵ھ میں اما قولکم انکم بنو رسول اللہ فان اللہ تعالیٰ یقول فی کتابہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکنکم بنو بنتہ وانہا لقرابۃ قریبۃ ولکنہا لا یجوز لہا المیراث ولا ترث الولایۃ ولا یجوز لہا الامامۃ فکیف تورث بہا ولقد طلبہا ابوک بکل وجہ یخرج فاطمہ نہارا ویمرضہا سرا ودفنہا لیلا فابی الناس الا الشیخین عنہ ج ۵ تاریخ کامل۔ یعنی جو تم کہتے ہو کہ تم فرزند رسول ہو تو خدا کتاب اللہ میں کہتا ہے کہ محمد تم لوگوں میں سے کسی مرد کے باپ نہ تھے لیکن تم انکی بیٹی کی اولاد میں ہو جو اگرچہ قرابت قریبہ ہے مگر انکو میراث نہیں جائز ہے نہ وارث ولایت ہوتی ہے نہ اسکی امامت جائز ہے پھر تم اسکے ذریعہ سے کیونکر وارث ہو سکتے ہو تمہارے باپ نے (جناب امیر کی طرف اشارہ ہے) ہر ذریعہ سے اسکا مطالبہ کیا کہ دن کو حضرت فاطمہ کو باہر نکالتے اور پوشیدہ طور پر انکی تیمارداری کرتے اور رات کو دفن کیا مگر کسی نے ان کو نہ مانا بجز شیخین کے دیکھئے انکی اسلام کو قایم ہوئے ایک سو پینتالیس برس ہو چکے ہیں تمام احکام اسلام جاری ہیں مگر خلیفہ مسلمین ہی جو میراث دختر سے انکار کر رہا ہے کہ نہ لڑکی کو میراث ملتی ہے نہ وہ وارث ہوتی ہے یہ سب نتیجہ ہے اسی تعلیم خلفا کا جس سے منصور حکم خدا اور رسول سے منکر ہے۔

تو اب آپ ہی بتائے کہ یہ شریعت کسکی بدولت قائم رہی۔ صرف جناب سیدہ کے مطالبہ فدک سے جس سے گو وہ معصومہ مظلوم اور اسکی اولاد محروم ہی رہی مگر تمام عالم کو معلوم ہو گیا حکم خدا اور رسول کیا ہے شریعت اسلام نے کیا حدود قائم کی ہیں ورنہ اگر جناب سیدہ اس وقت سکوت فرماتیں تو پھر کسی کو اسلامی احکام نہ معلوم ہوتے اسیطرح سائر ادیان میں عورتوں کی حقوق پامال ہوئی ہیں اسلام میں بھی انکو مساوی ہو جاتا۔

ہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اکثر واقعات اسکی ایسے ہیں جو بعد وفات جناب سیدہ ہوئے پھر انکا علم جناب سیدہ کو کیونکر ہوا جو یہ کہا جائے کہ حضرت نے بغرض احقاق و اتمام حجت اسطرح مطالبہ کیا جس سے آپ پر معاذ اللہ نفسانیت کا الزام آسکتا ہے حالانکہ ان حضرات کو دنیا سے کوئی غرض نہ تھی۔

مگر یہ سب اعتراض جہالت پر مبنی ہے کیونکہ جب یہ مسلم ہے کہ وہ حضرت کوئی کام دنیاوی غرض سے نہیں کرتے تو اسکو بھی سمجھنا چاہئے کہ ہرگز بغرض دنیا مطالبہ نہ تھا بلکہ اسی غرض سے کہ شریعت رسول محو نہ ہو جائے کیونکہ وہ ان علوم کے جو خاص خدا و خدا عالم نے ان حضرت کو عنایت فرمایا تھا یہ باتیں معلوم تھیں۔ جو واقعات ثابتہ رسالت ایسی تھی جن سے معمولی سمجھ کا انسان بھی خیال کر سکتا ہے کہ خدا و رسول کیا تعلیم دیتے ہیں

تو صحابہ کس راہ پر چل رہے ہیں کیونکہ عمر نے جو بروایت بخاری فرمایا تھا انا کنا فی الجاھلیۃ ما نعد للنساء امراً حتی انزل اللہ فیھن ما انزل وقسم لھن ما قسم۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ عمر کہتے تھے کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت سے عورتوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے یہانتک کہ جو چاہا خدا نے اُنکے بارے میں نازل کیا اور جو کچھ چاہا اُنکا حصہ مقرر کیا۔ یہ واقعہ ایک سال قبل رحلت رسول کا ہے جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم کو بائیس ۲۲ برس ہو چکے تھے مگر عمر صاحب کی خیال جاہلیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ تو کیا ممکن تھا جناب سیدہ اس مقولہ سے اُن کی لاعلم ہوں اور وہ نہ جانتی ہوں کہ بعد حصول اختیار یہ کیا کرینگے جسکا فوری تجربہ بھی حضرت کو ہو گیا کہ ابھی انتقال رسول کو دو چار روز بھی غالباً نہیں ہوئے تھے کہ فدک کی ضبطی جاری ہوئی جسپر بحیثیت ہبہ بھی دعویٰ تھا اور بحیثیت میراث بھی کہ ہم رسول اللہ کے وارث ہیں۔

پھر کون کہہ سکتا ہے کہ آپکے سکوت سے یہ نتیجہ نہ نکلتا کہ شریعت اسلام میں عورتوں کی حق تلفی ہو۔ اسکے علاوہ اور بہت سے واقعات خود عہد رسول اللہ میں پیش آچکے تھے جس سے اسکا پتہ چل رہا تھا کہ اِن صحابہ کا کیا مقصد ہے کیونکہ جو شخص ذکی الحس ہوتا ہے وہ تو ذرا سی بات سمجھ جاتا ہے کہ کیا ہونیوالا ہے اور یہاں تو علاوہ بریں کہ حضرت کی خلقت ہی اُسی نور محمدی سے ہوئی تھی جس سے کل واقعات عالم پیش نظر تھے۔ رسول اللہ ہر بات بتا رہے تھے اور خبر دیے رہے تھے پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب سیدہ کو ان واقعات کا علم نہوتا۔ اور اُسکا انسداد بجز اسکے کیونکر ممکن تھا کہ اسطرح اظہار حق فرمائیں۔

اب آگے میں چند واقعات ایسے دکھاؤں جس سے معلوم ہو کہ قرابت رسول اور اُسکا اثر کیونکر مٹایا جاتا تھا جسپر اسکی ضرورت داعی ہوئی کہ اسطرح اظہار حق کیا جائے۔ صواعق محرقہ میں ہے وصح ان العباس شکا الی رسول اللہ ما یلقون من قریش من تعبیسھم فی وجوھھم وقطعھم حدیثھم عند لقائھم فغضب غضبا شدیدا حتی احمر وجھہ وعرق بین عینیہ وقال والذی نفسی بیدہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم للہ ولرسولہ وفی روایۃ صحیحۃ ایضا ما بال اقوام یتحدثون فاذا راوا الرجل من اھل بیتی قطعوا حدیثھم واللہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبھم للہ ولقرابتھم منی وفی اخریٰ والذی نفسی بیدہ لا یدخلون الجنۃ حتی یؤمنوا ولا یؤمنوا حتی یحبوکم للہ ولقرابتی وفی اخریٰ ولا یؤمن احدکم حتی یحبکم للہ بحبی اترجون ان تدخلوا الجنۃ بشفاعتی ولا یرجوھا بنو عبد المطلب فلہ طرق اخریٰ کثیرۃ وقدمت بنت ابی لھب المدینۃ

فهاجوه فقيل لها لا تغني عنك هجرتك انت بنت حطب النار فذكرت ذلك للنبي فاشتد غضبه ثم قال على منبره ما بال اقوام يوذونني في نفسي وذوي رحمي الا ومن اذى نسبي وذوي رحمي فقد اذاني ومن اذاني فقد اذى الله وخرج عمرو الاسلمي وكان من اصحاب الحديبية مع علي رضي الله عنه الى اليمن فراى منه جفوة فلما قدم المدينة اذاع شكايته فقال له النبي والله لقد اذيتني فقال اعوذ بالله ان اوذيك يا رسول الله فقال بلى من اذى عليا فقد اذاني اخرجه احمد وابن عبد البر من احب عليا فقد احبني ومن بغض عليا فقد ابغضني ومن اذى عليا فقد اذاني ومن اذاني فقد اذى الله وكذلك وقع لبريدة انه كان مع علي في اليمن فقدم مغاضبا عليه واراد شكايته لجارية اخذها من الخمس فقيل له اخبره ليسقط علي من عينيه و رسول الله يسمع من وراء الباب فخرج مغضبا فقال ما بال اقوام ينقصون عليا من ابغض عليا فقد ابغضني ومن فارق عليا فارقني ان عليا مني وانا منه خلق من طينتي وانا خلقت من طينة ابراهيم وانا افضل من ابراهيم ذرية بعضها من بعض والله سميع عليم يا بريدة اما علمت ان لعلي اكثر من الجارية واخرج ابو الشيخ والديلمي من لم يعرف حق عترتي والانصار والعرب فهو لاحدى ثلث اما منافق واما ولد زانية واما امرء حملت به امه في غير طهر ص ۱۰۳ حديث صحيح میں ہے کہ عباس نے شکایت کی رسول اللہ صلعم سے کہ ہم جب جمع قریش میں جاتے ہیں تو وہ لوگ ترشروئی کرتے ہیں اور اپنی بات چیت کو جو کرتے ہیں ہمکو دیکھکر قطع کر دیتے ہیں اور خاموش ہو جاتے ہیں۔ حضرت اس سے نہایت درجہ غضبناک ہوئے کہ چہرہ سرخ ہو گیا اور پیشانی پر عرق آ گیا۔ بالائے منبر جا کر فرمایا قسم خدا کی تم لوگوں کے دل میں ایمان ہرگز نہ داخل ہوگا جب تک خدا و رسول کے لئے محبت اہلبیت نہ پیدا کرو۔ دوسری حدیث میں فرمایا کیا ہوا ہے اُن قوموں کو جو بات چیت کرتے ہیں اور جب کسی کو ہمارے اہلبیت میں سے دیکھتے ہیں تو بات کو کاٹ دیتے ہیں۔ جبتک ہمارے اہلبیت سے لللہ وللرسول کوئی محبت نہ کریگا وہ مومن نہوگا۔ تیسری حدیث کہ تم لوگ داخل جنت نہو گے جبتک ایمان نہ لاؤ اور ایمان نہوگا جب تک کہ اہلبیت کی محبت نہ کرو بغرض خوشی خدا و بخیال میری قرابت کی۔ چوتھی روایت یہ ہے کہ جب تک تم لوگ اُنکو دوست نہ رکھوگے مومن نہوگے کیا تم امید کرتے ہو کہ داخل جنت ہو میری شفاعت سے تم لوگ اور خاندان عبد المطلب کو یہ امید نہو اور بہت سے

طریقوں سے یہ حدیث مذکور ہے۔ ابولہب کی بیٹی ہجرت کر کے مدینہ آئی تو صحابہ نے کہا اس ہجرت سے کوئی نفع نہیں ہو سکتا کیونکہ تو آتش دوزخ کی بیٹی ہے۔ اُسنے رسول اللہ سے آکر عرض کیا تو حضرت نہایت درجہ غضبناک ہوئے اور بالائے منبر جا کر فرمایا کہ کیا ہوا ہے لوگوں کو جو ایذا دیتے ہیں ہمارے اہل نسب اور قرابت مندوں کو کہ یہ سبب ہے میری ایذا کا اور میری ایذا خدا کی ایذا ہے۔ اِسی طرح عمرو اسلمی جو اصحاب حدیبیہ سے تھا جناب امیر کے ساتھ یمن گیا اور کسی بات میں جناب امیر سے ناراض ہوا جب مدینہ آیا تو جناب امیر کی شکایت شروع کی اور اُسکو مشہور کیا جس کو حضرت رسول نے بھی سُنا تو فرمایا واللہ تو نے مجھے ایذا دی۔ اُسنے کہا پناہ بخدا کہ میں آپکو ایذا دوں حضرت نے فرمایا جس نے علی کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور اسی طرح بریدہ سے واقع ہوا کہ وہ علی کے ساتھ یمن میں تھا وہاں سے رنجیدہ ہو کر حضرت کے پاس آیا اور چاہا کہ اسکی شکایت کریں کہ علی نے مال خمس سے ایک لونڈی لی ہے کسی نے بریدہ سے کہا کہ رسول اللہ سے اس حال کو بیان کرو کہ علی اُنکی نظروں سے گر جائیں۔ یہ کلام حضرت رسول پس پردہ سے سُن رہے تھے غضبناک ہو کر فرمایا کیا ہوا ہے ان لوگوں کو کہ عداوت رکھتے ہیں علی سے جو عداوت رکھے علی سے اُسنے مجھ سے بغض کیا اور جو جُدا ہوا علی سے وہ مجھ سے جُدا ہوا علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے کہ اُنکی خلقت میری طینت سے ہوئی اور میں طینت ابراہیم سے پیدا ہوا اور میں اُن سے افضل ہوں۔ اور ابوالشیخ دیلمی نے روایت کی ہے کہ جس نے حق میری عترت کا اور انصار کا نہ پہچانا وہ یا منافق ہے یا حرامزادہ یا ماں اُس کی حیض میں اُس سے حاملہ ہوئی صفحہ ۱۰۳

یہ روایتیں آپ کو صاف بتا رہی ہیں کہ صحابہ عموماً دشمن جناب امیر بلکہ کل خاندان رسالت تھے۔ اُنکو دیکھکر تیوری چڑھا لیتے اپنی گفتگو بند کر دیتے۔ اُنکی شکایتیں کرتے۔ اسکی فکر بھی کرتے کہ حضرت علی نظروں سے رسول اللہ کی گر جائیں۔ اس لیے رسول اللہ نے یہ حدیثیں فرمائیں کہ کسی طرح وہ لوگ ایمان لائیں۔ صحابہ میں با خود یا کہاں عداوت تھی جو اِس کی ضرورت ہوتی کہ آپ سفارش فرماتے۔ اِن حدیثوں سے آپکو اسکا بھی پتہ مل گیا ہوگا کہ وہ کس قسم کی گفتگو کیا کرتے تھے جنمیں حضرت عباس کے آجانے کو وہ مخل سمجھتے بجز خلافت کون امر تھا۔

اسی صواعق محرقہ سے آپکو معلوم ہوگا کہ اس قسم کے خیالات زیادہ تر خلیفہ دوم ہی کے تھے جو قرابت رسول کو یعنی ہاشم ہونیکو غیر نافع سمجھتے جسپر رسول اللہ نے ممبر پر خطبہ فرمائے چنانچہ ابن حجر

لکھتے ہیں۔ وروی الطبرانی ان ام ھانی اخت علی بن ابیطالب بدا قرطاھا فقال عمر ان محمد الا یغنی
عنک من اللہ شیئا فجاءت الیہ فاخبرتہ فقال یزعمون ان شفاعتی لا ینال اھلبیتی وان
شفاعتی لینال صداء وحکما وروی البزار ان صفیۃ عمۃ رسول اللہ توفی لھا ابن فصاحت
فصبرھا النبی فخرجت ساکتۃ فقال لھا عمر این صراخک ان قرابتک من محمد لا یغنی عنک من
اللہ شیئا فبکت فسمعھا النبی وکان یکرمھا ویحبھا فاخبرتہ بما قال عمر فامر بلالا فنادی بالصلوٰۃ
فصعد المنبر ثم قال ما بال اقوام یزعمون ان قرابتی لا تنفع کل سبب ونسب ینقطع یوم
القیمۃ الا سببی ونسبی فانھا موصولۃ فی الدنیا والاخرۃ صفحہ ۱۳۸ یعنی ام ہانی خواہر جناب امیر
سے عمر نے کہا کہ محمد تم کو خدا سے کچھ نفع نہیں دلا سکتے۔ ام ہانی نے خدمت رسول اللہؐ میں عرض کیا تو حضرت نے
فرمایا لوگ گمان کرتے ہیں کہ میری شفاعت میرے اہلبیت کو نہیں پہنچیگی حالانکہ تحقیق میری شفاعت صداء
وحکما تک پہنچیگی (جو دو قبیلے ہیں یمن کے) اور بزار نے روایت کی ہے کہ صفیہ عمہ رسول اللہؐ کا ایک لڑکا مر گیا
اسپر صفیہ روئیں تو رسول اللہؐ نے اُنکو تسلی دی جس سے وہ خاموش ہو گئیں، رونا موقوف کیا جب مکان سے
باہر نکلیں تو عمر نے کہا وہ چیخنا چلانا تمہارا کیا ہوا تمہاری قرابت جو محمدؐ سے ہے وہ خدا کے نزدیک کوئی نفع نہیں
پہنچائیگی صفیہ روتی ہوئی خدمت رسول اللہؐ میں حاضر ہوئیں اور کلام عمر کو بیان کیا حضرت نے بلال کو
حکم دیا کہ نماز کے لئے ندا دیں۔ جب سب جمع ہوئے تو حضرت بالائے منبر تشریف لائے اور فرمایا کیا ہوا ہے
اس قوم کو جو گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت بے سود ہے حالانکہ ہر سبب ونسب منقطع ہوگا بروز قیامت
لیکن میرا سبب ونسب کہ دنیا وآخرت دونوں میں موصول ہے۔
اب تو آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ سب کرشمے حضرت عمر ہی کے تھے یا اُنکے ساتھیوں کے جو قرابتمندان رسول اللہ
پر طعنہ زن ہوتے اور اُسکو بے حقیقت سمجھتے تھے جس پر مکرر خطبہ حضرت نے فرمایا اور سمجھایا مگر نہ سمجھے۔
یہاں سے اسکا بھی پتہ ملا ہوگا کہ ان لوگوں کے دل میں حضرت سے کتنی عقیدت تھی کہ حضرت کو بلفظ محمد یاد
کرتے اور رسول کہنا بھی ناگوار تھا۔ اہلسنت غور کریں یہ تو اُنکی ایمانداری ودینداری کی نشانی
تھی مگر اسکا کیا جواب ہے کہ ان حضرات نے انسانی رحم وہمدردی کو بھی خاندان رسول کے لئے بالائے طاق
رکھدیا تھا۔ کہاں تو حضرت صفیہ اُس مصیبت میں مبتلا ہیں کہ بیٹا مر گیا ہے۔ رو رہی ہیں جسپر رسول اللہ
تسلی وتشفی کے کلمات فرماتے ہیں اُس حالت میں حضرت عمر یہ طعنہ دیتے ہیں کہ قرابتمندی رسول سے تمکو کوئی

فائدہ نہیں۔ نہ معلوم آخر انکے ذہن میں وہ کونسی چیز تھی جو مفید ہوتی۔ کیا کفر و نفاق و سلطنت ہی کو اُنہوں نے بخشائش کا ذریعہ سمجھا تھا مگر یہ تو جب ہوتا کہ قیامت پر ایمان لائے ہوتے۔ اُن کو تو دنیا کے سوا کسی اور چیز سے کب مطلب تھا جو خدا و رسول پر ایمان لاتے۔

اگر آپ تمام دنیا کی وحشتوں کو ایک جگہ جمع کریں جسمیں سے یزیدیوں کی وہ وحشت انگیز کارروائی بھی ہو کہ واقعہ حرا میں خاص مدینہ رسول اللہ میں یزیدیوں نے دودھ پیتے بچوں کی ٹانگیں پکڑ کر ماؤں کی گود سے کھینچیں اور دیواروں پر پٹک دیا جس سے مغز سر اُنکا پاش پاش ہوگیا۔ یا وہابیوں کی یہ کارروائی کہ دودھ پیتے بچوں کو ماؤں کی گود میں ذبح کیا تو بھی آپکو اس وحشت کے مقابلہ میں سرنگوں ہونا پڑیگا کیونکہ وہاں تو پھر بھی مخالفت تھی اور جوش انتقام جو جزن تھا بخلاف یہاں کے کہ ہر طرح عقیدتمندی کا اظہار کیا جاتا ہے اور پھر اس معظمہ کا کوئی قصور بھی نہیں ہے بجز اسکے کہ اپنے بچہ کی مرنے پر رو رہی تھی مگر حضرت عمر بلا وجہ بلا سبب یہ کہہ دیتے ہیں کہ قرابت محمد سے تمکو کوئی نفع نہیں۔ اگر حضرت عمر کا یہی عقیدہ تھا اور راسی کو وہ اسلام سمجھتے تھے تو کیا اُسکے اظہار کا یہی وقت تھا۔ کیا صفیہ یہ بھی کہتی تھیں کہ اس قرابت سے ہمکو کوئی فائدہ ہوگا یا اسکا اظہار کیا تھا کہ باوصف قرابت رسول یہ مصیبت کیوں پڑی جسپر حضرت عمر کو یہ کہنا پڑا۔

اگرچہ بعد ان وقائع کے جو خود عہد رسول اللہ میں عمر صاحب نے قرابت رسول سے انکار کیا اور حضرت کو بار بار منبر پر جاکر انکی غلط فہمی اور غلط بیانی کی رد کرنی پڑی اس واقعہ کے بیان کی ضرورت نہ تھی جو حضرت اسما بنت عمیس کے ساتھ اُنھوں نے سلوک کیا کیونکہ یہاں قرابت بذریعہ سبب ہے مگر چونکہ مورخین و محدثین اہلسنت نے اس واقعہ کو نہایت اہمیت دی ہے اس لئے ہم بھی اسکو یہاں لکھتے ہیں۔ شیخ عبدالحق صاحب مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں صفحہ ۲۸۵ جلد ۲

اسما بنت عمیس زوجہ جعفر بن ابیطالب بر حفصہ زوج النبی صلے اللہ علیہ وسلم بقصد زیارت وے رفتہ اسما زنے در غایت کیاست و فراست و حسن و جمال و ہجرت کردہ بود بہ حبشہ ہمراہ زوج خود و قدوم آوردہ بخیبر ہمراہ وے پس ناگاہ در آمد عمر رضی اللہ عنہ بر حفصہ و حال آنکہ اسماء نزد او ست پس گفت عمر چوں دید اسماء را گفت کیست این زن کہ نشستہ است نزد تو گفت اسماء بنت عمیس است گفت عمر رضی اللہ عنہ زن حبشیہ این است زن بحریہ این است یعنی آنکہ از حبشہ از راہ دریا آمدہ اسماء در برابر عمر جواب گفتہ نعم ظاہر آں بود کہ حفصہ جواب میگفت کہ از وے پرسیدہ بود اما اسماء بسبب قوتے و استبدادے کہ داشت بہ جواب در آمد و گویا کہ نخست ہم سیدہ بودہ است کہ عمر یعنی صحابہ در باب ایشان چیزے میگویند پس گفت عمر سبقت کردیم شمارا بہجرت پس ما

سزاوار تریم برسول و قریب تریم برسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از شما پس در خشم آمد اسماء و گفت کلا یعنی حاشا بخدا سوگند بودید شما با رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ طعامی داد آنحضرت گرسنہ شما را و پند می داد جاہل شما را یعنی در امن و امان و ناز و نعمت دنیا وی و دینی بودید و بودیم ما در زمین دور و دشمنان دین بحبشہ و آن زمین ہمہ کافر بودند غیر از نجاشی و بودیم در شدت و محنت و اینہمہ از جہت خدا سوگند نمی خورم من طعامی را و نمی نوشم آب را تا آنکہ گویم و نقل کنم آنچہ گفتی تو نزد رسول خدا و گفت بودیم کہ ایذا کردہ میشدیم و ترسانیدہ میشدیم پس بگویم بحضرت و بپرسم او را از حقیقت حال و بخدا سوگند دروغ نگویم و میل نکنم بباطل و زیادہ نکنم بر آنچہ شنیدیم از تو پس ہنگامیکہ آمد آنحضرت در مجلس گفت اسماء پرسید از آنحضرت یا نبی اللہ عمر میگوید چنین و چنین فرمودہ آنحضرت پس چہ گفتی تو مر عمر را گفت گفتم چنین و چنین و گفت آنچہ گزشتہ بود میان عمر و وی کلام پس فرمود آنحضرت نیست عمر و یاران وی سزاوار تر نزد من از شما مر او را و اصحاب او را یک ہجرت ہست کہ از مکہ بمدینہ است و مر شما را اے اہل سفینہ دو ہجرت است یعنی یکی از مکہ بحبشہ و دیگر از حبشہ بمدینہ مطہرہ گفت اسماء بنت عمیس پس بتحقیق دیدم ابو موسیٰ و اصحاب سفینہ را کہ می آیند نزد من فوج فوج و فرقہ فرقہ می پرسند مرا ازیں حدیث و نبود از دنیا چیزے کہ ایشان بآں شادان تر و بزرگتر شوند در نفسہای خود از آنچہ گفت مر ایشان را پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و مدح کرد و اعلاء شان ایشان کردہ و بتحقیق دیدم ابو موسیٰ را کہ طلب اعادہ و تکرار میکرد ایں حدیث از من از جہت ذوق و خوشحالی کہ دست داد او را ازاں گفتہ است ابو موسیٰ قدم آوردیم ما بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بعد از انکہ فتح کرد خیبر را پس قسمت کرد ما را و قسمت نکرد مر ہیچ کس را کہ حاضر نشدہ بود فتح را۔ صفحہ ۳۰

کیا مسلمانوں کی جماعت میں جنکی تعداد اس وقت کروڑوں سے کہیں زیادہ ہو یا ستثناء شیعہ دو چار مسلمان بھی ایسے نکل سکتے ہیں جو اس حدیث رسول کی تصدیق کریں اور حضرت کو اس بیان میں صادق مانیں جس میں حضرت صاف صاف بیان فرماتے ہیں کہ ہرگز عمر اور اسکے ساتھی تم لوگوں سے بہتر اور احق تمہارے ساتھ نہیں ہیں؟ حاشا و کلا۔ ہم جہاں تک جانتے ہیں ایک متنفس بھی ان مدعیانِ اسلام میں ایسا نہ ہوگا جو رسول اللہ صلعم کی اس حدیث پر ایمان لائے اور حضرت کو اس قول میں صادق جانے کیونکہ مسلمانوں نے اپنا عقیدہ یہ قائم کیا ہے افضل البشر بعد نبینا ابوبکر و عمر۔ شرح عقائد نسفی صفحہ ۵

پھر بتائیے کہ یہ کس قسم کے مسلمان ہیں کہ رسول اللہ تو اپنے اہل قرابت کو بتصریح تمام ابوبکر و عمر سے افضل فرمائیں

اور حضرات اہلسنت برخلاف اُسکے یہ عقیدہ قائم کریں کہ شیخین افضل ہیں۔ آپ اس روایت کو بغور ملاحظہ فرمائیے
کہ اسماء بنت عمیس جو رسول اللہ کی بعثت کے دو تین برس کے بعد مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے ملک حبش میں
گئی ہیں جو نہ اپنا ملک ہے نہ اپنا وطن ہے نہ اپنی زبان ہے نہ اپنا دین ہے نہ اپنی قوم نہ قبیلہ اور رشتہ ہجری میں
واپس آئی ہیں ملاقات حضرت حفصہ کو گئی ہیں وہاں عمر صاحب کا تشریف لانا اور اس خطاب سے سوال کرنا کہ وہی
عورت حبشہ والی وہی عورت ہے دریا والی نہ سلام ہے نہ مزاج پرسی۔ نہ دلدہی۔ نہ انسانی سلوک بلکہ وحشیانہ
تقریر ہے کہ ہم تم سے افضل ہیں کیونکہ تم پر سبقت کرکے آئے۔ کیا آپ کسی مہذب شخص کی تقریر ایک ایسی غریب
مسافر سے جو اتنی عرصہ کے بعد آیا ہو بطور نظیر پیش کرسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کیا آپ نے کسی شخص کو سنا ہے کہ
اسطرح وہ اپنی فرضی فضیلت بیان کرے؟ اس مہذب زمانہ میں تو آپ کسی کمینہ سے کمینہ ترکی بھی تقریر نہ
سُنینگے جو اپنے منہ میاں مٹھو بنتا ہو۔ وہ بھی ایک غریب بیکس مجبور عورت کے مقابلہ میں۔ پھر یہ کونسی بڑی
شیخی اور بہادری تھی جسپر آپ اسقدر اتراتے تھے؟ مگر ہم کو اس سے زیادہ بحث نہیں کیونکہ رسول اللہ نے نہایت
صفائی سے عمر کی تکذیب اور حضرت اسماء کی تصدیق تمام عالم پر ظاہر کردی جس سے اُسی زمانہ میں یہ خبر اس
درجہ مشہور اور متواتر ہوگئی کہ ہزاروں صحابہ فوج در فوج گروہ در گروہ آئے اس حدیث کو سنتے اور خوش
ہوتے کہ رسول اللہ نے کس فصاحت سے عمر صاحب کے تکبر کو توڑا ہے اور اُنکے غرور کا سر نیچا کیا ہے۔
ہاں آپ جانتے ہیں۔ یہ اسماء بنت عمیس کون ہیں؟ حضرت جعفر طیار کی زوجہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عمر صاحب
اپنی فضیلت کو اُن کے مقابل ثابت کیا چاہتے تھے۔ کیونکہ آپ ملاحظہ کرچکے ہیں عمر صاحب کو جو عناد تھا اہلبیت
رسول سے نہ دیگر صحابہ سے۔ اسی وجہ سے یہاں چاہا کہ اپنی فضیلت کا اقرار کرالیں مگر یہ کب ممکن تھا کہ رسول اللہ
کسی ناجائز امر کا اقرار فرمائیں اسی وجہ سے حضرت نے اس تصریح سے عمر کی تکذیب کی کیونکہ اسماء بنت عمیس میں
دو فضیلتیں جمع تھیں ایک قرابت مندی رسول بسبب زوجیت حضرت جعفر طیار۔ دوسری فضیلت
ہجرت حبشہ کی کیونکہ ہم نے آج تک کسی حدیث یا تاریخ میں نہیں دیکھا ہے کہ عمر صاحب نے اپنی فضیلت کا کبھی
دعوے کیا ہو بجز اسکے کہ قرابت رسول کو ہمیشہ وہ نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور بظاہر یہی وجہ معلوم ہوتی
ہے اس قسم کی غیر مہذب اور کمینہ تقریر کی۔ ان حالات سے آپ اس نتیجہ پر ضرور پہنچ سکتے ہیں کہ عمر صاحب
کس قسم کی حقارت قرابت مندی رسول سے تمام مسلمانوں میں پھیلا رہے تھے کیونکہ حضرت عباس سے یہ
سخت کلامی کرچکے۔ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب سے وحشیانہ تقریر اُنکی آپ سُن چکے حضرت ام ہانی

خواہر جناب امیرؑ سے انکی بدزبانی آپ معلوم کر چکے۔ زوجۂ حضرت جعفر طیارؑ سے غیر مہذب تقریر ابھی آپ دیکھ چکے
اب وہ زمانہ آیا کہ رسول اللہؐ نے دنیا سے انتقال فرمایا ایک طرف عمر صاحب ہیں اور اُنکے ہمراہی صحابہ دوسری
طرف خاندان رسالت کی بقیۃ السیف جناب امیرؑ جناب سیدہؑ حضرت عباسؓ حضرت عقیلؓ اور چند
بچے یعنی حسنینؑ عبد اللہ بن عباس عبد اللہ بن جعفر وغیرہم جن میں کسی کا سن دس برس سے زیادہ نہیں بھیر
بتائیے عمر صاحب کا تشدد کس حد تک ہوگا۔ پہلا واقعہ آپکو خانہ سوزی جناب سیدہؑ کا ملیگا جس میں عمر صاحب قسم
کھا رہے ہیں کہ ہم اس گھر کو ضرور جلا دینگے اور بعض صحابہ کہتے ہیں کہ اس میں جناب فاطمہ بنت رسول ہیں
لیکن عمر صاحب نہایت بے پروائی سے جواب دیتے ہیں ہوا کریں جیسا کہ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۹ میں ہے۔

دوسرا واقعہ اُسکے متصل ہی وہ ہے جو جناب امیرؑ کی ساتھ پیش آیا کہ حضرت نے فرمایا اگر ہم بیعت نہ کریں تو
تم کیا کروگے؟ عمر نے جواب دیا کہ قتل کرینگے جس پر جناب امیر نے فرمایا کہ تب ایک بندۂ خدا اور برادر رسول کے
تم قاتل ہوگے جسپر عمر نے کہا کہ بندۂ خدا تو ٹھیک ہے لیکن برادر رسول نہیں دیکھو کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۲۲
دیکھئے ان دونوں واقعوں میں کسطرح عمر صاحب نے قرابت رسول کی تحقیر کی کہ جناب سیدہ کی نسبت تو کہا "ہوا
کریں" اور جناب امیرؑ کی نسبت صاف صاف بیان کر دیا کہ آپ برادر رسول نہیں ہیں۔ اس سے بڑھکر کیا انکار
ہو سکتا ہے اور کیا تحقیر قرابت۔

ان مسلسل واقعات سے آپ بخوبی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ قرابت رسول کسطرح مسلمانوں کی نظروں میں ذلیل و
حقیر کیجا رہی ہے کہ کہیں تو اصل قرابت ہی سے انکار ہے کہیں اُسکے قابل عزت و احترام ہونے سے انکار ہے۔
اب عملی کارروائی سنئے جو اس قرابت رسول کی شانکو لیے کیگئی سنن ابوداؤد کتاب الخراج والفیٔ والامارۃ میں ہے۔

حدثنا عبید اللہ بن عمر بن میسرۃ حدثنا عبد الرحمٰن بن مهدی عن عبد اللہ بن المبارک
عن یونس بن یزید عن الزهری قال اخبرنی سعید بن المسیب قال اخبرنی جبیر بن مطعم انه
جاء هو وعثمان بن عفان یکلمان رسول اللہ فیما قسمت لاخواننا بنی المطلب لم تعطنا شیئا و
قرابتنا وقرابتهم منك واحدة فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم انما بنو هاشم وبنو المطلب شیٔ
واحد قال جبیر ولم یقسم لبنی عبد شمس ولا لبنی نوفل من ذلك الخمس کما قسم لبنی هاشم
وبنی المطلب وقال وکان ابو بکر یقسم الخمس نحو ما قسم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
غیر انه لم یکن یعطی قربی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما کان النبی صلی اللہ علیه وسلم

یعطیہم قال فکان عمر بن الخطاب یعطیہم منہ وعثمان بعدہ۔ مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۱۱ یعنی جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ وہ اور عثمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے کہ کلام کریں بارہ خمس کے جو حضرت نے تقسیم کیا تھا بنی ہاشم اور بنی المطلب کو۔ جبیر ابن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سے عرض کیا آپ نے خمس سے ہماری بھائیوں بنی المطلب کو دیا اور ہمکو کچھ نہ دیا حالانکہ قرابت ہم لوگوں کی ایک ہے (کیونکہ حضرت ہاشم چار بھائی تھے۔ ہاشم ۔ مطلب ۔ عبد شمس ۔ نوفل ۔ حضرت ہاشم کی اولاد رسول اللہ وجناب امیر وتمامی بنی ہاشم اور عبد شمس کے عثمان وغیرہ اور نوفل کے جبیر ابن مطعم ۱۲ راقم) پس فرمایا حضرت نے بنی ہاشم اور بنی المطلب ہمیشہ ایک ہے۔ جبیر نے کہا کہ حضرت نے خمس سے حصہ نہ دیا بنی عبد شمس (جس میں حضرت عثمان بھی تھے) نہ بنی نوفل کو (جس میں جبیر بھی تھے) اور تقسیم کیا بنی ہاشم وبنی المطلب کو)

پھر جبیر کہتے ہیں کہ ابو بکر تقسیم کرتے تھے مطابق تقسیم رسول صلعم کے مگر قرابت مندان رسول کو کچھ بھی نہ دیتے تھے جیسا کہ رسول دیا کرتے تھے۔ جبیر کہتے ہیں اور عمر صاحب دیا کرتے تھے اُن قرابت مندوں کو اُسی خمس سے اور بعد عمر کے عثمان بھی۔ انتہےٰ۔

یہاں آپ قصہ فدک کو خیال نہ کیجئے گا جسکے بارے میں یہ حدیث بنائی گئی کہ نحن معاشر الانبیاء لانرث ولا نورث بلکہ عام قرابت رسول ہے جسکے بارے میں خداوند عالم فرماتا ہے واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین یعنی خداوند عالم نے خمس کو پانچ حصوں پر تقسیم کیا ہے حصہ خدا حصہ رسول ۔ حصہ ذوی القربےٰ ۔ حصہ یتامیٰ ومساکین ۔ اُسکے متعلق ابو بکر صاحب کی یہ کارروائی تھی کہ قرابت مندان رسول کو ایک دم محروم کر دیا تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ حکم صریح خداوند عالم وسنت رسول کو انہوں نے ایک دم معطل کر دیا۔

قصہ فدک میں یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ ابو بکر صاحب خود رسول اللہ سے وہ حدیث سُن چکے تھے اس سبب سے مجبور تھے مگر یہاں کیا ارشاد ہوگا کہ قرآن میں آج تک یہ حکم موجود ہے اور رسول اللہ صلعم کا اسی کے مطابق عمل بھی تھا لیکن ابو بکر صاحب نے ایک دم محروم کر دیا اور برخلاف اُسکے عمر صاحب نے پھر وہ سلسلہ جاری کیا جس سے اسکا بھی گمان نہیں ہو سکتا کہ ابو بکر صاحب کو کوئی خاص حکم اسکے متعلق بھی ملا ہو اس لئے کہ کم سے کم عمر صاحب تو ضرور اُس کی تقلید کرتے۔

خداوند عالم نے صرف اسی آیہ میں حصہ ذوی القربےٰ نہیں قرار دیا بلکہ دوسرے آیہ میں فرماتا ہے۔

وات ذی القربیٰ حقہ کہ ذوی القربےٰ کو اُنکا حق دیدو۔

جسکے مضمون تفسیری سی ہم یہاں بحث نہیں کرتے بلکہ ظاہری الفاظ قرآن پر توجہ دلاتی ہیں کہ کسطرح خدا نے حق ذوی القربےٰ کے دینے کی تاکید کی مگر خلیفۂ اول نے خلافت پاتے ہی اُس حق کو ایسا باطل کیا کہ کسی طرح قرابتمندان رسول کو اُن کا حق نہ دیا۔

تیسری آیت میں تو خدا نے یہ بھی فرمایا قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ جس سے معلوم ہوا کہ مودت اہل قربیٰ کو خدا نے اجر رسالت قرار دیا ہے مگر اُس حکم کی اسطرح تعمیل کیگئی کہ رسول اللہ کی حضور میں آپ کی قرابتمندی غیر نافع اور بیکار شے قرار دیگئی جسپر حضرت کو بار بار خطبہ کرنا پڑا۔

یہی سبب ہے کہ صحیح مسلم میں ہے وکان لعلی من الناس وجھۃ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ ولم یکن بایع تلک الاشھر جلد ۲ صفحہ ۹۱ مطبوعہ دہلی۔
یعنی زندگی جناب سیدہ سے ایک طرح کی آبرو تھی حضرت علیؑ کو جب حضرت فاطمہ نے انتقال کیا تو سب کے مُنہ حضرت علی سے پھر گئے جس سے وہ مجبور ہوئے کہ ابوبکر سے صلح کریں۔

یہ روایت اچھی طرح بتا رہی ہے کہ ابوبکر و عمر کی متفقہ کوششوں نے قرابتمندی رسول کو ایسا کمزور و بے اثر کر دیا تھا کہ جناب امیر ایسے شخص کو جس نے بنائے اسلام میں وہ خدمتیں کی تھیں کہ آج تک تواریخ اُنکی شاہد ہیں اگر کچھ قابل ترحم بنایا تو صرف وجود جناب سیدہ نے کیونکہ جناب سیدہ کی قرابت رسول اللہ سے ایسی تھی جسکا کسی طرح انکار کیا جا سکے۔ اگرچہ حضرت عمر نے اسکے مٹانے میں بھی پوری کوشش کی تھی مگر یہ فطری امر تھا جسکو وہ کسی طرح نہ مٹا سکے چنانچہ اُسی کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں ہے۔

ثم قام عمر فمشی معہ جماعۃ حتی اتوا باب فاطمۃ فدقوا الباب فلما سمعت اصواتہم نادت بأعلیٰ صوتہا یا ابت یا رسول اللہ ماذا لقینا بعدک من ابن الخطاب و ابن ابی قحافۃ فلما سمع القوم صوتہا وبکاءھا انصرفوا باکین وکادت قلوبہم تنصدع واکبادہم تنفطر وبقی عمر ومعہ قوم فاخرجوا علیا فمضوا بہ الیٰ ابی بکر فقالوا لہ بایع فقال ان انا لم افعل فمہ قالوا اذا واللہ الذی لا الہ الا ہو نضرب عنقک قال اذاً تقتلون عبد اللہ واخا رسولہ قال عمر اما عبد اللہ فنعم واما اخو رسول اللہ فلا وابوبکر ساکت لا یتکلم فقال عمر الا تامر فیہ بامرک فقال لا اکرھہ علی شئ ما کانت فاطمۃ فی جنبہ فلحق علیؑ بقبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصیح ویبکی وینادی یا ابن امّ ان القوم استضعفونی وکادوا

یقتلوننی حـ۲۲ یعنی پھر کھڑے ہوئے عمر اور گئے ایک جماعت کے ساتھ یہاں تک کہ داخل ہوئے خانہ جناب
سیدہ تک اور دق الباب کیا۔ جب حضرت نے انکی آواز سُنی تو چیخیں اور کہا وائے ہو اے ابن ابی قحافہ
پس جب صحابہ نے آپ کے رونے اور آہ و بکا کی آواز سُنی تو روتے ہوئے پلٹ آئے درحالیکہ قریب تھا دل
انکے ٹکڑے ہو جائیں اور جگر پاش پاش۔ مگر کھڑے رہے عمر اور اُن کے ساتھ ایک جماعت تھی پھر نکالا
حضرت علیؑ کو اور لے گئے ابوبکر کے پاس اور کہا کہ بیعت کرو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر نہ بیعت کریں تو
تم کیا کرو گے جب اُن لوگوں نے جواب دیا قسم اُس خدا کی جسکے سوا کوئی خدا نہیں ہے اُس وقت ہم تمہیں قتل کر ڈالینگے
تب حضرت علیؑ نے کہا تم قتل کرو گے ایک بندۂ خدا اور برادر رسول کو۔ عمر نے جواب دیا کہ بندۂ خدا ہونا تو صحیح ہے
لیکن رسول اللہ کا بھائی ہونا ہرگز نہیں اور ابوبکر اُس وقت چُپ تھے کچھ کلام نہیں کرتے تھے جب پھر عمر نے کہا
کیوں نہیں تم اپنا حکم دیتے۔ ابوبکر نے کہا جب تک حضرت فاطمہ اُنکے یہاں ہیں ہم کسی بات پر اُنکو مجبور نہیں
کر سکتے پس گئے حضرت علیؑ قبر رسول پہ چیختے روتے ہوئے اور فرماتے تھے (ترجمہ آیۃ) اے ماں جائے میری قوم نے
ہمکو ضعیف کرنا چاہا اور قریب تھا کہ قتل کر دیں۔

یہ آیہ قرآن مجید میں قصۂ حضرت موسےٰ و ہارون میں وارد ہے کہ جب حضرت موسےٰ اپنے بھائی ہارون کو
خلیفہ کر کے کوہ طور کی طرف گئے ہیں اور قوم بنی اسرائیل نے حضرت ہارون کی مخالفت کر کے گوسالہ پرستی
شروع کی پس جب حضرت موسےٰ واپس آئے تو اُن سے حضرت ہارون نے اپنا حال ان لفظوں میں ادا کیا ہے
اُسی آیہ کی جناب امیرؑ نے قبر رسول پر پہنچکر تلاوت کی ہے جس سے ہر مسلمان کو رسول اللہ کی حدیث یا علی
انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی کی بخوبی تصدیق ہو گئی کہ جناب
امیرؑ کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا جو حضرت ہارون کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اور حضرت نے بھی اُسی آیہ
کی تلاوت کی جو حضرت ہارون نے پڑھی تھی۔

ہماری غرض اس قصہ کے بیان سے صرف اسی قدر ہے کہ جناب سیدہ کے رونے پیٹنے اور جناب امیر کا اثر تمام صحابہ
پر پڑا کہ دل اُنکے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور سب واپس آئے لیکن حضرت عمر کی ہمت و استقلال میں جناب سیدہ کے
رونے اور چلانے سے بھی کوئی فرق پیدا نہیں کیا اور وہ اُسی طرح اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

یہ واقعہ ابتدائی وفات رسول کا ہے کہ پھر بھی صحابہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو احادیث رسول اللہ پر ایمان
رکھتے تھے اور اُنکے دل باوصف عداوت اہلبیت طاہرین مثل شیخین سخت نہ تھے اس لیے یہ ہوا

کہ کچھ لوگ چلے آئے تھے۔ اُسکے بعد ابوبکر و عمر کی کارروائیوں نے اسکو اس طرح مٹایا کہ آپ سنن ابوداؤد سے دیکھ چکے ابوبکر صاحب نے تقسیم خمس سے حصۂ ذوی القربےٰ بالکل نکال دیا کہ کسی طرح انکا حصہ ہی نہ رہا ہاں چونکہ اس تحریر کی ابتدا قصۂ اسماء بنت عمیس سے کیگئی ہے جو حضرت جعفر طیار کی زوجہ محترمہ تھیں لہٰذا بمناسبت مقام یہ واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہوگا کہ استیعاب ابن عبد البر مکی میں ہے۔

فلما توفیت جاءت عائشة تدخل فقالت اسماء لا تدخلی فشکت الی ابی بکر فقالت ان هذه الخثعمية تحول بيننا وبين بنت رسول الله وقد جعلت لها مثل هودج العروس فجاء ابو بكر فوقف على الباب فقال يا اسماء ما حملك على ان منعت ازواج النبي ان يدخلن على بنت رسول الله وجعلت لها مثل هودج العروس فقالت امرتني ان لا يدخل عليها احد واريتها هذا الذي صنعت وهي حية فامرتني ان اصنع ذلك لها قال ابو بكر فاصنعي ما امرتك ثم انصرف فغسلها علی واسماء ص ۷۷۲ جلد ۲ - کہ جناب سیدہ نے وفات پائی تو عائشہ نے چاہا کہ اُس مکان میں داخل ہوں۔ اسماء بنت عمیس نے (جو اُس وقت زوجۂ ابوبکر تھیں) کہا تم اس گھر میں نہ آؤ۔ عائشہ نے اسکی شکایت اپنے باپ ابوبکر سے کی اور کہا یہ عورت خثعمیہ (اشارہ ہے طرف خاندان اسماء بنت عمیس کی) ہم کو دختر رسول اللہ کے پاس جانے نہیں دیتی اور انکے لئے ایک چیز بنائی ہے مثل ہودج عروس کی (نعش) یہ سنکر حضرت ابوبکر صاحب بھی تشریف لائے اور اسماء بنت عمیس سے پکار کر کہا کہ کیوں تو ازواج نبی کو نہیں آنے دیتی (عجب بات ہے کہ کوئی بات ان لوگوں کی چال سے خالی نہیں ہوتی۔ وہاں تو بی بی عائشہ نے کہا ہمکو بنت رسول کے یہاں نہیں جانے دیتی مگر ایذا دیتے وقت نہیں خیال کیا گیا کہ بنت رسول ہیں۔ اور یہاں ابوبکر صاحب بھی وہی گول فقرہ کہتے ہیں کہ ازواج نبی کو نہیں آنے دیتی اور یہ نہیں کہتے کہ عائشہ کو کیوں روکا؟) اور یہ ہودج عروس سا کیوں بنایا ہے۔ اسماء نے جواب دیا خود جناب سیدہ ہمکو حکم دیگئی ہیں کہ کسی کو نہ آنے دینا۔ اور یہ نعش تو میں نے خود حضرت کو دکھا دیا تھا اور اُس معصومہ نے پسند کیا تھا۔ اور اسکے بنانیکا حکم دیا۔

حضرت ابوبکر یہ کہکر چلے گئے کہ اچھا بناؤ۔

یہ روایت آپ کو اچھی طرح بتارہی ہے کہ قلب مبارک جناب سیدہ پر کیا صدمہ گزرا تھا کہ اسکی وصیت کی کہ عائشہ ہمارے جنازے پر نہ آنے پائیں۔

مدارج النبوۃ میں ہے ص ۵۴۳ جلد دوم
دگویند کہ روزے دیگر ابوبکر صدیق وعمر فاروق رض وصحابہ دیگر رض با علیؑ مرتضےٰ شکایت کردند کہ چوں مارا خبر نہ کردی تا شرف نماز بروے دریافتیم۔ علی عذر گفت کہ بنا بر وصیت وی کردم کہ چوں از دنیا روم مرا بہ شب دفن کنی تا چشم نامحرم بر جنازۂ من نیفتد جس سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ کی وصیت صرف عائشہ ہی کے بارے میں نہ تھی بلکہ ابوبکر صاحب و عمر کے بارے میں بھی وصیت فرما گئی تھیں کہ ان میں سے کوئی شریک جنازہ نہو۔

یہ مختصر چند واقعات ہیں جو خود عہد رسول اللہ میں پیش آچکے تھے اور بعد حضرت اُن امور کی تجدید ہوتی رہی۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب سیدہ انکی نیات فاسدہ سے مطلع نہوں اور بجز اسکے کیا چارہ تھا کہ **مظلومیت و مغصوبیت** سے حقیقت اسلام کو ثابت کریں کیونکہ تمامی صحابہ تو طلب دنیا میں مشغول تھے جس سے منکم من یریدالدنیا و منکم من یرید الآخرۃ کی تصدیق ہو رہی تھی۔

یہ ہے **فلسفہ مطالبۂ فدک** کا جس کی غرض محض اظہارِ حقیقت اسلام تھی اور اسلام کی جلالت قدر و عظمت کا اظہار تھا کہ نہ صرف اُس وقت بلکہ قیامت تک تمام عالم کو معلوم ہوتا رہے **اسلام** کی تعلیم کیا تھی اور صحابہ نے اُسکو کس طرح مٹایا۔

اب ہم اس مقدمہ کو تمام کرتے ہیں اور آیات بینات کے ہر ہر فقرہ کی حقیقت دکھاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کس طرح ملمع کاری کیگئی ہے واللہ بالغ امرہ وقد جعل اللہ لکل شیٔ قدرا والحمد للہ اوّلا و آخرا

والصلوٰۃ و

السلام علیٰ نبیّہ واھلبیتہ
الطاہرین باطنا وظاہرا

فہرست کتب موجودہ دفتر اصلاح و الشمس

حد السارق حصہ سوم جس میں ان روایتوں کی تحقیقات ام کلثوم بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔
کی گئی ہے جنھیں اڈیٹر النجم نے شیعہ روایتوں کی ثبوت تحریف قرآن میں پیش کیا تھا اسپر اہلسنت کو پانچسو روپیہ دینیکا انعام مقرر ہی اگر کوئی شخص معقول جواب دے قیمت عہ/

تقدیس القرآن حصص اول و دوم و سوم جسمیں آریوں کا جواب مدلل محققانہ مہذبانہ طور پر دیا گیا ہی جس کی تہذیب و متانت کا فریق مخالف کو بھی اقرار ہی قیمت ہر سہ حصہ عہ/

کشف الظلمات حصص دوم و سوم جس میں آیات بینات سے فدک کا جواب دیا گیا ہی یہ کتاب چند حصوں پر منقسم ہے پہلا حصہ اول نہیں رہا حصہ دوم ۸/ حصہ سوم ع/

الشمس جلد اول کامل جلد دوم جلد سوم جلد چہارم و پنجم و ششم و ہفتم و ہشتم و نہم و دہم۔ اس کی جلدیں بہت کم رہ گئی ہیں اگر جلد نہ طلب کیا تو پھر ان جلدوں کا ملنا مشکل بلکہ محال ہوگا۔

ذوالفقار حیدر جلد اول۔ دوم۔ سوم جس میں سبھی تحقیقات کا وہ سرمایہ جمع کیا گیا ہی کہ شاذ ہی کہیں ملے یہ کتاب اصل میں دس جلد ہی صرف تین جلد چھپی ہی وہ بھی نایاب تھی مگر دوبارہ طبع ہوئی ہی اگر مومنین ہمت کریں تو بقیہ جلدیں بھی طبع ہوں۔

کنز مکتوم حصہ نخستین عقد ام کلثوم دفع الوثوق عن نکاح مفاردق جس میں صرف اسکی تحقیقات ہی کہ نسبت عقد حضرت

مناظرہ امجدیہ حصہ اول ۸/ حصہ دوم جسمیں معویہ کے وہ حالات درج ہیں کہ آجتک کسی کتاب میں نہیں جمع ہوئے آیات قرآنی احادیث رسول اللہ احادیث ائمہ اطہار اقوال حضرت عائشہ و دیگر صحابہ و تابعین و مجتہدین سے لعنت کا جواز بلکہ ضرورت اس صراحت سے ثابت کیا گیا ہی کہ پھر کسیکو اس میں شک نہ رہے جسکی سند صفحہ و کتاب مع مطبع درج ہے

رسالہ وضو ۸/ **الجمرہ (کلوخ)** ۳/

ارسال الیدین ۸/ **البسملہ** (۶/)

تاریخ الاذان حصہ اول (۶/)

عقل و تہذیب اہلحدیث (۸/)
صرف اس بحث میں ہی کہ جو طریقہ شیعوں میں جاری ہی یہی اصل سنت رسول اللہ ہی اسکے خلاف جو کچھ ہی وہ ناجائز ہی۔

تصحیح تاریخ (۱۲/)
جس میں وہ تاریخی نکات بیان کیے گئے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ تاریخی واقعات جو خلفا کے لکھے گئے ہیں اسمیں کسدرجہ خلاف واقع بیان کیا گیا ہے۔

مجالس عشرہ ۸/
جس میں واقعات مصائب کربلا نہایت صحیح روایتوں سے لکھے گئے ہیں جس سے بہتر مجلسوں میں پڑھنے کے لیے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی

المشتہر

علی حیدر اڈیٹر اصلاح کھجوہ ضلع سارن